سرزمینِ
شہداء
(شہدائے یاسین)

سرزمینِ شہداء

(شہدائے یاسین)

1947ء تا 2017ء

یہ کتاب گلگت بلتستان کے ضلع غذر کی تحصیل یاسین کے اُن باہمت فوجی جوانوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے ارضِ وطن کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا

-------ناشر-------
بلال پبلیکیشنز، بلال روڈ، راولپنڈی کینٹ

جملہ حقوق بحق شعبہ تعلقات عامہ افواجِ پاکستان محفوظ ہیں۔

اشاعت: 2018ء

کتاب : سرزمین شہداء، شہدائے یاسین (1947ء تا 2017ء)

ISBNنمبر: ISBN-

مصنفین: عبدالمراد 0312-5743480

بہرام خان شاد 0312-9759094

bahram.shad88@gmail.com

تالیف وترتیب: شعبہ تعلقات عامہ افواجِ پاکستان، ہلال روڈ راولپنڈی

فون: 051-9271617

ای میل: publications@hilal.gov.pk

قیمت: 500 روپے

مطبع : خورشید پرنٹرز، اسلام آباد

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
1	پیغام	1
2	پیش لفظ	2

باب اول: تعارف

1	وجہ تسمیہ یاسین	7
2	محل وقوع	8
3	زمینی خدوخال	11
4	تاریخی مقامات	13
5	جنگی واقعات	15
5	جنگ آزادی گلگت بلتستان کے غازی شہزادہ وفاجان سے انٹرویو	37

باب دوئم: جنگ 1965ء کے شہداء 42

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	سپاہی بختاور بیگ شہید	گلگت سکاؤٹس	43
2	سپاہی حاضر علی المعروف حضر علی شہید	قراقرم سکاؤٹس	45
3	سپاہی حاضر جان شہید	ناردرن سکاؤٹس	45
4	سپاہی ڈھشمن ذاق شہید	ناردرن سکاؤٹس	45

باب سوئم: جنگ 1971ء کے شہداء 48

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	نائب صوبیدار محمد ظفر خان شہید (تمغۂ جرأت)	گلگت سکاؤٹس	49
2	سپاہی نظر خان شہید	39 ایف ایف رجمنٹ	51
3	سپاہی آمین قبول شہید	قراقرم سکاؤٹس	53
4	سپاہی شیر طولہ خان شہید	این ایس 3 ونگ	54
5	سپاہی رحیم بیگ شہید	قراقرم سکاؤٹس	55
6	سپاہی شاہ ولی شہید (تمغۂ جرأت)	قراقرم سکاؤٹس	56
7	صوبیدار آمان شاہ شہید	قراقرم سکاؤٹس	57
8	لانس نائیک بختاور خان شہید	قراقرم سکاؤٹس	59
9	سپاہی شیر قادر خان شہید	25 آزاد کشمیر رجمنٹ	60
10	نائیک سورم خان شہید	قراقرم سکاؤٹس	61
11	سپاہی مچل خان شہید	گلگت سکاؤٹس	61
12	سپاہی بلبل خان شہید	ناردرن سکاؤٹس	62

باب چہارم: 1999ء معرکہ کارگل کے شہداء 63

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	حوالدار لالک جان شہید (نشان حیدر)	12 این ایل آئی رجمنٹ	64
2	لانس نائیک رحمت اللہ خان شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	73
3	سپاہی ایوب آمان شہید	13 این ایل آئی رجمنٹ	74
4	حوالدار بلبل آمان شاہ شہید	7 این ایل آئی رجمنٹ	76
5	سپاہی ابراہیم خان شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	77

6	حوالدار شیر بہادر شہید	7 این ایل آئی رجمنٹ	79
7	حوالدار محمد جاوید شہید (تمغۂ جرأت)	5 این ایل آئی رجمنٹ	80
8	سپاہی بلبل مددشاہ شہید	7 این ایل آئی رجمنٹ	81
9	سپاہی سعید غلام شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	83
10	سپاہی حاجت علی شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	84
11	نائب صوبیدار حاجی ولی شہید (تمغۂ بسالت)	8 این ایل آئی رجمنٹ	86
12	سپاہی محمد ایوب شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	87
13	سپاہی ہمت ولی شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	89
14	سپاہی شاہ فراز شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	92
15	لانس نائیک شیر قبول شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	93
16	سپاہی شکور خان شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	94
17	سپاہی کریم خان شہید (تمغۂ بسالت)	90 ایس اینڈ ٹی بٹالین	95
18	سپاہی محمد عیسیٰ شہید	4 این ایل آئی رجمنٹ	96
19	سپاہی حضرت قبول شہید	4 این ایل آئی رجمنٹ	97
20	سپاہی محمد نادرشاہ شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	98
21	سپاہی شیر ولی خان شہید	4 این ایل آئی رجمنٹ	100
22	سپاہی نادرجان شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	101

باب پنجم: دہشتگردی کے خلاف آپریشنز 102

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	سپاہی ظاہر علی خان شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	103
2	سپاہی قیوم ولی شاہ شہید	183 میڈیم آرٹلری	104

3	سپاہی قربان خان شہید	7 این ایل آئی رجمنٹ	106
4	سپاہی گلزار خان شہید	15 این ایل آئی رجمنٹ	107
5	صوبیدار وزیر بخت شہید (تمغۂ بسالت)	101 این ایل آئی رجمنٹ	108
6	سپاہی محمد حسین شہید	3 آزاد کشمیر رجمنٹ	111
7	سپاہی شیر ذاللہ بیگ شہید (تمغۂ بسالت)	12 این ایل آئی رجمنٹ	114
8	سپاہی نظر علی شاہ شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	116
9	سپاہی جاوید احمد شہید	15 این ایل آئی رجمنٹ	117
10	سپاہی نیت مراد شہید	5 پنجاب رجمنٹ	119
11	سپاہی سجاد علی خان شہید	7 آزاد کشمیر رجمنٹ	120
12	سپاہی معراج خان شہید (تمغۂ بسالت)	لائٹ کمانڈو	122
13	سپاہی رحمت داد شہید (تمغۂ بسالت)	12 آزاد کشمیر رجمنٹ	123
14	سپاہی محمد اللہ خان شہید (تمغۂ بسالت)	12 آزاد کشمیر رجمنٹ	124
15	سپاہی آفیسر جان شہید	21 آزاد کشمیر رجمنٹ	125
16	سپاہی اکرام اللہ بیگ شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	126
17	نائب صوبیدار صفدر علی شہید (ستارہ بسالت)	15 پنجاب رجمنٹ	128
18	حوالدار پوزشاہ شہید	35 آزاد کشمیر رجمنٹ	128
19	سپاہی اعجاز احمد شہید	23 آزاد کشمیر رجمنٹ	130
20	سپاہی محمد ریاض شہید	32 آزاد کشمیر رجمنٹ	131
21	سپاہی حسین علی شہید (ستارہ بسالت)	3 آزاد کشمیر رجمنٹ	132
22	سپاہی مہتر جان شہید (تمغۂ بسالت)	7 آزاد کشمیر رجمنٹ	134

باب ششم: سکردو، استور، سیاچن، کشمیر اور دیگر محاذوں کے شہداء 136

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	سپاہی محمد بابر خان شہید	ناردرن سکاؤٹس	137
2	سپاہی حاضر شاہ شہید (تمغۂ جرأت)	اسپیشل سروس گروپ	138
3	سپاہی خوش جان شہید	2 این ایل آئی رجمنٹ	139
4	سپاہی مہربان علی شہید (تمغۂ بسالت)	3 این ایل آئی رجمنٹ	140
5	حوالدار شیر اللہ شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	142
6	سپاہی عزیز الرحمن شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	143
7	سپاہی حاجی خان شہید	10 این ایل آئی رجمنٹ	144
8	حوالدار شیر مراد شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	145
9	سپاہی ضرب علی شہید	10 این ایل آئی رجمنٹ	146
10	لانس نائیک رحمت ولی شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	147
11	سپاہی سیر نگ محمد شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	148
12	سپاہی گلسمبر خان شہید	25 آزاد کشمیر رجمنٹ	149
13	سپاہی حسین علی خان شہید	2 این ایل آئی رجمنٹ	150
14	سپاہی منیر احمد شہید	1 این ایل آئی رجمنٹ	151
15	سپاہی شیر ولی شہید	13 این ایل آئی رجمنٹ	152
16	نائیک مراد علی شہید	12 این ایل آئی رجمنٹ	153
17	صوبیدار لطیف آمان شہید (تمغۂ بسالت)	9 این ایل آئی رجمنٹ	154
18	سپاہی حواس بیگ شہید (تمغۂ بسالت)	2 این ایل آئی رجمنٹ	156
19	سپاہی افضل امان شہید	101 آرٹلری رجمنٹ	157
20	سپاہی شرافت خان	10 این ایل آئی رجمنٹ	158
21	ایئر مین خوش قدم شاہ شہید	ٹیکنیشن ایئر فورس	160

22	سپاہی مراد شاہ شہید	8 این ایل آئی رجمنٹ	151
23	لانس نائیک شیروخان شہید	815 مجاہد بٹالین	153
24	سپاہی شیرباز شہید	1 این ایل آئی رجمنٹ	154
25	سپاہی شیرین بیگ شہید	18 آزاد کشمیر رجمنٹ	155
26	لانس نائیک محبوب ولی شہید	2 این ایل آئی رجمنٹ	157
27	سپاہی خالد حسین شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	158
28	سپاہی سخاوت شاہ شہید	5 این ایل آئی رجمنٹ	159
29	لانس نائیک نثار علی خان شہید	37 آزاد کشمیر رجمنٹ	171

باب ہفتم: شہداء سمرنالہ وگیاری سیکٹر 172

نمبر شمار	شہید کا نام	یونٹ	
1	حوالدار رؤف خان شہید	3 این ایل آئی رجمنٹ	173
2	حوالدار جمائیل شہید	3 این ایل آئی رجمنٹ	174
3	سپاہی رحیم شاہ شہید	3 این ایل آئی رجمنٹ	175
4	سپاہی شہادت علی شہید	3 این ایل آئی رجمنٹ	177
5	سپاہی ناصر علی شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	178
6	سپاہی نادر خان شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	179
7	سپاہی فدا علی شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	180
8	حوالدار رہبر حسن شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	182
9	سپاہی محمد علی شہید	6 این ایل آئی رجمنٹ	183

متفرق واقعات میں شہید ہونے والے شہداء یاسین 185

انتساب

ان عظیم ماؤں کے نام۔۔۔
جنہوں نے اپنی کوکھ میں شہدائے وطن کی آبیاری کی
ایسے بہادر سپوتوں کو جنم دیا جو ماں مٹی
کی آن پر برضا و خوشی قربان ہو گئے

پیغام

مملکتِ پاکستان ایک نعمتِ خداوندی ہے۔قیامِ پاکستان کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں اَن گنت قربانیاں دے کر یہ مملکت حاصل کی۔قیامِ پاکستان سے تکمیلِ پاکستان کا سفر جو کہ اب بھی جاری ہے، کے لئے ہمیشہ اس مایۂ ناز قوم نے جانی و مالی قربانیاں دے کر اس کی سرحدوں کے دفاع کو یقینی بنایا ہے۔افواجِ پاکستان دفاعِ وطن میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔پاکستان کے دوسرے تمام علاقوں کی طرح خطۂ گلگت بلتستان کے باسی بھی دفاعِ وطن میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ ہمالیہ کی گود میں بسنے والے پاکستان کے یہ جری سپوت اپنے لہو سے انمٹ قربانیوں کی بے شمار داستانیں رقم کر چکے ہیں۔ ''سرزمینِ شہداء'' گلگت بلتستان کے ضلع ''غذر'' کی تحصیل ''یاسین'' کے ان شہداء کی روئیداد ہے جنہوں نے افواجِ پاکستان میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ بڑے وقار کی بات ہے کہ حوالدار لالک جان شہید نشانِ حیدر سمیت دادِ شجاعت دینے والے دیگر عظیم شہداء جن کا تعلق ضلع غذر کی تحصیل ''یاسین'' سے ہے کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔میں اس بہترین کاوش پر تمام ٹیم کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے وطن کے شہداء کی قربانیوں کو اُجاگر کر کے وطن سے اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے۔

میجر جنرل آصف غفور
ڈائریکٹر جنرل
انٹر سروسز پبلک ریلیشنز
جنرل ہیڈ کوارٹرز، راولپنڈی

پیش لفظ

پاکستان کے شمالی علاقہ جات " گلگت بلتستان "، قدرتی حسن کا عظیم شاہکار ہیں۔ یہاں کے بلند و بالا پہاڑ، برف پوش چوٹیاں، سرسبز و شاداب وادیاں، دھند اُڑاتی آبشاریں، طلاطم خیز دریا، جلترنگ ندیاں اور صاف و شفاف جھیلیں خوبصورتی اور عظمت میں بے مثال ہیں۔ جنت نظیر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ علاقہ اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے انتہائی تذویراتی اہمیت کا بھی حامل ہے۔ یہ قراقرم اور ہمالیہ کے عظیم پہاڑی سلسلوں میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں چین، مغرب میں خیبر پختونخوا اور افغانستان جبکہ جنوب میں آزاد کشمیر اور مقبوضہ جموں و کشمیر کے علاقے ہیں۔ پاک چین دوستی کی لازوال کرنیں بھی اسی اُفق سے پھوٹتی ہیں۔ شاہراہ قراقرم دونوں ممالک کی دوستی کا عظیم شاہکار ہے اور اب سی پیک کا گیٹ وے ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

قدرتی حسن اور تذویراتی اہمیت کے علاوہ اس علاقے کی ایک اور نمایاں پہچان یہاں کے عوام کی پاکستان سے لازوال محبت اور دفاعِ وطن کے لئے اُن کی قربانیاں ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تقسیم برصغیر کے وقت یہاں کے عوام نے بھی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے اپنی آزادی کی جنگ خود لڑتے ہوئے نہ صرف ڈوگرہ فوج کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا بلکہ اپنے اس جنت نظیر خطے کو پاکستان کا حصہ بنایا۔ یہاں کے رہنے والوں کی بہت بڑی تعداد آج بھی افواجِ پاکستان میں شامل ہو کر دفاعِ وطن کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی پاکستان پر مشکل کی گھڑی آئی یہاں کے باسی اس کی آزادی، حرمت اور وقار کے لئے ڈٹ گئے۔ 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں یہاں سے تعلق رکھنے والے جری جوان پاک افواج کے شانہ بشانہ دشمن کے خلاف صف آراء رہے۔ انہوں نے مختلف محاذوں پر دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا اور عملی طور پر پاکستان سے محبت اور عقیدت کا ثبوت دیا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ان کی قربانیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ سیاچن اور معرکہ کارگل کے

دوران یہاں کے بہادر سپوتوں نے جرأت و بہادری کی وہ داستانیں رقم کیں کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ گیا۔ کارگل کے ہیرو، جرأت و بہادری کے عظیم پیکر حوالدار لالک جان شہید نشانِ حیدر کا تعلق بھی اسی علاقے کی تحصیل یاسین سے ہے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ گلگت بلتستان کے عوام کی پاکستان سے والہانہ محبت، یہاں کی دیومالائی خوبصورتی اور سب سے بڑھ کر پاک چین زمینی رابطے کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ دشمنانِ پاکستان کی آنکھ کا کانٹا ہے۔ سی پیک منصوبے پر عملدرآمد کے بعد ایک مذموم سازش کے تحت بھارت کی جانب سے گلگت بلتستان کی حیثیت پر سوالات اُٹھائے گئے اور نام نہاد پراپیگنڈہ کیا گیا تاہم یہاں کے عوام اتنے باشعور اور محب وطن ہیں کہ وہ کبھی بھی ان چالوں اور سازشوں کے نرغے میں نہیں آئے۔ وطنِ عزیز سے اُن کی محبت بے پایاں بھی ہے اور بے مثال بھی۔ وہ اپنا تن، من، دھن پیارے پاکستان کے لیے قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ ان کی پاکستان سے محبت اور عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں دشمن اپنی کسی سازش یا چال میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکا۔ یہ تو ایسے محب وطن، بہادر اور غیور ہیں کہ جنہوں نے پاکستان کی طرف اُٹھنے والی ہر میلی آنکھ پھوڑ ڈالی، پاکستان کے خلاف اُٹھنے والے ناپاک قدموں کو پلٹا دیا، گولیوں کو اپنے سینوں پر کھا کر اس پاک دھرتی کی حفاظت کی۔

یہ 20 ستمبر 2014ء کی بات ہے۔ ہم دو دوست دریائے گلگت کے کنارے ٹہلتے ہوئے اس علاقے کے عوام کا دفاعِ وطن میں کردار اور یہاں سے تعلق رکھنے والے بہادر اور غیور افسروں اور جوانوں کے انہی کارناموں اور قربانیوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ ایک خیال ذہن سے ٹکرایا کہ کیوں نہ اِن کے کارناموں کو کتابی شکل میں یکجا کر کے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا جائے تاکہ وہ بھی اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر پاکستان کی محبت سے سرشار ہو کر دفاعِ وطن میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہیں۔ دریائے گلگت پر بنے پرانے پل پر پہنچے تو ہم شہدائے غذر پر کتاب مرتب کرنے کا حتمی فیصلہ کر چکے تھے۔ تاہم بعد ازاں وسائل کی قلت کی وجہ سے ہمیں اپنے اس ارادے کو صرف شہدائے یاسین تک محدود کرنا پڑا۔

یاسین، گلگت بلتستان کے ضلع غذر کی تحصیل ہے۔آبادی کے لحاظ سے یہ چھوٹا علاقہ ہے لیکن یہاں پر جانثاروں کی تعداد پورے گلگت بلتستان میں اب تک سب سے زیادہ ہے۔وطن پر قربان ہونے کا جذبہ گویا یاسین کے ہر جوان کو ورثے میں ملا ہے۔تبھی تو یہاں کے جانثاروں نے پاک فوج کی تاریخ میں خاص مقام حاصل کیا ہے۔اسی پس منظر میں ہم نے اپنی اس کاوش کو" سرزمین شہداء" کا عنوان دیا ہے۔اس میں تقسیم ہندوستان سے لے کر آج تک خاص خاص آپریشنز، جنگوں کا مختصراً تذکرہ اور تحصیل یاسین سے تعلق رکھنے والے شہداء کا ذکر کیا گیا ہے۔کتاب مرتب کرنے کے دوران شہداء کی فہرست اور پھران کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنا ایک دشوار اور کٹھن مرحلہ تھا جسے ہم نے چیلنج کے طور پر قبول کیا۔اس حوالے سے ابتدائی طور پر ایک سوال نامہ مرتب کیا گیا جس کا مقصد شہید کے بچپن سے لے کر شہادت تک، زندگی کے ہر پہلو کے متعلق معلومات اکٹھا کرنا تھا۔چنانچہ اس ضرورت کے لئے ہر گاؤں سے ایک نمائندہ چنا گیا اور اس کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ وہ اپنے گاؤں کے شہداء کی فہرست تیار کرلے اور ہمارے پہنچنے پر ان کے گھروں تک ہماری رہنمائی کرے۔ہم نے ان نمائندوں کے ذریعے شہداء کے اہل خانہ سے ملاقات کی اور ان کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔اس کے علاوہ شہداء کی یونٹوں سے بھی معلومات کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔سولجر بورڈ اور این ایل آئی سنٹر کے شہداء سیل سے بھی شہداء کے ناموں کی تصدیق کرائی گئی تاکہ قارئین کو درست اور حقائق پر مبنی معلومات فراہم کی جا سکیں۔

کتاب کے ابتدائی حصے میں خطہ یاسین کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ مہاراجہ کشمیر کے خلاف یاسین کے لوگوں کی جنگی مہمات اور جنگِ آزادی گلگت بلتستان میں یاسین کے لوگوں کی قربانیوں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔بدقسمتی سے واقعہ قلعہ مُدوری اور مہاراجہ کشمیر کے خلاف مختلف جنگوں میں جانوں کا نذرانہ دینے والوں کی اکثریت کے نام ہمیں کسی بھی ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکے کیونکہ ماضی میں تاریخ نویسی صرف اہم واقعات اور اہم کرداروں کے گرد ہی محدود ہوا کرتی تھی۔تاہم جنگِ آزادی گلگت بلتستان کے دوران شہید ہونے والوں کے نام ہمیں آسانی سے میسر آگئے۔البتہ ان کی ذاتی زندگی کے حوالے سے اتنی معلومات نہ مل سکیں کہ

تمام شہداء کا الگ سے پروفائل بنایا جا سکے۔ ہم نے خلوص نیت سے اپنے تئیں کوشش کی ہے اور شہداء کے بارے میں حتی المقدور حقائق کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے تاہم کسی شہید کا تذکرہ رہ گیا ہو، یا کسی جگہ سہواً غلطی ہو تو ہم اس کے لیے پیشگی معذرت خواہ ہیں۔ اس سلسلے میں ہم آپ کے مفید مشوروں کے منتظر رہیں گے تا کہ اگلے ایڈیشن میں کسی بھی کمی بیشی کو دُور کیا جا سکے۔ ہم اپنی اس کاوش کا دائرہ ضلع غذر تک پھیلانا چاہتے ہیں اور اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے پرعزم ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم گلگت بلتستان کے اہل دانش اور محققین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بھی دوسرے علاقوں کے شہداء کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنے اپنے حصے کا چراغ روشن کریں تا کہ جرأتوں کا یہ مینارِ نور پوری قوم کے دلوں کو جگمگاتا رہے۔

اس کتاب کی تحقیق و تالیف کے دوران بہت سے احباب نے ہماری رہنمائی اور معاونت فراہم کی۔ سب سے پہلے ہم اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے مشکور ہیں کہ اگر ان کا اعتماد نہ ہوتا تو شاید ہمارے لئے یہ قدم اٹھانا ممکن نہ ہوتا۔ ہم علاقے کے افسران، منتظمین اور معززین کے بھی بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ابتدائی طور پر ہماری اس تجویز کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ بھرپور تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی۔ ان میں محترم میجر (ر) ڈاکٹر فیض امان، ڈی آئی جی سپیشل برانچ گلگت بلتستان محترم مرزا حسن، سابقہ جی ایم آغا خان ایجوکیشن سروس گلگت محترم داد وصاحب، ڈپٹی سیکریٹری فنانس محترم محمد اعظم خان، ریلیشن شپ منیجر فیصل بینک محترم سلطان غازی، صوبیدار (ر) محترم مطائب شاہ اور سینئر سپریم اپلیٹ کورٹ ظفر جان شامل ہیں۔

ہم یہاں پر یاسین سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (YSO) کے ممبران بالخصوص تنظیم کے سابقہ صدور جناب عابد علی، رضا بیگ اور عنایت علی باغی کے مشکور ہیں۔ اس کے علاوہ محترم ماسٹر بلبل مراد المعروف بلبل یاسین، سماجی شخصیات، محترم رحمت بیگ، محترم خورشید عالم، سیکریٹری اطلاعات ایکس سولجرز ویلفیئر آرگنائزیشن محترم حوالدار (ر) شکور خان، محترم عدنان علی، محترم قادر شاہ، محترم زبیر یاسینی اور محترم قاسم علی، برادرم جناب فاروق علی، ندیم اقبال، عارف علی اور دیدار ولی شیر کھن کے بھی شکر گزار ہیں۔ شہداء سے متعلق معلومات کی فراہمی کے ضمن میں میجر طاہر (ہیڈکوارٹرز ایف سی این اے) نے

اہم معلومات فراہم پہنچائیں۔ جناب شیر باز علی برچہ نے پروف خوانی جبکہ جناب سید تنویر حسین نے کمپوزنگ اور ترتیب و تکمیل میں جس ذوق وشوق سے ہمارے شانہ بشانہ کام کیا، اس پر ہم ان کے دلی طور پر مشکور ہیں۔ اس ضمن میں میجر فصیح بخاری (ریٹائرڈ) نے مسودے کی اصلاح اور کتاب کو بہتر طریقے سے پیش کرنے میں خصوصی تعاون اور مدد فراہم کی۔

ہم خاص طور پر انٹر سروسز پبلک ریلیشنز کے شکر گزار ہیں۔ اس کتاب کو مرتب کرنے میں نہ صرف ہماری حوصلہ افزائی کی گئی بلکہ اس کی تکمیل اور اشاعت میں بھی بھرپور تعاون فراہم کیا گیا۔ ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور نے کتاب کے لئے اپنا خصوصی پیغام جاری کیا جو شہدائے یاسین کو خراج تحسین کے ساتھ ساتھ ہماری حوصلہ افزائی کا باعث بھی ہے۔ بلاشبہ آج ہمارے خواب کو جو تعبیر ملی ہے یہ آئی ایس پی آر کے تعاون بغیر ممکن نہ ہوتی۔

ہمیں اُمید ہے کہ ہماری یہ کاوش وطن عزیز کے نوجوانوں بالخصوص گلگت بلتستان کے عوام کے لئے ایک یادگار تحفہ ہوگی۔ اپنے جانبازوں کے کارناموں کے بارے میں پڑھ کر یقیناً آپ انہیں سلام عقیدت پیش کریں گے کہ انہوں نے اپنا حال آنے والی نسلوں اور مملکتِ خداداد پاکستان کے استحکام کے لئے قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ملک وقوم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔۔۔ آمین

مصنفین

عبدالمراد، بہرام خان شاد

28 جنوری 2017ء

بابِ اوّل

وجہ تسمیہ یاسین

لغت ''اظہر اللغات'' میں لفظ یاسین کے معنی اے سید، سردار یا سید البشر کے ہیں۔ قرآن شریف میں سورۂ یاسین کو قرآن کا دل کہا گیا ہے۔ اکثر تاریخ دانوں نے بھی اپنی کتابوں میں لفظ یاسین ہی لکھا ہے۔ جبکہ بروشسکی اور کھوار زبانوں میں لفظ یاسین کے بجائے یسن پکارا جاتا ہے، جس کے کئی معنی لئے جاتے ہیں۔ خطہ یاسین کیلئے یہ لفظ ''یاسین'' کس طرح رواج پایا اس کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں، مثلاً کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یاسین بروشسکی کے ایک لفظ ''یخسن'' سے ماخوذ ہے جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ تاریخ میں یاسین کے لوگوں نے کبھی بھی کسی ایک حکمران کو لمبے عرصے تک اپنے اوپر حکمرانی نہیں کرنے دی۔ اس لئے جب لوگوں نے متفقہ طور پر ایک آواز بن کر حکمران سے یہ تقاضا کیا کہ ''یخسن تنگ'' یعنی اے حکمران اب بس کرو۔ اس طرح بار بار یخسن کی تکرار سے لفظ یسن وجود میں آیا۔ دوسری رائے یہ پائی جاتی ہے کہ یاسین اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے جنت نظیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے ہر اجنبی پہلی بار جب اس کے قدرتی حسن کو دیکھتا تو اس کی حیرانگی کے عالم کو دیکھ کر میزبان اُسے کہتا ''یسن'' یعنی اب بتاؤ کہ کیسی جگہ ہے اور اس تکرار سے ہی علاقے کا نام یاسین پڑ گیا۔

سید آغا یحییٰ نے اپنی کتاب ''بروشو قبائل'' میں یاسین کی وجہ تسمیہ کچھ یوں بیان کی ہے کہ زرتشت مذہب ایران سے شروع ہو کر بعد میں ہندوکش اور وسطِ ایشیاء تک پھیل گیا تھا۔ اس مذہب کے ماننے والے آگ کو مقدس تصور کر کے اس کی پوجا کرتے تھے۔ لہٰذا زرتشت مذہب کے اثرات اب بھی علاقہ یاسین جو کہ سلسلہ ہندوکش میں واقع ہے، میں پائے جاتے ہیں۔ اس

مذہب کی ایک کتاب میں لفظ ''یاسینا'' ہے جس کے معنی مقدس کے ہیں۔اس طرح تاریخی اتار چڑھاؤ کے بعد لفظ یاسینا، ''یسن'' بن گیا اور پھر یاسین میں تبدیل ہوا۔یہ بات حقیقت کے قریب نظر آتی ہے کیونکہ یاسین میں کچھ روایات اب بھی پائی جاتی ہیں جو اس قدیم تہذیب کی عکاسی کرتی ہیں جن میں آگ کو ایک خاص حیثیت دی جاتی ہے مثلاً تخم ریزی کی مہم میں ایک رسم جس کا نام ''حیماز'' ہے، کے دوران علاقہ یاسین خاص میں ایک قدیم گھر ''تخنو خاطان'' میں لوگ جمع ہو کر آتش دان میں آگ بھڑکاتے ہیں اور اسی دوران ایک شخص اس بھڑکائی ہوئی آگ میں جب ایک برتن آٹا ڈال کر پھینکتا ہے اور آگ مزید بھڑک کر گھر کی چھت کو چھونے لگتی ہے تو گھر میں موجود دوسو کے قریب افراد یک زبان ہو کر کچھ اس زور سے ''حیماز'' پکارتے ہیں کہ گھر کی دیواریں ہلنے لگتی ہیں۔اسی طرح مال مویشی جب سردیوں کے بعد پہلی بار چرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہیں تو ایک برتن میں شعلوں کے اوپر تھوڑا سا آٹا ڈال کر مویشی خانے کے دروازے کے اوپر رکھا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بیٹی کی شادی میں رخصتی کے دوران اور بعد میں جب بھی وہ میکے سے سسرال کی طرف رخصت ہوتی ہے تو گھر کے آتش دان کا طواف کرنے کے بعد رخصت ہوتی ہے۔

محل وقوع

علاقہ یاسین، گلگت بلتستان کے ضلع غذر کے انتہائی شمال میں ہے۔یہ خطہ گلگت شہر سے 137 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔اس کی آبادی لگ بھگ 50ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔اس کا کل رقبہ 2258 مربع کلومیٹر ہے۔یہ علاقہ سطح سمندر سے 8100 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔یاسین کے شمال میں اس کی سرحد افغانستان کی واخان پٹی سے ملتی ہے جبکہ اس کے شمال مغرب میں چترال واقع ہے۔مغرب میں پھنڈر کا علاقہ ہے جو براستہ شندور ناپ، چترال کے ساتھ منسلک ہوجاتا ہے۔مشرق میں وادی اشکومن ہے جبکہ اس کے جنوب میں گوپس کا علاقہ واقع ہے۔

تاریخی اعتبار سے افغانستان کی سرحد پر یاسین میں واقع درۂ درکوت انتہائی اہمیت کا حامل ہے جہاں سے راستہ واخان پٹی سے ہوتا ہوا پامیر میں داخل ہوجاتا ہے۔درکوت کے مشرق میں واقع اٹرنالے کے ذریعے اشکومن تک رسائی ہے اور سندی میں واقع نالہ اسمبر سے اشکومن کیلئے گزرگاہ موجود ہے۔اسی طرح تھوئی میں مشی برنالے سے راستہ پر چترال میں پرکھون کی طرف نکلتا ہے۔

انتظامی اعتبار سے یاسین چار حصوں میں تقسیم ہے جس میں پہلا یونین کونسل یاسین خاص ہے جس کے اندر یاسین خاص، سہلی ہرنگ، داملگن، گندائے، نوح، ہشر، ناز براور مرکہ شامل ہیں۔دوسرا یونین کونسل سلطان آباد ہے جس میں قرقلتی، غوجالتی، سندی، سلطان آباد اور طاؤس کے علاقے شامل ہیں۔تیسرا یونین کونسل تھوئی ہے جس میں غنینک سیل تپس، درچ، حرف، کونو، شوٹ، درسکین، تھیلتی اور نلتی کے علاقے آتے ہیں۔چوتھا یونین کونسل سیلگان ہے جس میں برانداس، برکولتی، ہندور، املست، موررونگ اور درکوت شامل ہیں۔یاسین کے محل وقوع کی اہمیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ جب 1979ء میں روس افغانستان پر حملہ آور ہوا تو پاکستان کی حفاظت اور اس ممکنہ خطرے کو روکنے کیلئے یاسین میں ترست کے مقام پر ایک فوجی چھاؤنی تعمیر کی گئی تاکہ درۂ درکوت سے روسی دخل اندازی کو بروقت روکا جاسکے۔

DISTRICT GHIZER

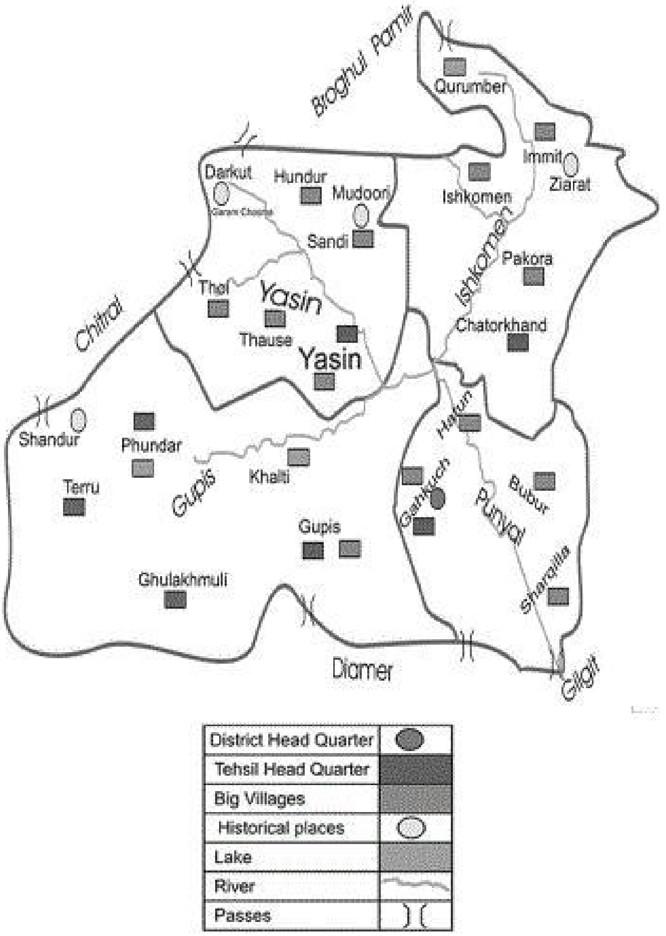

زمینی خدوخال

زمینی خدوخال کے اعتبار سے یاسین ایک میدانی اور ہموار علاقہ ہے جوکہ دریا کے دونوں جانب آباد ہے۔گرمیوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے سرسبز ہموار کھیت نظر آتے ہیں۔یہاں کے مقامی لوگ گندم،مکئی،جو،باجرا اور آلو کے علاوہ مختلف سبزیاں کاشت کرتے ہیں۔وسیع وعریض زمین اور اس کی زرخیزی کی وجہ سے علاقہ یاسین اس خطے میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔انگریزوں نے اپنے دورحکومت میں اس علاقے کو(Bread Basket of Gilgit) کا نام دیا تھا کیونکہ یہاں سے غلہ کی سپلائی گلگت،ہنزہ اور نگر تک ہوتی تھی جو یہاں کے رہنے والوں کا اب بھی اہم ترین ذریعہ معاش ہے۔پھلوں میں خوبانی،ناشپاتی،سیب،اخروٹ اور چیری مشہور ہیں۔قدرتی حسن کے اعتبار سے گاؤں درکوت زیادہ مشہور ہے جہاں سرسبز وشاداب گھاس کے میدانوں کے اردگرد بڑے بڑے پہاڑ ہیں اور زمین پر سجدہ ریز ہوتے ہوئے چمکتے دمکتے گلیشیرز کے دہانے پر بنی خوبصورت جھیلیں قدرتی حسن کا خوبصورت منظر پیش کرتی ہیں۔درہ درکوت کے راستے پر واقع گرم چشمہ ہے جس کے پانی کو جوڑوں کی بیماری کیلئے مفید سمجھا جاتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں مقامی اور غیر مقامی لوگ اس کا رُخ کرتے ہیں اور درکوت میں ہی نالہ بوہریک میں ایک بلند چوٹی ہے جس کو سر کرنے کیلئے غیر ملکی سیاح بھی آتے ہیں۔درکوت کے جنوب میں ایک نشیبی گاؤں ہے جس کا نام مورونگ ہے جہاں مارچ کے ابتدائی دنوں میں پہاڑ کے دونوں اطراف سے ایک زبردست برفانی طوفان رونما ہوتا ہے جو وزنی پتھروں کو ہوا میں اڑا کر دریا کے کنارے پھینک دیتا ہے۔اس کو مقامی زبان میں دوہٹ کا نام دیا جاتا ہے۔

درکوت پاس یاسین، غذر

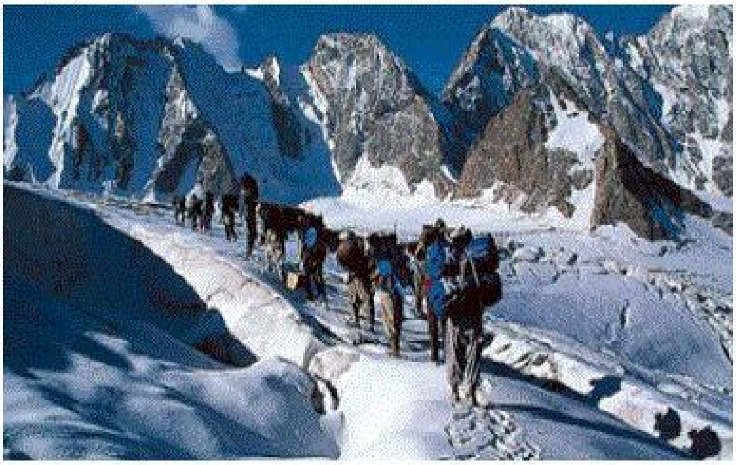

درکوت پاس یاسین، غذر

تاریخی مقامات

آج تک اس علاقے اور بالخصوص یاسین کی تاریخ کے حوالے سے کسی محقق نے کوئی کتاب ترتیب نہیں دی ہے، البتہ چند انگریز مورخین نے اپنے تناظر میں کچھ جنگی واقعات کو مختصراً اپنی اپنی کتابوں میں قلم بند کیا ہے۔ کئی ایک مقامات ایسے ہیں جہاں بڑے بڑے پتھروں پر جانوروں خاص کر مارخوروں کی تصاویر کی کندہ کاری کی گئی ہے۔ یہ پتھر نازبر اور تیلی کش املست کے مقام پر موجود ہیں اور گری دنجو کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا ذکر ڈاکٹر احمد حسن دانی نے بھی اپنی کتاب "ہسٹری آف ناردرن ایریاز" (History of Nothren Areas) میں کیا ہے۔ براندس کے مقام پر بڑے بڑے گول پتھروں کا ایک دائرہ موجود ہے۔ اسی طرح پتھروں کا گول دائرہ ہندور رحیم آباد کے مقام پر بھی موجود ہے جس کو آذخند ورنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہاں دو مخالف لشکروں کے درمیان خونریزی کے بعد جب لاشوں کا ڈھیر لگ گیا تو ان تمام لاشوں کو ایک گہرے گڑھے میں ڈال کر اوپر نشانی کے طور پر گول بڑے پتھروں کا دائرہ بنایا گیا۔

اس کے علاوہ یاسین میں کئی ایک تاریخی قلعوں کے شواہد بھی موجود ہیں جو اپنی اصلی حالت کھو چکے ہیں اور ان کی صرف باقیات ہی موجود ہیں۔ ان میں سے قلعہ ڈورکھن سینکڑوں سال پرانا گھر تخنو خطن ارباب اختیار کی نظر کرم کے طلب گار ہیں کیونکہ اس تاریخی ورثے کو کسی حد تک محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ بقیہ قلعوں میں سے برکلتی آدوہر کے مقام پر قلعہ تھمارائے، برکلتی کھن بش کے مقام پر قلعہ میرولی اور برکلتی میں ہی نالہ گرمش کے دہانے پر قلمق فوج کا قدیم ترین قلعہ منہدم ہو چکے ہیں۔ قلمق فوج کے قلعے کے بارے میں مشہور ہے کہ خوشگاؤ کے سینگ کو آپس میں جوڑ کر پائپ نما شکل میں ڈھالا گیا تاکہ ایک کلومیٹر دور سے زیر زمین اس قلعے تک پانی پہنچایا جائے جو دشمن کی فوج سے مخفی بھی ہو۔

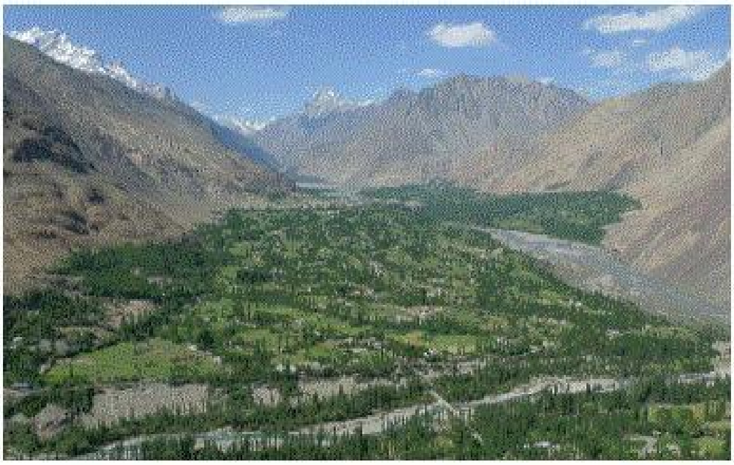

طاؤس یاسین، غذر

درکوت یاسین، غذر

مشہور قلعہ مذوری، گاؤں سندی میں نالہ قرقلتی اور آمبر نالہ کے سنگم پر واقع ایک پہاڑی ٹیلے پر اب بھی شہداء کی ہڈیاں باقیات کے ساتھ موجود ہیں۔ 1863ء میں ڈوگرہ فوج نے اس قلعے میں یاسین کے محصور مرد وخواتین اور معصوم بچوں کا قتل عام کیا تھا۔ اس قلعے کی تعمیر چائنیز طرز پر کی گئی تھی۔ آج بھی تحقیق کرنے والوں کیلئے قلعے کی کچھ بوسیدہ دیواریں چشم براہ ہیں اور ارباب اختیار کی خصوصی توجہ کی منتظر ہیں کہ اس قلعے کو ممکن حد تک بحال کیا جائے تاکہ ہماری نسلیں ہندو ڈوگرہ کی بربریت سے آشنا ہوں اور مستقبل میں کسی ہندوانہ سوچ اور چالبازی کا شکار نہ ہوں۔ علاوہ ازیں اس طرح تاریخی مقامات کی بحالی ضلع غذر میں سیاحت کو فروغ دینے میں بھی معاون ثابت ہوگی۔

''قلعہ ڈور کھن'' یاسین خاص میں کسی حد تک اپنی اصلی حالت میں اب بھی موجود ہے۔ جس میں یاسین کے آخری حکمران رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ طاؤس کھنے کے مقام پر راجہ سلیمان شاہ اور راجہ گوہر آمان مدفون ہیں جنہوں نے اپنی حکمرانی کو چترال سے لیکر گلگت تک وسعت دے رکھی تھی۔

جنگی واقعات

یاسین کی سرزمین تاریخ میں اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے ہمیشہ ہم عصر طاقتوں کے درمیان میدانِ کارزار بنتی رہی ہے اور کئی ایک ہولناک جنگی واقعات یہاں رونما ہوئے ہیں جن کی وجہ سے یاسین کی آبادی کو بارہا اجاڑ دیا گیا۔ اگلے چند صفحات میں ان میں سے کچھ اہم ترین واقعات واحوال کا مختصر اَحاطہ کیا جائے گا۔

تبت اور چائنیز بادشاہوں کے درمیان جنگ

آٹھویں صدی کے وسط (713-755ء) میں چائنیز بادشاہ شوان سونگ اور تبت کے بادشاہ کے درمیان اس سرزمین پر کئی جنگیں لڑی گئیں۔ تبت کے بادشاہ نے کئی مرتبہ درہ درکوت

سے ہوتے ہوئے چائینز ترکستان پر حملے کئے۔ بالآخر 747ء میں چائینز کمانڈر کاؤسین چی، جو کہ کورین نسل سے تھا، کے ہاتھوں یاسین کے گاؤں طاؤس کے مقام پر زبردست خونریزی کے بعد تبت کے بادشاہ کو عبرتناک شکست ہوئی۔ ان واقعات کا ذکر ڈاکٹر احمد حسن دانی نے اپنی کتاب (History of Northern Areas) میں صفحہ نمبر 152-153 میں کیا ہے۔

راجہ گوہر آمان کی سکھوں اور ڈوگرہ فوج کے ساتھ جنگی مہمات

1841ء سے قبل گلگت بلتستان میں چھوٹی چھوٹی شاہی ریاستیں تھیں جن میں بلتستان، گلگت، نگر، ہنزہ اور یاسین کی ریاستیں قابل ذکر ہیں۔ ریاست یاسین کے اندر موجودہ یاسین کے علاوہ پونیال، کوہ غذر اور چترال کا بالائی حصہ بھی شامل تھا۔ موجودہ تحصیل یاسین کا علاقہ ''ریاستِ یاسین'' جسے انگریز اور دیگر تاریخ دانوں نے گریٹر یاسین کا نام بھی دیا ہے، کا شاہی دارالخلافہ تھا۔ ریاستِ یاسین کے حکمرانوں کی ریاستِ چترال کے حکمرانوں کے ساتھ ثقافتی و لسانی مطابقت اور جغرافیائی قرب کی وجہ سے ذہنی ہم آہنگی تھی جبکہ ریاست گلگت کے حکمرانوں کے ساتھ سیاسی بنیادوں پر چپقلش تھی۔ چلاس و تانگیر میں کسی واضح ریاست کا وجود نہیں تھا لیکن اپنی قبائلی روایات کے اعتبار سے یہ علاقے خودمختار حیثیت رکھتے تھے۔ البتہ جنگ و جدل میں یہ لوگ اہلیان یاسین کے اتحادی ہوا کرتے تھے۔ ان حالات میں ریاستِ گلگت ہمیشہ زیر عتاب رہتی تھی کیونکہ ریاست گلگت کو بیک وقت ریاستِ نگر، ریاستِ ہنزہ اور ریاست یاسین کی طرف سے غیر متوقع حملوں کیلئے چوکس رہنا پڑتا تھا۔ چنانچہ سن 1841ء میں افواج یاسین نے جب راجہ گوہر آمان کی قیادت میں گلگت پر حملہ کر کے اس کے حکمران راجہ شاہ سکندر کو شکست دی تو اس وقت گلگت بلتستان کے علاقوں میں سکھوں اور ڈوگروں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ راجہ شاہ سکندر کا بھائی، کریم خان، اس وقت بھاگ کر مہاراجہ کشمیر کے پاس چلا گیا اور اس نے وہاں سے سکھ فوج کی ایک بھاری کمک لیکر گلگت پر قابض راجہ گوہر آمان پر جوابی حملہ کیا اور یوں وہ گلگت کو راجہ گوہر آمان سے چھڑانے میں کامیاب ہو گیا اور گلگت کا راجہ مقرر رہا۔ پروفیسر عثمان علی نے اپنی کتاب ''بغاوت

گلگت میں صفحہ نمبر ''93 '' میں لکھا ہے کہ راجہ کریم خان وہ پہلا شخص ہے جس نے مہاراجہ کشمیر کو گلگت کی راہ دِکھلائی ۔ گلگت میں سکھ اس قدر مضبوط ہوئے کہ وہ غذر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے جب بیارچی کے مقام پر پہنچ گئے تو یاسینی فوج اور سکھوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور اس معرکہ میں سکھ فوج کو یاسینی فوج کے ہاتھوں عبرت ناک شکست ہوئی ۔ یہ واقعہ 1841ء کا ہے ۔

سکھوں کیخلاف جنگ بیارچی

ہماری کتاب کا بنیادی موضوع سرزمین شہداء ہے لہٰذا قیام پاکستان کے بعد کے شہداء تک محدود رہنے کے ساتھ ساتھ علاقہ یاسین کے ان تمام لوگوں کی قربانیوں کے واقعات کا مختصراً ذکر بھی کرینگے جنہوں نے قیام پاکستان سے قبل اپنی جانیں دی تھیں ۔ یہاں تاریخی جنگی واقعات کا مقصد ان شہداء کے ناموں تک رسائی ہے جنہوں نے سکھ اور ڈوگرہ فوج کے ساتھ لڑائی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا لیکن یہ مشکل مرحلہ ہے کیونکہ تاریخ نویسوں نے تاریخ کو فقط واقعات کے مرکزی کرداروں تک محدود کر دیا ہے اس لئے یہ سراغ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان جنگی مہمات میں کل کتنے لوگ شامل تھے؟ کتنے تیرانداز تھے؟ کتنے تلوار باز تھے؟ کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کون کس طرح لڑا؟ اور کون کس طرح شہید ہوا؟ البتہ کچھ باتیں جو تاریخ کی کسی کتاب میں تو نہیں بلکہ سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچی ہیں، ان سے تاریخ کے صفحوں میں کسی حد تک اضافہ کیا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح کا ایک واقعہ جنگ بیارچی بھی ہے ۔ 1844ء میں لڑی گئی اس جنگ میں یاسینی فوج نے راجہ گوہر آمان کی قیادت میں سکھوں کے غرور کو خاک میں ملا دیا ۔ اس جنگ میں یاسین کے دو تلوار بازوں کا کردار کلیدی رہا ہے ۔ جن کا نام ''بوڈول'' اور ''بدتگ'' تھا ۔ یہ دونوں سگے بھائی تھے جن کا تعلق بلبی خاندان سے تھا ۔ جبکہ ایک اور تلوار باز ''میر سعدی'' تھا جس کی دلیری اور جنگی مہارت کی وجہ سے راجہ گوہر آمان نے اس کو ''شیر شدی'' یعنی ''شیر بن گیا'' کا خطاب دیا جس کا تعلق زوندرے خاندان سے تھا ۔ اس جنگ میں سکھ فوج کو شکست ہوئی اور گوہر آمان کی فوج میں سے بھی کئی جانثار شہید ہوئے ۔

گوہر آمان کا دوسری بار ریاست گلگت پر قبضہ

جنگ بیارچی میں گوکہ سکھ فوج کو شکست کا سامنا ہوا مگر بعد ازاں ایک صلح نامہ بھی طے پایا جس کے مطابق گوہر آمان کی حکومت، پونیال (موجودہ ضلع غذر کی ضلع گلگت کے ساتھ حد) تک محدود ہوگئی، اور گلگت اور ریاست یاسین کے درمیان وہی سرحد ٹھہر گئی جہاں ڈوگرہ فوج اور یاسینی فوج کے درمیان دوبدو لڑائی ہوئی تھی۔ یہ سرحد اب بھی ضلع غذر اور ضلع گلگت کے درمیان قائم ہے۔ اس دوران گلگت میں کریم خان برائے نام راجہ تھا کیونکہ سارا انتظام وانصرام سکھ فوج کے پاس تھا۔

اسی دوران پنجاب کی سکھ حکومت کی انگریزوں کے ہاتھوں شکست کے بعد انگریزوں نے ہی ڈوگرہ گلاب سنگھ جو کہ سکھوں کی حکومت میں جموں سے تعلق رکھنے والا ایک وزیر تھا، کو سکھوں کے خلاف خفیہ مدد کے صلے میں جموں وکشمیر اور سکھ حکومت کے زیر قبضہ بالائی علاقے جن میں

دریائے سندھ کے شرقی حصے شامل تھے، 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض بیچ دیئے۔اسی کو تاریخ میں معاہدہ امرتسر کہا جاتا ہے جو کہ زیادہ تر روایات کے مطابق 1846ء میں طے پایا تھا۔دریائے سندھ کے مغربی علاقے گلگت، نگر، ہنزہ، پونیال اور یاسین اس معاہدہ کے اندر شامل نہیں تھے اس کے علاوہ دیامر کا علاقہ بھی اس معاہدے میں شامل نہیں تھا۔ڈاکٹر لیٹنر نے اپنی کتاب (Dardistan in1866-86) صفحہ نمبر 110 پر اس معاہدے کا ذکر اور اس پر تبصرہ کیا ہے۔

راجہ گوہر آمان کے گلگت پر دوسرے حملے کے حوالے سے الحاج حشمت اللہ خان نے اپنی کتاب ''تاریخ جموں'' میں لکھا ہے کہ وہ حالات دریافت نہ ہوسکے جس کی وجہ سے یاسینی فوج نے گلگت پر دوبارہ حملہ کر کے قبضہ کیا۔ڈاکٹر لیٹنر نے بھی اپنی کتاب ''in 1866-86 Dardistan'' میں صفحہ نمبر 72 پر کچھ پس منظر لکھا ہے جس کے مطابق مہاراجہ کشمیر گلاب سنگھ نے دیوان ہری سنگھ کی قیادت میں دس ہزار فوج کو چلاس پر حملے کیلئے بھیجا۔اس لشکر نے چلاس میں بہت تباہی مچائی۔1852ء میں گلگت کے لوگوں نے مہاراجہ کشمیر کے دو افسروں، سنتو سنگھ اور رمدھان کو گلگت میں قتل کیا اور گوہر آمان سے مدد کی درخواست کی۔یہ وہ حالات تھے جنہوں نے گوہر آمان کو ایک بار پھر مہاراجہ کشمیر کے خلاف اکسایا اور وہ گلگت پر حملہ آور ہوا۔

الحاج حشمت اللہ خان اپنی کتاب ''تاریخ جموں'' صفحہ نمبر 697 پر لکھتے ہیں:۔

''وہ حالات دریافت نہیں ہوسکے جن کی بناء پر گوہر آمان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔وہ اچانک فوج لیکر گلگت میں آ گیا اور گلگت اور نپورہ دونوں قلعوں کا محاصرہ کر کے ان کے باہمی تعلقات کو منقطع کر دیا۔بھوپ سنگھ کو اس حملے کی خبر پہنچی تو وہ بارہ سو سپاہی لیکر محصورین گلگت کی مدد کیلئے بونجی سے روانہ ہوا اور چکر کوٹ کے راستہ پہاڑ نیلی دھار کو عبور کر کے اپنی فوج کو نالہ جگلوٹ سئی سے وادی دریا سندھ میں لے آیا اور میدان سفید پڑی سے گزر کر دریائے گلگت کے کنارے اس تنگ جگہ پر پہنچا جہاں ایک طرف ناقابل عبور دریا ہے جبکہ دوسری طرف ناقابل گزر عمودی سنگلاخ پہاڑ ہیں اور اس کے آگے پیچھے دونوں طرف راستہ شکم دریا

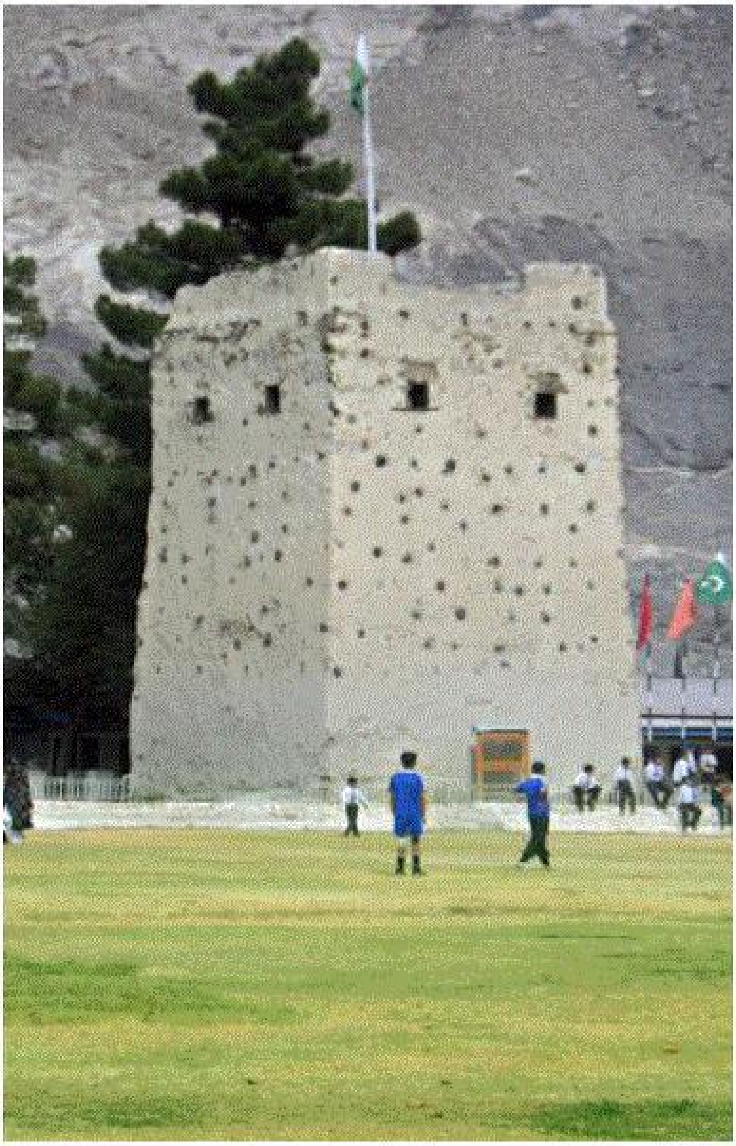

این ایل آئی مارکیٹ گلگت میں موجودہ یہ قلعہ ان یاسینی شہداء کی نشانی ہیں جنہوں نے 1852ء میں مہاراجہ کشمیر کے خلاف لڑتے ہوئے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

سے دو دو، تین تین سو فٹ کی بلندی کے اوپر تنگ دروں کے اندر سے گزرتا ہے۔ اس جگہ پہنچ کر بھوپ سنگھ کو پتہ چلا کہ دشمن نے آگے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ آگے کی طرف راستہ کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر ہر ایک ممکنہ گزرگاہ کو دشمن نے مورچوں سے مستحکم کر لیا تھا اور پیش قدمی ناممکن تھی۔ اس نے مجبور ہو کر پیچھے کے راستہ کی طرف توجہ کی۔ لیکن دردلوگوں کی تدبیر اس سلسلے میں بھی غالب رہی۔ انہوں نے اپنے لشکر کا ایک دستہ پہاڑ کے اوپر تعینات کیا تھا۔ جونہی بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں داخل ہوا۔ ان لوگوں نے اوپر سے اتر کر پیچھے کے راستہ کو بھی روک دیا اور مورچہ تیار کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی ہنزہ کے لوگوں نے اس جگہ کے بالمقابل دریائے گلگت کے دوسرے کنارے پر مورچوں میں اپنے بندوقچی بٹھا دیئے۔ الغرض بھوپ سنگھ کو اس کنوئیں میں ہر طرف سے گھیر لیا گیا اور اس کے اندر سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہا۔

بھوپ سنگھ اس جال میں گرفتار ہو جانے سے بالکل لاچار ہو گیا۔ اس کیلئے یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ فوج لیکر لڑائی کرتا ہوا کسی آسان گزرگاہ سے راستہ کاٹ کر نکل جاتا مگر سرحدی لوگ فریب کو جنگ کی کمال ہنرمندی خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کا وہ کرشمہ دکھایا کہ بھوپ سنگھ اس کوشش سے بھی باز رہا۔ بھوپ سنگھ کے پاس خوراک کی کمی تھی۔ دردلوگوں نے اس شرط پر اسے خوراک بہم پہنچانے اور راستہ دینے کا ذمہ لیا کہ وہ بونجی کی طرف واپس ہو جائے۔ اسے بھوپ سنگھ نے قبول کر لیا اور واپس ہو جانے پر راضی ہو گیا۔ خوراک بہم پہنچنے کے انتظار میں اس نے کئی روز اس کنوئیں میں ضائع کئے اور دردلوگ اسے برابر اُمید دلاتے رہے اور اس کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح سے سات روز گزر گئے جبکہ کہ بھوپ سنگھ کی فوج فاقہ کشی سے بالکل کمزور اور لاچار ہو گئی تو دشمن نے ان کے اوپر حملہ کر دیا۔ ہنزہ کے لوگوں نے دریا کے دوسری طرف سے گولی چلانی شروع کی اور گوہر آمان کی فوج نے سنگلاخ کی چوٹی سے پتھروں اور گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ سڑک کے اوپر آگے اور پیچھے کی طرف مورچے تھے ان سے بھی گولی چلنے لگی۔ اس سے بھوپ سنگھ کی فوج بالکل تباہ ہو گئی۔ ہزار، بارہ سو سپاہی عین اسی موقع پر

مارے گئے باقی ڈیڑھ، دوسو کے قریب اسیر ہوئے اور غلامی میں فروخت کئے گئے۔ بھوپ سنگھ بھی اسی جگہ مارا گیا۔ اس واقعے کے بعد سے اس جگہ کا نام بھوپ سنگھ کی پڑی ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس فوج سے صرف دو آدمی دریا میں تیر کر بونجی واپس پہنچے اور اس تباہی کی خبر انہوں نے فوجی دفتر میں پہنچائی۔ غالباً گوہر آمان بذات خود اس جنگ میں موجود نہ تھا بلکہ دردلوگوں کے لشکر کی سرکردگی اس جنگ میں اس کے بھائی آ کبر آمان اور اس کے لڑکوں نے کی تھی۔

1852ء سے 1860ء تک تقریباً آٹھ سال تک گوہر آمان کی گلگت پر حکومت رہی۔ اسی دوران اس نے گلگت میں ایک شاندار قلعہ تعمیر کروایا جو بعد میں 1877ء میں ایک زوردار زلزلے میں منہدم ہوگیا البتہ اس کی درمیان والی لمبی برج اب بھی باقی ہے۔ جو ابھی این ایل آئی مارکیٹ گلگت کے عقب میں الحیات شہید پبلک سکول کے گراؤنڈ میں موجود ہے۔ جس پر پاکستانی پرچم سدا لہراتا ہے۔ یہ ان شہداء کی نشانی ہے جنہوں نے مہاراجہ کشمیر کے خلاف جنگ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

1857ء میں مہاراجہ کشمیر گلاب سنگھ فوت ہوگیا تو اس کے بیٹے رنبیر سنگھ نے گدی نشین ہو کر اپنے والد کی انتقامی کارروائیوں کو جاری رکھنے کا ارادہ کر لیا۔ 1860ء میں راجہ گوہر آمان کی وفات کی خبر مہاراجہ کشمیر رنبیر سنگھ کیلئے گلگت پر دوبارہ فتح مندی کی ایک نوید تھی کیونکہ گوہر آمان جو مہاراجہ کشمیر کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوا تھا اس کی موت نے مہاراجہ کشمیر کیلئے راستہ آسان کر دیا تھا۔ راجہ گوہر آمان کے بعد اس کے بیٹے راجہ ملک آمان نے انتظام و انصرام سنبھالا لیکن وہ موثر ثابت نہ ہوسکا۔ بدقسمتی سے ملک آمان میں اپنے والد راجہ گوہر آمان کے مقابل اس جنگی مہارت اور قیادت کا فقدان تھا جس نے چند سال پہلے مہاراجہ کشمیر کو ناکوں چنے چبوائے تھے۔ راجہ گوہر آمان کی طبعی موت کے فوراً بعد مہاراجہ کشمیر نے عیسٰی بہادر اور عظمت شاہ، جن کا تعلق اُسی کے خاندان سے تھا، کو 11 ہزار ڈوگرہ فوج کے ساتھ گلگت پر حملے کی غرض سے بھیج دیا۔ مہاراجہ کی فوج نے باآسانی گلگت پر دوبارہ قبضہ جمالیا تو راجہ ملک آمان نے ہنزہ اور نگر

کے راجوں سے گلگت میں ڈوگرہ فوج سے نبرد آزما ہونے کیلئے درخواست کی۔انہوں نے اتحاد میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔اس پر راجہ ملک آمان ،داریل وتانگیر کے اپنے اتحادیوں کولیکر گلگت پر حملہ آور ہوگیا۔اس جنگ میں مہتر چترال نے بھی اپنی فوج کوراجہ ملک آمان کے کمک کیلئے بھیجا تھالیکن ایک ماہ کی طویل کوشش کے باوجود راجہ ملک آمان گلگت قلعے کوڈوگرہ فوج سے آزادنہیں کرا سکا۔بالآخراس نے خودکوریاست یاسین تک محدود کرلیا۔

ڈاکٹرلیٹنر نے اپنی کتاب ''Dardistan in 1866-86'' میں اس جنگ کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس میں یاسین کے وزیر بالی حاکم کا کردار قابلِ ذکر رہا تھا۔اتحادیوں کے علاوہ یاسین کی اہم شخصیات میں سے وزیر نوشیر،حیات اللہ اور بادشاہ میاں اس جنگ میں شہید ہوئے۔ڈوگرہ فوج کی قیادت وزیرزورآور،سردارمحمد خان سواتی اورسردارجیانی کررہے تھے۔

راجہ ملک آمان نے یاسین جاتے ہوئے گاہکوچ کے مقام پر پانچ آدمیوں پر مشتمل ایک تھانہ قائم کیااورخودکو یاسین میں محفوظ سمجھا۔اس تھانے کا کام خبر گیری کا تھا کہ اگر ڈوگرہ فوج یاسین کی طرف حرکت کرے توبروقت اطلاع مل جائے اوردفاع کیا جا سکے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ ملک امان جنگی تدابیر میں بہت کمزورتھا۔اس سے پہلے اس نے اپنے چچا راجہ اکبرآمان کوقتل کر کے اپنی طاقت کوخودہی کمزور کرلیا تھا۔کیونکہ راجہ اکبرامان ایک بہترین سپہ سالارتھا جس نے راجہ گوہرآمان کی فوج کی قیادت کرتے ہوئے کئی معرکوں میں مخالف فوج کوشکست سے دوچار کیا تھا۔ڈاکٹرلیٹنر صفحہ نمبر 95 پر لکھتے ہیں:۔

''اس جنگ کے پانچ ماہ بعد کشمیر کے زورآور نے وزیرمختار کو20 آدمیوں کے ساتھ رات کی تاریکی میں گاہکوچ بھیج دیااوروہاں پر پہلے سے موجود پانچ آدمیوں کو یرغمال بناکر گاہکوچ تھانے پر قبضہ کرلیا۔تین دن بعد زورآور،عیسٰی بہادر،غلام حیدر،میرزہ وزیر،بہادرشاہ، سہراب خان،عظمت شاہ اورسیف علی سمیت 9ہزار پیدل فوج اور3 ہزار گھڑسواروں کے ساتھ راتوں رات گاہکوچ پہنچ گئےاوریاسین کی طرف روانہ ہوگئے۔تقریباً صبح 4 بجے کے قریب یہ فوج

یاسین سے 29 کلومیٹر کی مسافت پر پہنچ چکی تھی۔اتفاقاً محمد حسین نامی شخص شکار کی غرض سے اس دن اپنے گھوڑے کے ساتھ باہر نکلا ہوا تھا۔اس نے دیکھا کہ دور سے گرد وغبار کے بادل اڑتے نظر آرہے ہیں۔اسے یقین ہوگیا کہ فوج حملہ آور ہورہی ہے تو وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر یاسین پہنچ گیا اور راجہ ملک آمان کو خبردار کیا کہ تم آرام سے بیٹھے ہو جبکہ دشمن دروازے پر پہنچ گیا ہے اس پر ملک آمان اپنے کنبے کو لیکر چترال کی طرف نکل پڑا''۔

جب یہ فوج یاسین پہنچ گئی تو وہ قیامت خیز منظر پیش آیا کہ شاید پتھر بھی رونے لگے ہوں۔ یاسین کے تمام بوڑھے،خواتین اور بچے قلعہ مڈوری میں پناہ لئے ہوئے تھے جسے ایک مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا جبکہ نوجوان مرد پہاڑوں میں چھپ کر انتظار کررہے تھے کہ جونہی راجہ ملک آمان چترال سے کمک لیکر آئے گا تو طاقتور دشمن پر حملہ کیا جائے گا۔لیکن بدقسمتی سے مہتر چترال نے کمک دینے سے انکار کردیا۔دوسری طرف یاسین کا مضبوط قلعہ مڈوری کا دروازہ اپنوں کی غداری کی وجہ سے کھول دیا گیا۔ڈوگرہ فوج نے قلعے کا حصار توڑا اور قلعے کے اندر گھس کر بوڑھے مرد وخواتین اور معصوم بچوں کا یوں قتل عام کیا کہ قلعے کے اندر سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

ڈاکٹر لیٹنر لکھتے ہیں کہ ''اتنا ظالمانہ کام دیو،جن یا خونخوار جانور بھی نہیں کرسکتے جو مہاراجہ کشمیر کی فوج نے یاسین میں معصوم بچوں کے ساتھ کیا۔انہوں نے چھوٹے بچوں کو ان کی ٹانگوں سے کھینچ کر دو حصوں میں تقسیم کردیا۔یہ قتل عام پانچ دنوں تک جاری رہا اور خون کی ندیاں بہنے لگیں۔یہ واقعہ 1863ء کا ہے۔

اس قتل عام کے بعد ڈوگروں نے عظمت شاہ جس نے ملک آمان کے خلاف ان کا ساتھ دیا تھا اور اس کا اپنا چچا زاد بھائی بھی تھا،کو یاسین کا راجہ بنایا تاہم عوام نے اُسے تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور وہ چھپتا چھپاتا ڈوگرہ فوج کے گلگت پہنچنے سے پہلے ہی گلگت میں آموجود ہوا۔اس کے بعد یاسین کے لوگوں نے میر ولی کو جو کہ ملک آمان کا بھائی تھا،یاسین کا راجہ بنادیا۔اس ہولناک واقعے کے سات سال بعد ایک انگریز سیاح George W Hayward جو کہ رائل

جغرافیکل سوسائٹی لندن کا ممبر تھا اور درہ درکوت سے پامیر جانا چاہتا تھا۔ وہ راجہ میر ولی کے پاس یاسین میں ٹھہرا اور اُسے مہاراجہ کشمیر کی طرف سے جو ظلم یاسین کے لوگوں کے اوپر کیا گیا تھا وہ سب کچھ بتا دیا۔ اس وقت درکوت بارڈر پر برف جمی ہوئی تھی۔ اس لئے George W Hayward کو مشورہ دیا کہ جولائی کے مہینے میں دوبارہ یاسین آئے اور پامیر کی طرف نکلے۔ لہٰذا واپسی پر George W Hayward خاموش نہیں رہا بلکہ اس نے اس وقت کے بڑے برطانوی اخبار "The Pioneer" میں مہاراجہ کشمیر کی طرف سے یاسین میں بے گناہ مرد و خواتین اور بچوں پر کئے گئے ظلم و ستم کو رپورٹ کیا گیا۔ یہ گلگت بلتستان کی تاریخ کا وہ واحد واقعہ ہے جس کی خبر اس اخبار کے ذریعے لندن تک پہنچی۔ اس رپورٹ کا مندرجہ ذیل اقتباس John Keay نے اپنی کتاب "Gilgit Game" میں صفحہ 63-64 پر دیا ہے:۔

" They threw the little ones in the air and cut them in two as they fell. It is said the pregnant women, after being killed, were ripped open and their unborn babies hacked to pieces. Some forty wounded women who were not yet dead were dragged to one spot, and were there burnt by the Dogra Sepoys. With the exception of a few wounded men and women who ultimately recovered every man, woman and chlid within the Fort, and in all ,1200 to 1400 of these unhappy villagers, were massacred by the foulest treachery and cruelty. After plundering the place, Yasin was burnt and all the cattle carried off, together with some 2000 women and men ...Most of the women are still in the "Zenans" of the Dogra have visited Madoori, the scene of leaders and Sepoys. I have visited the Fort and seen the signs of the massacre and words would be inadequate to describe the touching sight to be witnessed on this now solitary and desolate hill side. After the lapse of seven years since the tragedy, I have myself counted 147 still entirely

قلعہ مڈوری، سندی یاسین، غذر

قلعہ مڈوری، سندی یاسین، غذر

skulls; nearly all those of women and children; the ground is literally white with bleached human bones and the remains of not less than 400 human beings are now lying on this hill. The Yasin villagers returned to bury their dead after the Dogras returned; and the skulls and bones now found at the Madoori are presumably only those of villagers whose whole families perished in the massacre .... I have written all this in the hope that the Indian public may be made aware of what our feudatory, the Maharaja of Kashmir, has perpetrated across the Indus. Apart from the infringement of any treaty and putting all political motives aside, I trust that every Englishman and woman in India will join in demanding justice upon the murderers of innocent women and children .... The English public must not think that these innocent women were "Niggers" as they might choose to term them. They were descended from the ancestors of the true Aryans stock and had eyes and tresses of the same hue as those of their own wives and children."

اُردو ترجمہ:۔

"انہوں (ظالم ڈوگرہ فوجیوں) نے چھوٹے بچوں کو ہوا میں اچھال کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حاملہ خواتین کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی کوکھ میں موجود بچوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ ڈوگرہ سپاہیوں نے چالیس خواتین کو، جو بہت بری حالت میں زخمی تھیں، ایک جگہ میں جمع کر کے آگ لگا دی۔ سوائے چند زخمی مرد و خواتین جو، بالآخر زندہ بچ گئے، کے علاوہ ہر مرد، خاتون اور بچہ جو قلعہ کے اندر موجود تھا، تقریباً 1200 سے 1400 بد قسمت دیہاتیوں، کو بدترین دغابازی اور بربریت سے قتل کر دیا گیا۔ مالِ غنیمت کے طور پر تمام مال مویشیوں کے ساتھ تقریباً 2000 مرد و خواتین کو اپنے ساتھ لے گئے اور باقی ماندہ علاقے کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ زیادہ تر خواتین آج بھی ڈوگرہ سرکردگان اور فوج کے سپاہیوں کے زنان خانوں میں موجود

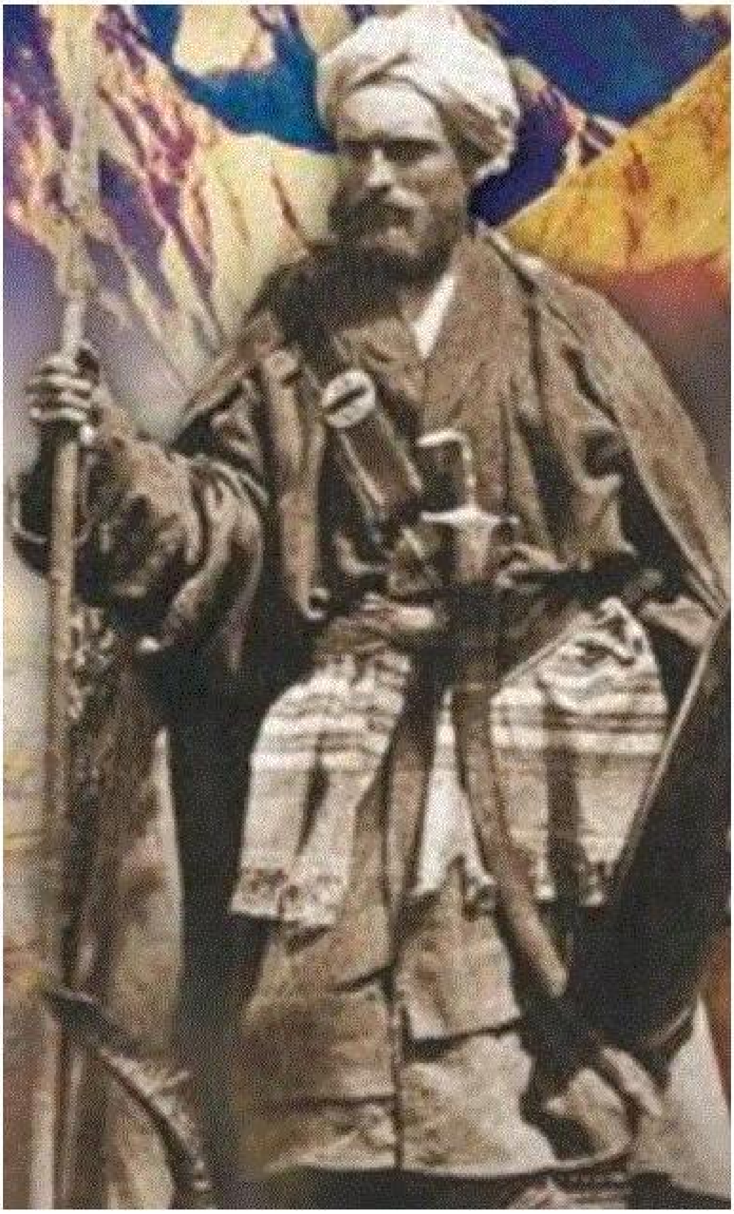

George W Hayward

ہیں۔ میں نے خود مذوری قلعہ کا دورہ کیا ہے اور قتل عام کے اس غم ناک منظر کو بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اب یہ جگہ ایک غارت شدہ اور ویران پہاڑی کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس واقعے کے سات سال بعد بھی میں نے 147 مکمل حالت میں کھوپڑیاں دیکھیں۔ یہ تقریباً تمام تر بچوں اور خواتین کی ہیں۔ اور 400 انسانوں کی ہڈیوں اور باقیات کی موجودگی کی وجہ سے وہاں پر زمین اب بھی مکمل طور پر سفید نظر آتی ہے۔ ڈوگر فوج کے یہاں سے چلے جانے کے بعد یاسین کے دیہاتی اپنے مردوں کو دفنانے واپس آئے اور جو کھوپڑیاں اور ہڈیاں ابھی مذوری میں موجود ہیں اُن ہی کی ہیں، غالباً جن کے کنبے کے تمام افراد اس قتل عام میں مارے گئے۔ میں نے یہ سب کچھ اس امید میں لکھ دیا ہے کہ ہندوستانی عوام کو پتہ چلے کہ کس طرح ہمارے جاگیردار مہاراجہ کشمیر نے دریائے سندھ کے اُس پار ظلم و بربریت کا ارتکاب کیا ہے۔ کسی معاہدے کو توڑے بغیر اور تمام سیاسی مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر مجھے امید اور بھروسہ ہے کہ ہندوستان میں موجود ہر انگریز مرد و خواتین اس حمایت میں اکٹھے ہو جائیں گے کہ ان بے گناہی میں قتل کئے گئے خواتین اور بچوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ انگریز عوام یہ خیال نہ کریں کہ (قتل کی گئی) یہ بے گناہ خواتین، حبشی النسل تھیں، جیسا کہ وہ انہیں نام دینا پسند کریگے، بلکہ دراصل وہ حقیقی آریائی نسل کے (آباؤ اجداد) سے تھیں اور ان کی آنکھیں اور زلفوں کے رنگ بالکل وہی تھے جو ان کی اپنی بیویوں اور بچوں کے ہیں۔''

ڈاکٹر احسن احمد دانی نے اپنی کتاب ''History of Northen Areas'' میں ان شہداء کی تعداد 2000 بتائی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اس علاقے میں تعلیم کی فراوانی نہیں تھی اس لئے اس بڑے واقعے کو تفصیل سے کسی نے نہیں لکھا ہے۔ البتہ ڈاکٹر لیٹز نے کافی حد تک تفصیل سے اس واقعے پر روشنی ڈالی ہے، لیکن بدقسمتی سے اب ان تمام شہداء کے ناموں تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال یاسین میں کاشت کاری نہیں کی گئی کیونکہ زمینداری اور ہل چلانے کیلئے مرد حضرات باقی نہیں بچے تھے۔ جو بچ گئے تھے وہ قیدی بنا لیئے گئے تھے۔ جو

ان شہید ہو گئے، بوڑھے اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے علاوہ اور کیا کر سکتے تھے۔ کچھ خواتین بھی شہید ہو گئیں اور کچھ قیدیوں میں شامل تھیں۔ بچوں کے شہید ہونے سے ماؤں کی گودیں اجڑ گئیں۔ گھر ویران اور گلیاں سنسان پڑ گئیں تھیں۔

بحوالہ محمد جان کی کتاب "سرزمین غذر"، گلگت ایجنسی پولیٹیکل علاقہ جات کے ریکارڈ کے مطابق 1911ء میں یاسین کی کل آبادی 6310 تھی۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت یاسین کی دو تہائی آبادی صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی تھی۔ اس جنگ میں شہید ہونے والوں کی کل تعداد 2 ہزار میں سے صرف اور صرف دو شہداء کے ناموں تک ہی رسائی حاصل ہو سکی ہے۔ جن میں گوہر آمان کے بڑے بھائی راجہ دور آمان اپنے آخری دم تک لڑتے ہوئے شہید ہوئے اس کے علاوہ تھوئی سے بیگل خاندان کے نامور تکوار باز مہری بھی اس جنگ میں شہید ہوئے۔

جنگ آزادی گلگت بلتستان (1947-48ء) اور یاسین کا کردار

خطہ گلگت بلتستان کی تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ سرزمین گلگت بلتستان ہمیشہ سے ہم عصر طاقتوں کا نشانہ بنی ہے۔اس کی ایک وجہ اس خطے کی جغرافیائی اہمیت ہے۔انگریز رائٹر E.F.Night نے اپنی کتاب"Where Three Empires Meet'' میں گلگت بلتستان کی اس جغرافیائی اہمیت کو اپنے تناظر میں بہتر طریقے سے پیش کیا ہے۔

جس طرح یہاں پر دنیا کے بلندترین پہاڑی سلسلے یعنی کوہ ہمالیہ،کوہ قراقرم اور کوہ ہندوکش آپس میں ملتے ہیں،اسی طرح یہ خطہ شمال مشرق میں چین،شمال میں وسطی ایشیا اور روس جبکہ جنوب میں پاکستان کے درمیان ایک مرکز کا کردار ادا کرتا ہے۔دنیا کی مضبوط معیشت چین شاہراہ قراقرم کے ذریعے اس خطے سے ہوکر پوری دنیا کے ساتھ اپنے تجاراتی روابط قائم کرنے میں مصروف ہے۔اسی طرح پاک تاجکستان روٹ کیلئے بھی ضلع غذر کی سرزمین آسان گزرگاہ ثابت ہوسکتی ہے جو وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں کو پاکستان کی بندرگاہوں سے ملاسکتی ہے جو اس خطے کی جغرافیائی اہمیت کا عین ثبوت ہے۔

پچھلے صفحات پر ان تاریخی واقعات کا ذکر مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس سرزمین پر رونما ہوئے ہیں۔ان کو سیاق وسباق میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گلگت بلتستان میں غیر مسلم حکمرانوں کے خلاف آزادی کی تحریک اٹھنا ایک فطری عمل تھا۔دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کی سیاست میں ایک نئی تبدیلی آنے لگی۔سرکار انگلیشیہ کو ایشیاء اور افریقہ میں اپنے نوآبادیاتی نظام کو قائم رکھنا مشکل ہوگیا تھا کیونکہ دوسری جنگ عظیم نے دوسری طاقتوں کی طرح سرکار انگلیشیہ کو بھی معاشی طور پر بہت کمزر کر دیا تھا۔یوں نوآبادتی نظام کے نیچے دبی اقوام نے اپنی آزادی کی تحریکوں کو مزید ہوا دی۔برصغیر کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے قائد اعظمؒ کی قیادت میں وہ کامیاب آزادی کی تحریک چلائی کہ 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر

پاکستان ایک نوازئیدہ مسلم ریاست کے طور پر ابھر آیا۔ یہ برصغیر کے مسلمانوں کے غیر متزلزل عزم و اتحاد اور یگانگت کا نتیجہ تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کی خبر ہندوکش اور قراقرم کے دامن میں بسنے والے انگریزوں اور ڈوگروں کے زیر اثر عوام کیلئے بھی آزادی کی نوید تھی۔ اگرچہ آزادی گلگت بلتستان پر الگ سے کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن اس حصۂ کتاب کا مقصد آزادی گلگت بلتستان میں بالخصوص یاسین کے کردار کو اجاگر کر کے ان شہداء کے ناموں تک رسائی حاصل کرنا ہے جنہوں نے آزادی کی اس جنگ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ 1935ء میں انگریزوں نے گلگت ایجنسی کو مہاراجہ کشمیر سے ایک معاہدے کے تحت لیز پر لیا تھا۔ جب 3 جون 1947ء کو انگریزوں نے تقسیم ہند کا باضابطہ اعلان کیا تو ان کا گلگت بلتستان سمیت پورے برصغیر سے واپس جانا واضح تھا۔ اس وقت انگریزوں نے اپنی لیز کی مدت جو کہ مزید تقریباً 50 سال تک تھی، ختم کر کے خطے کو ڈوگرہ راج کو واپس کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ 31 جولائی 1947ء کو بریگیڈیئر گھنسارا سنگھ گلگت میں مہاراجہ کشمیر کی طرف سے گورنر کی حیثیت سے آ پہنچا۔ تقسیم ہند کے وقت برصغیر میں کم و بیش 564 شاہی ریاستیں تھیں ان تمام کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کرنے میں آزاد ہیں۔ کئی ایک ریاستوں نے اپنے مستقبل کو دونوں ریاستوں میں سے کسی ایک سے جوڑنے کا فیصلہ کر لیا لیکن جموں و کشمیر میں حالات پیچیدہ تھے کیونکہ جموں و کشمیر میں آبادی کے لحاظ سے مسلمان اکثریت میں تھے لیکن حکمران ہندو تھا۔ ہونا تو یوں چاہئے تھا کہ ریاست کی رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جاتا لیکن بھارت نے بزور بازو مہاراجہ ہری سنگھ سے 26 اور 27 اکتوبر کی درمیانی شب کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ کروا لیا جو سراسر عوام کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کے سواء کچھ نہیں تھا۔ یہ خبر جب گلگت بلتستان سکاؤٹس کے مسلمان اہلکاروں تک پہنچی تو یہ ان کیلئے انتہائی تشویشناک صورتحال تھی۔

ایسے میں یاسین کے لوگ آزادی کی اس تحریک میں کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ انہوں نے

اپنی سابقہ تاریخ میں مہاراجہ کشمیر سے بغاوت میں اپنا سب کچھ قربان کردیا تھا۔شیر باز علی برچہ نے ہمیں انٹرویو دیتے ہوئے 15 مئی 2015ء کو بتایا کہ "انگریزوں نے خفیہ دستاویزات میں یہ بات لکھ دی تھی کہ یاسین کے لوگوں کو کمزور کرنا ہر حال میں ضروری ہے کہ وہاں کے مقامی خوشوقت حکمرانوں کی جگہ غیر مقامی حکمران لایا جائے۔"

یہی وجہ تھی کہ راجہ شاہ عبدالرحمن خان کی وفات کے بعد پونیال سے راجہ میر باز خان اور بعد ازاں نگر سے راجہ محبوب علی خان کو یاسین کا راجہ بنایا تو یاسین میں اس کے خلاف لوگوں نے کھل کر بغاوت کی۔

ڈاکٹر احمد احسن دانی نے اپنی کتاب "History of Northen Areas" میں صفحہ نمبر 340 پر اس بغاوت کا ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ "بریگیڈیئر گھنسارا سنگھ کی گلگت آمد کے فوراً بعد 3 یا 4 اگست 1947ء کو یاسین سے ہی بغاوت شروع ہوئی تھی۔یہ کہا جاتا ہے کہ انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کرنل بیکن نے یاسین کی چند اہم شخصیات کو نظر بند بھی کیا،جنہوں نے راجہ محبوب علی خان (غیر مقامی راجہ) کے خلاف بغاوت کی تھی۔تقریباً 300 کے قریب لوگ یاسین سے گلگت گئے اور مطالبہ کیا کہ نظر بند افراد کو رہا کیا جائے۔اگرچہ اس Agitation کو کچل دیا گیا لیکن اس سے پورا ریجن ایک سیاسی بدنظمی میں مبتلا ہونے لگا۔" گلگت سکاؤٹس کی قیادت نے ایک طے شدہ پلان کے تحت گورنر گھنسارا سنگھ کو گرفتار کرنے کی آخری حکمت عملی تیار کی۔

ڈاکٹر احمد احسن دانی لکھتے ہیں، "صوبیدار میجر بابر خان اپنے ساتھ 14 افراد کو لیکر رات 9 بجے گورنر ہاؤس کا محاصرہ کرنے کیلئے پہنچ گیا۔وہاں پر پہلے سے موجود دربان سے گورنر کے بارے میں دریافت کیا۔صوبیدار صفی اللہ بیگ اور صوبیدار شاہ سلطان بھی ہمراہ تھے۔گورنر ہاؤس کے دروازوں اور کھڑکیوں پر آدمیوں کو تعینات کیا لیکن کچھ کمروں کا جائزہ لینے کے بعد گورنر دریافت نہ ہوسکا۔ایک اہلکار نے گورنر کو دیکھا تو سب اس جگہ کی طرف لپکے جب فائر کیا گیا تو اس کی زد میں آکر ہنزہ سے تعلق رکھنے والا سپاہی امیر حیات موقع پر شہید ہوگیا جبکہ شفا علی جس کا تعلق

نگر سے تھا شدید زخمی ہوگیا۔تقریباً صبح کے قریب گورنر بریگیڈیئر گھنسارا سنگھ نے ہتھیار ڈال دیئے اور خود کو گلگت سکاؤٹس کے حوالے کیا۔"

گورنر گھنسارا سنگھ کو گرفتار کر کے گلگت سکاؤٹس جونیئر لیڈر شپ نے آزادی کا جھنڈا لہرا دیا لیکن ابھی کڑا امتحان باقی تھا۔بونجی اور جگلوٹ میں مہاراجہ کی فوج کمک کی غرض سے تیار بیٹھی تھی۔ابھی گلگت سے نکل کر دریائے سندھ کے پار مہاراجہ کی فوج سے مقابلہ کرنے بلتستان اور استور ریجن کو آزاد کرانا کسی بڑی آزمائش سے کم نہ تھا۔ایسے میں مہاراجہ کی فوج کے چند مسلم آفسروں نے بھی آزادی کی اس جنگ میں گلگت سکاؤٹس کا ساتھ دیا اور ولولہ انگیز قیادت کا بھر پور مظاہرہ کیا جن میں کرنل مرزا حسن خان اور میجر احسان کے نام قابل ذکر ہیں۔گورنر گھنسارا سنگھ کو گلگت میں گرفتار کرنے کے بعد دوسری کامیابی چلاس سکاؤٹس کی طرف سے سامنے آئی۔مہاراجہ کی فوج گلگت میں کمک کی غرض سے بونجی اور جگلوٹ کے مقام پر تعینات تھی۔ان کو ہٹا کر بونجی پر قبضہ کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا کیونکہ دفاعی تناظر میں بونجی کی اہمیت حد درجہ زیادہ تھی۔

ڈاکٹر احمد احسن دانی اپنی کتاب میں صفحہ نمبر 347 پر اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔" کیپٹن میتھیسن کو حکم ملا کہ یک دم پانچ پلٹونوں کے ساتھ چلاس سے گلگت کی طرف مارچ کریں۔وہ خود رائیکوٹ کے مقام پر رکا اور صوبیدار شیر علی کو چار پلاٹون کے ساتھ جس میں 150 اہلکار تھے، جگلوٹ پر قبضہ کی غرض سے بھیجا جبکہ ایک پلاٹون کو صوبیدار جان عالم کی قیادت میں رام گھاٹ پل کی طرف روانہ کیا۔2 نومبر کی رات 10 بجے شیر علی کے جوان اچانک سنت سنگھ کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سب کو نیست و نابود کر دیا،سوائے ایک شخص کے جو تیر کر بونجی کی طرف نکلنے میں کامیاب ہوا جبکہ صوبیدار جان عالم نے رام گھاٹ پل پر قبضہ جما لیا۔اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ تمام اہم راستوں پر قبضہ کر کے بونجی اور گلگت کے درمیان زمینی رابطہ کو منقطع کر دیا جائے تا کہ مہاراجہ کی فوج گلگت کی طرف مارچ نہ کر سکے۔رات کی تاریکی میں یہ حملہ اتنا پر اثر تھا کہ بونجی میں تعینات مہاراجہ کی فوج میں ایک خوف و ہراس پھیل گیا۔اس کے سپاہیوں کے پاس

بھاگنے اور اپنی جانوں کو بچانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا"۔

صوبیدار شیر علی کا تعلق یاسین سے تھا اور وہ جس پلاٹون کی قیادت کر رہے تھے اس میں بھی زیادہ تر جوان وادی یاسین کے تھے۔ آزادی کے متوالوں نے گلگت اور بونجی میں ڈوگرہ فوج کو بے دخل کرنے کے بعد اب بلتستان کو ان کے شکنجے سے آزاد کرانا تھا۔ اس ضمن میں نوازائیدہ مملکتِ خداداد پاکستان کے جنرل ہیڈ کوارٹر سے کرنل پاشا نے 30 نومبر 1947ء کو گلگت میں بحیثیت کمانڈنٹ گلگت سکاؤٹس قدم رکھا اور مقامی جانبازوں کو نئی حکمت عملی کے ساتھ منظم کیا تا کہ آزادی کی اس جنگ کو منطقی انجام تک پہنچایا جاسکے۔ کرنل پاشا نے گلگت پہنچ کر اپنی سپاہ کو تین ونگز میں تقسیم کیا:

A ونگ۔ جس کی قیادت میجر احسان علی کو سونپی گئی۔

B ونگ۔ جس کی قیادت کیپٹن حسن خان کو دی گئی۔

C ونگ۔ کیپٹن شاہ خان کو سونپی گئی۔

ان تمام ونگز کو مزید چار، چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا:

A کمپنی آف ہنزہ، جس میں تین پلاٹون تھے جس کی قیادت صوبیدار صفی اللہ بیگ کر رہے تھے۔

B کمپنی آف نگر، جس میں تین پلاٹون تھے جس کی قیادت صوبیدار سلطان فیروز کر رہے تھے۔

C کمپنی آف ہنزہ، جس میں تین پلاٹون تھے جس کی قیادت صوبیدار جمشید خان جبکہ بعد میں صوبیدار غلام مرتضیٰ کر رہے تھے۔

D کمپنی آف یاسین، جس میں تین پلاٹون تھے جن کی قیادت صوبیدار شیر علی کر رہے تھے۔

C ونگ، جس کی قیادت کیپٹن شاہ خان کر رہے تھے۔ انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ کارگل، دراس اور کھرول پل پر قبضہ جمائے کیونکہ یہاں سے دشمن دوبارہ حملہ آور ہوسکتا ہے۔ اسی وجہ سے کارگل، دراس اور کھرول پل کی دفاعی اہمیت سب سے زیادہ تھی۔

بلتستان کے بلندو بالا پہاڑوں پر برف پگھلتے ہی اپریل 1948ء کو گروپ کیپٹن شاہ خان کی قیادت میں "C" ونگ اپنے مطلوبہ مشن پر روانہ ہوگئی۔ گلتری سے ہی دشمن کو پسپا کرتے

ہوئے بے سروسامانی کے عالم میں مردانِ مجاہد نے وہ کام کیا جو تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ان کے پاس نہ ہتھیار تھے اور نہ ہی پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے مناسب راشن کا بندوبست، بس اگر کچھ ان کے پاس تھا تو وہ جذبہ ایمانی تھا۔ جولائی کے اختتام تک مجاہدین نے دشمن کو بے تحاشا نقصان پہنچاتے ہوئے بالآخر کارگل، دراس اور زوجیلہ ٹاپ پر بھی قبضہ جما لیا لیکن بدقسمتی سے ہتھیاروں کا مناسب بندوبست نہ ہونے اور پیچھے سے کوئی کمک نہ آنے کی وجہ سے فتح زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ دشمن فوج نے جلد ہی جدید ہتھیاروں سے لیس ہو کر دوبارہ حملہ کیا۔ ہندوستانی آرمی نے ستمبر 1948ء کو ٹینکوں اور ہوائی شیلنگ کی مدد سے بھرپور حملہ کیا۔ یکم جنوری 1949ء کو جنگ بندی ہو گئی تو مجاہدین نے 28 ہزار مربع میل کا علاقہ دشمن فوج سے آزاد کرا لیا تھا۔ جنگ آزادی گلگت بلتستان میں یاسین سے تعلق رکھنے والے شہداء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1 شہید حوالدار قربان خان

2 شہید نگہبان شاہ

3 شہید محمد امیر خان

4 شہید آمان شاہ

5 شہید محمد موسیٰ

6 شہید بلبل آمان شاہ

7 شہید سناور خان

9 شہید محمد آمین شاہ

10 شہید دولت خان

11 شہید غیب علی

12 شہید مظفر شاہ

جنگ آزادی گلگت بلتستان (1947-48) کے غازی شہزادہ وفا جان سے انٹرویو

''میں تقریباً 18 سال کا نوجوان تھا۔ ہمیں کہا گیا کہ یکم نومبر کو گلگت میں انقلاب آیا ہے اور مہاراجہ کی حکومت ختم ہوگئی ہے تو میں لفظ انقلاب سے ہی ناواقف تھا۔ اس وقت یاسین میں راجہ محبوب علی خان راجہ تھا۔ انہیں پاک فوج کی طرف سے حکم ملا کہ اپنے علاقے سے نئے نوجوانوں کو گلگت اسکاؤٹس میں بھرتی کرائے۔ اپنی قسمت آزمائی کیلئے میں بھی اس صف میں شامل ہوگیا۔ لہٰذا میرا نام درج کرلیا گیا اُس وقت یاسین میں کم وبیش دو افراد تھے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ ایک فلوک منشی دوسرا یوسف صوبیدار المعروف جنگی صوبیدار۔ جنوری 1948ء کو ہمیں بھرتی کرکے گلگت بلایا گیا اور بونجی کے مقام پر ایک ماہ کی ٹریننگ دی گئی۔ چنانچہ ایک ماہ کے اندر ہم اتنے ماہر ہوگئے کہ آسانی سے بندوق فائر کرسکتے تھے۔ ٹریننگ مکمل ہوتے ہی گلگت سکاؤٹس کو A.B.C ونگز میں تقسیم کیا گیا۔ ہم C ونگ میں تھے۔ C ونگ کو مزید چار کمپنیوں میں تقسیم کیا گیا جس میں ایک کمپنی یاسین کی تھی جو تقریباً 150 اہلکاروں پر مشتمل تھی۔ یاسین کمپنی کی قیادت صوبیدار شیر علی کررہے تھے جبکہ مشن پر جاتے ہوئے فیض آمان اور بولجاجی کو نائب صوبیدار کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ انہوں نے انقلاب گلگت میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ ہم بونجی سے روانہ ہوتے ہوئے استور میں گوری کوٹ کے مقام پر پہنچ گئے جہاں پر مجھ سمیت 7 دیگر جوانوں کو جن کے پاس بونجی سے روانہ ہوتے ہوئے بندوق نہیں تھی، دیدی گئیں۔ مئی 1948ء کے وسط میں ہم نے گلتری سے آگے بونیال کے مقام پر دو دن قیام کیا جہاں ہمیں کہا گیا کہ تیسرے دن صبح سویرے دراس پر حملہ کریں۔ ہم شام ڈھلتے ہی دراس کی طرف روانہ ہوئے اور پوری رات پیدل سفر کرتے ہوئے صبح کی روشنی پھوٹنے سے پہلے ہی دراس کے بالکل عقب میں پہنچ گئے۔ اپنے ہاتھوں سے کھدائی کرکے اپنے لئے مورچے ترتیب دیئے اور دشمن کو تکتے رہے۔ دشمن فوج ہماری موجودگی سے لاعلم اپنی چھاؤنی سے باہر نکل کر چہل قدمی کررہی تھی۔ ہمارے کمانڈر صوبیدار شیر علی

نے ہمیں حکم دیا کہ فائر نہ کھولیں۔ ان کی حکمت عملی یہ تھی کہ بغیر کسی نقصان کے دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے لہٰذا انہوں نے ایک چٹھی لکھ کر ایک مسلمان زمیندار کے ساتھ جو کہ صبح کے وقت بکریوں کے ریوڑ لیکر آیا تھا اس کے ساتھ دشمن فوج کے کمانڈر کے نام بھیجا جو کہ خلاف توقع ثابت ہوئی۔ یہ تقریباً سہ پہر 3 بجے کا وقت تھا کہ دشمن کی طرف سے ہمارے اوپر فائرنگ شروع ہوگئی اس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایک ساتھی محمد موسیٰ شہید ہوا جس کا تعلق یاسین سندی سے تھا اور وہ اس معرکہ کا پہلا شہید تھا۔ رات کو ہم نے ان کے جسدِ خاکی کو ایک غار نما پہاڑی میں بند کر کے سامنے سے دیوار بنا دی۔ تقریباً 21 دن تک ہم یہاں پر ڈٹے رہے۔ راشن کا مناسب انتظام نہیں تھا، سوکھی روٹی پر گزارہ کرتے تھے وہ بھی وقت پر نہ ملتی تھی۔ اکیسویں دن کی شام کو ایک اور کمپنی کمک کے طور پر ہمارے پاس آگئی اور ہمیں کہا گیا کہ یہ پوزیشن ان کے حوالے کر کے خود پیش قدمی کرتے ہوئے چین دراس تک پہنچو، کیونکہ وہاں سے مہاراجہ کی بھاری تعداد میں فوجی کمک کے آنے کا خطرہ تھا۔ ہم حکم کی تعمیل میں راتوں رات 15 میل سفر کرتے ہوئے چین دراس پہنچ گئے۔ وہاں کی مقامی آبادی مسلمان تھی۔ مقامی آبادی سے ایک نوجوان نے ہمیں یہ خبر دی کہ عقب میں دشمن کی فوج پہنچ چکی ہے۔ وہ جگہ نشیبی تھی جہاں پر بڑے بڑے پتھروں کا ڈھیر تھا۔ جہاں دشمن فوج بحفاظت چھپ چکی تھی۔ ہم نے آوازیں بلند کر کے دشمن کو للکارا لیکن کوئی ایک فرد بھی پتھروں کی اوٹ سے برآمد نہیں ہوا۔ حوالدار قربان جس کا تعلق گاؤں طاؤس سے تھا بار بار ضد کرنے لگا کہ وہاں جا کر قریب سے معائنہ کیا جائے لیکن اسے روکا گیا۔ جب اس نے حد سے زیادہ ضد کی تو اس کے ساتھ 4 اور جوانوں کو بھی بھیجا گیا۔ ان سب کا تعلق یاسین سے تھا۔ جونہی وہ قریب پہنچ گئے تو دشمن فوج نے فائرنگ کھول دی۔ پانچ کے پانچ جوان موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ شہید قربان کے علاوہ دیگر چار شہداء کا نام اب یاد نہیں۔ جب ہم نے آگے کی طرف پیش قدمی کی تو دشمن نے بغیر کسی مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیئے۔ تقریباً 200 سے زائد ہندوستانی فوجیوں کو ان کے تمام ہتھیار سمیت پکڑ لیا گیا۔ اس طرح چین دراس پر بھی ہم نے اپنا فتح کا

جھنڈا بلند کیا۔ دراس میں کامیابی کے بعد ہمیں حکم ملا کہ زوجیلہ ٹاپ پر پہنچ کر ہندوستانی فوج کے ایک اور دستے کو روکنا ہے کیونکہ زوجیلہ سے ہر طرف راستے نکلتے ہیں۔ وہاں سے دشمن کے آنے کا خطرہ بھی تھا۔ جب ہم زوجیلہ ٹاپ کے قریب پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ ہندوستانی فوج کا پورا ایک برگیڈ زوجیلہ ٹاپ کے اس طرف موجود تھا۔ اب ہمارے لئے کسی بھی صورت میں مقابلہ کرنا مشکل تھا کیونکہ دشمن فوج ہم سے تعداد میں بھی زیادہ تھی اور ہم سے اونچائی پر مورچہ زن بھی تھی۔ تب تک کارگل فتح کرنے کے بعد کثیر تعداد میں فوج ہماری مدد کرنے کیلئے زوجیلہ پہنچ گئی تھی۔ کافی غور وفکر کے بعد ہمارے کمانڈر نے 8 جوانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ راتوں رات پہاڑ کے سامنے والے حصے سے اوپر چڑھ کر پہاڑ کی آخری بلندی پر پہنچ جائیں تا کہ دشمن کی حرکت کا بخوبی پتہ لگ سکے۔ ان 8 جوانوں میں سے کچھ ہنزہ کے تھے اور کچھ یاسین کے، جن میں حوالدار رنگری کا نام اب بھی مجھے یاد ہے۔ اُس کا تعلق گاؤں سندی سے تھا۔ یہ 8 جوان دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے ہوئے بالآخر دشمن کے سر پر پہنچ گئے۔ اب تماشا دیکھنا باقی تھا کیونکہ یہاں بندوق کی نسبت پتھر ہی زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔ ہمارے ان 8 بہادر جوانوں نے پہاڑی کے اوپر سے دشمن کے مورچوں پر ایسے پتھر برسانے شروع کئے کہ دشمن کو چھپنے کیلئے بھی جگہ نہیں ملی تھی۔ یوں بندوق سے زیادہ پتھر گرا کر دشمن کو نیست و نابود کیا گیا۔ جب ہم ان کے مورچوں کے قریب گئے تو وہاں پر ہر طرف لاشیں ہی لاشیں نظر آ رہی تھی۔ ہم نے دشمن کے راشن اور ہتھیار اپنے قبضے میں لے لئے۔

ہم نومبر 1948ء تک اس مقام پر مورچہ زن تھے۔ تب برفباری بھی شروع ہو گئی تھی۔ مقامی آبادی مسلمان تھی ان کے ذریعے ہم تک خبریں پہنچتی تھیں۔ ایک دن ہمیں یہ خبر ملی کہ دشمن ٹینکوں سے حملہ آور ہونے کیلئے راستہ بنا رہا ہے۔ بلاسٹنگ کی آوازیں ہم خود بھی سُن رہے تھے۔ ہم مورچوں میں مضبوطی سے ثابت قدم تھے۔ اچانک ٹینکوں کی آوازیں ہم تک پہنچیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہندوستانی فوج بھاری تعداد میں ٹینکوں کے ساتھ حملہ آور ہو رہی ہے۔ دیکھتے

ہی دیکھتے وہ علاقے جو کل تک ہمارے قبضے میں تھے آج ہاتھ سے نکلتے نظر آرہے تھے۔ ہمارا ایک ساتھی نگہبان شاہ جس کا تعلق گاؤں تھوئی سے تھا مارٹر گولہ لگنے سے شدید زخمی ہوا۔ اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر کافی سفر طے کیا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے ادھر کہیں چھوڑ دیں اور خود واپسی کا راستہ اختیار کریں۔ کیونکہ سبھی نڈھال تھے اور دشوار گزار راستے سے ایک زخمی کو کاندھے کے سہارے کئی میل کا سفر طے کرنا بہت مشکل تھا۔ لہٰذا انہیں وہی ایک پتھر کے ساتھ ٹیک لگوا کر اردگرد دیوار بنا کر خود پیچھے نکل آئے''۔

یہ تو جنگ آزادی 48-1947 کے ایک کردار کی روداد تھی۔ ہمیں احساس ہے کہ ہم بہت سے ایسے کرداروں کی داستانوں تک نہیں پہنچ سکے جنہوں نے آزادی مادر وطن کیلئے اپنی جانیں تک پیش کر دیں۔

ہو حلقہء یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

افلاک سے ہے ان کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

علامہ اقبال

باب دوئم

جنگِ 1965ء

مسئلہ کشمیر تقسیمِ پاک و ہند کا نامکمل پہلو ہے۔ جس کی بنیادوں میں انگریزوں کی ہندوؤں کے ساتھ ملی بھگت، مہاراجہ ہری سنگھ کی ہوسِ اقتدار اور کشمیریوں کے اُس وقت کے لیڈر شیخ عبداللہ کی عاقبت نااندیشی کا بڑا کردار ہے۔ مسلم اکثریت کی حامل ریاست جموں و کشمیر بشمول گلگت بلتستان، فطری طور پر پاکستان کا حصہ بنتا تھی، لیکن یہاں کے عوام کی خواہشات کے برعکس اس کی تقدیر ہندوستان کے ساتھ جوڑنے کی کوشش سے خطے میں ایک ایسی چنگاری سلگا دی گئی جو علاقے کے امن کو اس وقت تک خاکستر کرتی رہے گی جب تک آزاد کشمیر کا الحاق پاکستان سے نہیں ہو جاتا۔ جنگِ 1955ء کے پس منظر میں کشمیریوں کے ساتھ ظلم و ناانصافی کا ہی پہلو تھا کیونکہ کشمیری اپنے حق کیلئے ظلم کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے۔ کشمیریوں کی اس جدوجہد نے جب شدت اختیار کی تو ہندوستان نے "مملکت خداداد پاکستان" کے مختلف حصوں پر حملہ کر دیا۔ اِس جنگ میں ایک طرف پاکستانی قوم نے اتحاد و جذبہ حب الوطنی کی اعلیٰ روایات کا مظاہرہ کیا تو دوسری طرف افواجِ پاکستان نے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور جرأت و بہادری سے دشمن کی برتری کے مفروضوں کو یکسر غلط ثابت کرتے ہوئے اُس کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اِس جنگ میں وادی یاسین کے جری جوان بھی قربانی کی داستانیں رقم کرنے کے لئے موجود تھے اور دوسرے علاقوں کے اپنے ہموطنوں سے چنداں پیچھے نہ رہے۔ ہماری مختصر تحقیق کاوش اس سلسلے کے چار شہیدوں تک رسائی حاصل کر سکی جن کا ذکر اگلے صفحات میں درج کیا جا رہا ہے۔

سپاہی بختاور بیگ شہید

(املست یاسین، گلگت سکاؤٹس)

قوموں کی تاریخ میں کچھ دن ایسے بھی آتے ہیں جب دھرتی ماں اپنے ہر بیٹے سے قربانی کی متمنی ہوتی ہے۔تب عشق کام کر دکھاتا ہے اور عقل محوِ تماشائے لب بام رہتی ہے۔یہ آزمائش کے دن ہوتے ہیں اور زندہ قومیں ہی ان طوفانوں سے لڑ کر ایسی لازوال داستانیں چھوڑ جاتی ہیں جوان کی نسلوں کیلئے سرمایہ فخر ہوتی ہیں۔

ستمبر کا مہینہ مملکتِ خداداد پاکستان کی تاریخ میں ہر سال عزم ہمت، غیرت، دلیری و شجاعت کا پیغام لیکر آتا ہے۔جب 1965ء میں اسی مہینے میں دشمن افواج رات کی تاریکی میں پاکستان کی سرحدوں پر اپنے مذموم عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوئیں۔تب ہمارے جانثاروں نے دشمن افواج کو ایسے ناکوں چنے چبوائے کہ جس کی ہیبت آج بھی دشمن کے دل میں تروتازہ ہے۔دشمن لاہور میں ناشتہ کرنے کی بڑھکیں مار رہا تھا مگر پاک فوج کے جری جوانوں نے ان کے یہ مضحکہ خیز ارادے خاک میں ملا دیئے۔

ان ہی شیر دل جوانوں اور وفا شعاروں میں ایک نام شہید بختاور بیگ کا بھی ہے جن کا تعلق وادیٔ یاسین کے خوبصورت گاؤں املست سے ہے۔بختاور بیگ 1928ء میں پیدا ہوئے۔آبائی علاقے کی پسماندگی کی وجہ سے بختاور بیگ کو حصول تعلیم کیلئے 5 گھنٹے کی پیدل مسافت پر واقع طاؤس سے جماعت ہفتم تک تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔جنگ آزادی گلگت بلتستان کی تحریک کے دوران شہید گلگت سکاؤٹس میں بھرتی ہوئے اور گلگت بلتستان کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔بعدازاں آپ سکردو، استور اور کشمیر کے مختلف دشوار گزار محاذوں پر عسکری خدمات انجام دیتے ہوئے 1953ء میں سروس مکمل ہونے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ابھی گھر آئے دو سال ہی گزرے تھے کہ اپریل 1965ء کو آپ کو دوبارہ پاک فوج میں واپس بلا لیا گیا کیونکہ اس

وقت سرحدوں پر کشیدگی آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی ۔ جب ستمبر 1965ء میں ہندوستانی فوج پاکستان کی سرحدوں پر اچانک حملہ آور ہوئی تو شہید کی تعیناتی کشمیر کے محاذ پر تھی ۔ ہمیں شہید کے مقام اور واقعہ شہادت کے متعلق کہیں سے معلومات میسر نہ آسکیں بجز اس کے کہ بختاور بیگ شہید نے کشمیر کے محاذ پر دو بدو لڑائی میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی ۔ اس جنگ میں آپ کے ساتھ آپ کا چھوٹا بھائی مسکین بیگ اور چچا زاد بھائی فیض ولی بھی شریک تھے یوں اس خاندان نے دفاع وطن میں اپنا حصہ ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ۔ میجر مرتضیٰ اُس دستے کی قیادت کر رہے تھے جس میں شہید بختاور بیگ نے دادِ شجاعت دی ۔ شہادت کے بعد آپکا جسد خاکی بھی نہ مل سکا ۔

وہ اپنے خاندان کے پہلے شہید تھے جن کی قربانی کو مشعل راہ بناتے ہوئے آپ کے خاندان کے کئی افراد نے بھی بعد میں دفاع وطن کیلئے اپنی جانیں نچھاور کیں ۔ جن میں شہید محمد اعظم بیگ، شہید سایورج بیگ، شہید محمد رحیم (تمغۂ بسالت) اور شہید شیر گلاب قابل ذکر ہیں ۔

شہید کے بارے میں ان کے رفقاء نے بتایا کہ وہ ایک نرم دل اور سادہ لوح انسان تھے ۔ شہید کے لواحقین میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے ۔ ان کے بیٹے افضل بیگ محکمہ پولیس سے انسپکٹر ریٹائرڈ ہونے کے بعد گلگت دنیور میں اپنی فیملی کے ساتھ مستقل سکونت پذیر ہیں ۔

سپاہی حاضر علی المعروف حضر علی شہید

(درسکین تھوئی یاسین قراقرم سکاؤٹس)

حاضر علی 1937ء کو تھوئی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ نے اپنے چچا زاد بھائی سے گاؤں میں ہی دینی تعلیم حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب درسکین میں پرائمری سکول کا قیام عمل میں آیا تو آپ کے والد نے آپ کو اس سکول میں داخل کروا دیا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ 1955ء میں قراقرم سکاؤٹس میں بھرتی ہوئے۔ آپ اپنی نوکری اور فرائض کی انجام دہی کو انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ ایک موقع ایسا بھی آیا ہے کہ راستہ خراب ہونے کی وجہ سے آپ نے تھوئی یاسین سے گلگت تک تقریباً 125 کلومیٹر پیدل سفر کر کے اپنی حاضری یقینی بنائی۔ جنگ 1965ء میں آپ کی یونٹ کافر پہاڑ اولڈنگ ضلع کھرمنگ کے محاذ پر تعینات تھی۔ ایک رات اچانک دشمن کی ایک بڑی تعداد نے آپ کی پوسٹ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ کو پسپا کرنے کیلئے پوسٹ کے جوانوں نے بھرپور دفاعی کارروائی کی۔ اسی دوران دشمن کی فائرنگ کی زد میں آ کر حاضر علی شہید ہو گئے۔

شہید ایک دیندار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اپنی شادی کے کچھ ماہ بعد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ شہید کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ شہید کے خاندان کے نوجوانوں کی بڑی تعداد نے افواج پاکستان میں شمولیت اختیار کی ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیر خان 9 این ایل آئی رجمنٹ سے نائب صوبیدار ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کے خاندان کے کچھ اور شہیدوں میں شفا خان اور حاجی جان کے نام قابل ذکر ہیں۔

سپاہی حاضر جان شہید

(گندائے یاسین، ناردرن سکاؤٹس)

سپاہی حاضر جان کا تعلق یاسین گندائے سے تھا۔شہید 1935ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔آپ جسمانی لحاظ سے مضبوط، پھرتیلے اور ذہین شخص تھے۔ شکار اور تیراکی میں مہارت رکھتے تھے۔1951ء میں قراقرم اسکاؤٹس میں بھرتی ہوئے۔آپ کی تعیناتی کشمیر میں ہوئی۔اسی دوران پاک بھارت جنگ چھڑ گئی۔جنگ کے دوران انہیں ایک کمانڈو ٹیم کے ہمراہ مقبوضہ کشمیر میں ایک انتہائی اہم پل کو تباہ کرنے کا ٹاسک ملا۔چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مشن پر روانہ ہوئے۔دشمن کے علاقے میں اس طرح کی کارروائی انتہائی مشکل اور خطرناک تھی۔مگر اس ٹیم نے انتہائی جانفشانی سے کام کیا اور اپنے ہدف کو حاصل کر لیا۔اس کامیابی کے بعد یہ ٹیم مزید آگے بڑھ رہی تھی کہ دشمن کو خبر ہوگئی اور ٹیم پر شدید فائرنگ شروع ہو گئی۔اس فائرنگ کے نتیجے میں آپ اور آپ کے دیگر ساتھی شہید ہوگئے۔آپ کا جسد خاکی بھی نہیں مل سکا۔

آپ کے ورثاء میں کوئی اولاد نہیں۔آپ کا دیگر خاندان اب بھی یاسین گندئے میں آباد ہے۔

*****

سپاہی ڈھشمن ڈاق شہید

(یاسین خاص، ناردرن سکاؤٹس)

جس قوم کے جوان چھاتی پر گولی کھانا جانتے ہیں اس قوم کو کوئی نہیں ہرا سکتا ہے۔وہ دنیا کی

بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔ پاک فوج کے جوان اس شعبے میں کمال خاص رکھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے کئی معرکوں میں اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کو عبرتناک شکست دی ہے۔ یہ صرف اور صرف ہمارے جوانوں کے جذبہ حب الوطنی اور بہادری کا ثبوت ہے۔ پاک فوج کے ان جری جوانوں میں ایک نام ڈھشمن ڈاق کا بھی آتا ہے۔ وہ 1955ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ جنگ 1965ء کو کیل ڈھکی، کشمیر سیکٹر پر دشمن نے رات کی چاندنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ کر دیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ وہ 15 جوانوں پر مشتمل اس پوسٹ پر آسانی سے قبضہ کر لے گا۔ پوسٹ کے دائیں جانب ایک ندی بہہ رہی تھی جبکہ سامنے چیڑھ کا جنگل تھا۔ دشمن کی بھاری نفری اس جنگل پر حملہ کرنا چاہتی تھی لیکن دشمن کی طرف سے یلغار شروع ہونے سے قبل ہی پاک فوج کے جوانوں نے ان کے ارادوں کو بھانپ لیا اور پوسٹ سے باہر نکل کر جنگل میں گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ سپاہی ڈھشمن ڈاق مشین گن چلانے کے ماہر تھے۔ وہ ان جوانوں کی صف میں شامل تھے جنہوں نے ،کار دشمن کے ارادوں کی تکمیل کو خاک میں ملانے کیلئے دشمن پر جوابی یلغار کر دی تھی۔ اسی عمل کے دوران سپاہی ڈھشمن ڈاق کی چھاتی پر ایک گولی آ لگی اور وہ شہید ہو گئے۔ یہ لڑائی کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔ بالآخر دشمن دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ اس معرکہ میں پاک فوج کا ایک ہی جوان ڈھشمن ڈاق شہید ہوا جبکہ ہندوستان کے 13 فوجی مارے گئے اور ایک کیپٹن سمیت دو جوان گرفتار کر لئے گئے۔ یہ پاک فوج کی ایک انتہائی کامیاب جارحانہ دفاع کی کارروائی تھی۔

شہید ڈھشمن ڈاق یاسین سندی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد چترال دانشکوہ سے آ کر یاسین میں آباد ہوئے تھے اور اس وقت مسجد کے امام بھی رہے تھے۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے چھوڑے جو کہ اس وقت سنٹرل یاسین میں مقیم ہیں۔ بڑے بیٹے صادق نے بھی والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاک فوج میں شمولیت اختیار کی اور 10 این ایل آئی میں کامیابی سے اپنی سروس مکمل کر کے ریٹائرڈ ہوئے۔

باب سوئم

جنگ 1971ء کے شہداء

1971ء کی جنگ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے محاذوں پر لڑی گئی۔ مشرقی پاکستان میں دشمن کی سازشوں اور اپنوں کی بے وفائی کے باوجود ہمارے فوجی جوان پورے حوصلے سے لڑے۔ مغربی پاکستان کے محاذ پر بھی دشمن کا جم کر مقابلہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ کئی مقامات پر آگے بڑھ کر قبضہ بھی کیا گیا۔ 1971ء کی جنگ میں شہید ہونے والے جانبازوں میں وادی یاسین سے تعلق رکھنے والے شہداء بھی شامل تھے، انہوں نے مختلف محاذوں پر وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ اگلے صفحات پر ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

نائب صوبیدار محمد ظفر خان شہید (تمغۂ جرأت)

(طاؤس یاسین، گلگت سکاؤٹس 6 / این ایل آئی)

ے باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

نائب صوبیدار محمد ظفر خان شہید نے تحصیل یاسین کے اس خاندان میں آنکھ کھولی جس نے قیام پاکستان سے قبل تحصیل یاسین کی فلک بوس وادیوں کے غیور و بہادر مکینوں کی قیادت کرتے ہوئے ڈوگرہ سامراج سے ہمیشہ پنجہ آزمائی کی ایک تاریخ رقم کی ہے۔

مملکت خداداد پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس خاندان کے بہت سے افراد پاک سرزمین کے دفاع کیلئے افواج پاکستان میں شامل ہوتے رہے۔

شہید نائب صوبیدار محمد ظفر خان 1938ء میں راجہ محمد وزیر خان کے گھر موسومہ سلیموٹ تحصیل یاسین میں پیدا ہوئے۔ بیٹے کی پیدائش پر شہید کے والد بزرگوار نے علاقے کے رسم و رواج کے تحت بندوقچیوں کیلئے چاند ماری کا اہتمام کیا۔ مقابلے میں جیتنے والے بندوقچی کو انعام و اکرام سے نوازا گیا یوں بندوقوں گھن گرج میں شہید کی زندگی کا آغاز ہوا۔

شہید کے والد بزرگوار راجہ محمد وزیر خان نہایت ہی بااثر اور ذہین شخص تھے۔ وہ اپنے دور میں مختلف اداروں میں فرائض انجام دیتے رہے۔ مثلاً کچھ عرصہ گلگت خاص میں جیلر کے عہدے پر فائز رہے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ RO ہیڈ دیامر رہے۔ پھر اوورسیر، روڈ انسپکٹر اور سکول مدرس کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

شہید محمد ظفر خان کو ابتدائی تعلیم کیلئے تحصیل یاسین کے واحد پرائمری سکول میں داخل کروایا گیا۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ جب جوانی میں قدم رکھا تو والدِ محترم سے فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان کی یہ خواہش اپریل 1955ء میں پوری ہوئی جب وہ گلگت سکاؤٹس میں بحیثیت سپاہی بھرتی ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ بنیادی عسکری تربیت

حاصل کرنے کے بعد گلگت بلتستان کے مختلف مقامات؛ دیامر، ضلع غذر، سکردو اور شمشال میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جب گلگت سکاؤٹس کو ناردرن لائٹ انفنٹری میں بدل دیا گیا تو شہید صوبیدار محمد ظفر خان 5 این ایل آئی بٹالین کا حصہ بن گئے۔ عسکری خدمات کا سلسلہ چلتا رہا۔

شہید محمد ظفر خان جب چھٹی پر گھر آیا کرتے تو ان کا زیادہ تر وقت گھڑسواری میں صرف ہوتا تھا۔ وہ پولو، فٹ بال اور شکار کھیلنے کے انتہائی شوقین تھے۔ شہید ظفر کو جب اپنی یونٹ کے ہمراہ سکردو جانے کا حکم ملا تو 1971ء کی پاک بھارت جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان کو محاذ پر جاتے ہوئے الوداع کہنے کیلئے شہید کے برادر حقیقی راجہ عبدالقیوم، چچا زاد بھائی محمد ظاہر خان اور لیاقت علی گلگت گئے۔ اس وقت کی گلگت سکاؤٹس چھاؤنی میں ان سے ملاقات کی اور چھاؤنی کے گیٹ پر ان کو الوداع کہا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بھائیوں کی آخری ملاقات ہے۔

پاک بھارت جنگ اپنے عروج پر تھی اسی اثنا میں شہید ظفر خان نے سکردو کے اگلے مورچوں پر دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ شہید کی بہادری کے عوض حکومت پاکستان نے انہیں تمغۂ جرأت عطا کیا۔

شہید کے جسد خاکی کو بھارتی افواج نے پاکستان کو دینے سے انکار کیا۔ شہید کے جسم نے بھی کلمہ حق بلند کرتے ہوئے زندگی کو خیر باد کہا۔ یوں آپ کی زندگی بندوقوں کی گرج سے شروع ہوئی اور انتہا بھی بندوقوں کی ہی گرج سے ہوئی۔

شہید کے خاندان کے بہت سے افراد پاک آرمی سے منسلک ہیں۔ جو شہید، غازی یا اب بھی حاضر سروس ہیں۔ جن میں ان کے برادران حقیقی میں سے حوالدار مقصوم عالم اور صلاح الدین عسکری خدمات سرانجام دے کر پنشن پا چکے ہیں۔ ان کے علاوہ چچا زاد بھائیوں میں کرنل ناصر اقبال اور کرنل صلاح الدین پاک آرمی سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ شہید کے چچا زاد بھائی حوالدار محمد ایوب بھی کارگل کے شہید ہیں۔

سپاہی نظر خان شہید

(یاسین خاص، 39 ایف ایف رجمنٹ)

وادی یاسین پاکستان کا وہ علاقہ ہے جو مردم خیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں کے بہادر اور غیرت مند جانثاروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ بارہا پیش کر کے سرزمین پاکستان بالعموم اور سرزمین یاسین بالخصوص کی اپنے خون سے آبیاری کی۔

شہید نظر خان 21 مارچ 1942ء کو یاسین خاص میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نظر خان شکار اور کشتی لڑنے کے نہایت شوقین تھے۔ وہ جسمانی طور پر چاق چوبند جوان تھے۔

سپاہی نظر خان 20 فروری 1962ء کو بحیثیت سپاہی 39 ایف ایف رجمنٹ میں بھرتی ہوئے اور ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بہادری اور دلیری کی روشن مثالیں قائم کیں۔ اس وقت شہید نظر خان سیالکوٹ سیکٹر پر اپنے پلاٹون کمانڈر کے زیر نگرانی دشمن کے خلاف نبرد آزما تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جواں مردی سے دفاع وطن میں دشمن کا مقابلہ کر کے غازیوں کی صف میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

1971ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل شہید نظر خان اپنے گھر پر تھے کہ انہیں بذریعہ لیٹر طلب کیا گیا۔ اپنی یونٹ کمانڈر کا حکم بجالاتے ہوئے نظر خان شہید گھر سے روانہ ہوئے اور یونٹ پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کی یونٹ سندھ حیدرآباد میں تھی بعد ازاں 1971ء کی جنگ چھڑ گئی۔ آپ کی یونٹ کے علاقے میں دشمن کی فوج مسلسل گولہ باری کر رہی تھی۔ آپ چھور (حیدرآباد، سندھ) میں دشمن کیخلاف برسر پیکار تھے۔ جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جرات مندی اور حوصلہ و دلیری سے لڑ کر دشمن کے صفوں میں کھلبلی مچادی جس کے باعث دشمن کو اپنے مورچے چھوڑنے پڑے۔ پھر نئی آنے والی کمک نے دشمن فوج کو بے بس کر دیا۔ دشمن نے جنگی حکمت عملی تبدیل کر کے توپ خانے اور ہوائی جہازوں کے ذریعے پاکستانی پوزیشنوں پر

بمباری شروع کر دی۔ گولوں کی اس بارش میں غازی نظر خان توپ کے ایک گولے کا شکار ہو گئے۔ یوں آپ نے 15 دسمبر 1971ء کو جام شہادت نوش کیا۔

ادھر بمقام موا بھاؤ بارڈر چھور حیدرآباد، سندھ میں نظر خان کی شہادت کے بعد ان کا جسد خاکی دیگر شہداء سمیت خاص کر میجر جنرل جنجوعہ کے ساتھ ایک ہی جگہ دفن کر دیا گیا۔ دوسری طرف جب نظر خان شہید کا جسد خاکی آبائی گاؤں میں نہ لایا جا سکا تو اس کی وجہ سے ان کی اکلوتی بہن، ان کی والدہ اور اہل خاندان کیلئے وہ لمحات قیامت صغریٰ سے کم نہ تھے۔ اس کٹھن صورتحال میں نظر خان شہید کے چچا زاد بھائی فراست خان نے اس وقت کے آرمی چیف جنرل یحییٰ خان، بریگیڈیئر محمد اسلم اور یونٹ کمانڈر شاہ رئیس خان کو الگ الگ خطوط لکھ کر شہید نظر خان کا جسد خاکی واپس یاسین لانے کی ہمدردانہ استدعا کی تو پاکستان آرمی کے ارباب بست وکشاد کی جدو جہد سے کئی مہینوں بعد شہید کا جسد خاکی آبائی علاقے میں لانے کا فیصلہ ہو گیا۔ شہید کا جسد خاکی راولپنڈی سے بذریعہ پی آئی اے گلگت لایا گیا پھر گلگت سے بذریعہ روڈ یاسین پہنچایا گیا اور انہیں برلب پولو گراؤنڈ یاسین خاص قوم میرزا خانے کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شہید نظر خان کے خاندان سے کئی لوگ فوج سے تا حال اپنی عسکری خدمات ملک وملت کے خاطر احسن طریقے سے سر انجام دے کر سبکدوش ہو چکے ہیں اور کئی اب بھی حاضر سروس ہیں۔

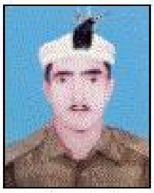

سپاہی آمین قبول شہید

(درکوت قراقرم سکاؤٹس)

سپاہی آمین قبول شہید جنگ 1971ء میں سکردو کے مقام پر گنگنی سیکٹر میں علی دادا می پوسٹ پر تعینات تھے جس کی قیادت میجر تیمور کر رہے تھے۔ دونوں فوجوں کے درمیان گولہ باری ایک معمول بن چکا تھا۔ مورخہ 8 دسمبر 1971ء کو اچانک دشمن کے توپ خانے کا ایک گولہ پوسٹ کے بالکل قریب آ لگا۔ سپاہی آمین قبول اس کی زد میں آ کر شدید زخمی ہو گئے اور انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ مورخہ 10 دسمبر 1971ء کو شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔ ان کے ایک ساتھی غیرت بیگ کے بقول آمین قبول شہید کو اپنے دیگر پانچ شہداء ساتھیوں سمیت اولڈنگ میں فوجی چھاؤنی کے قریب دفن کر دیا گیا۔ شہید آمین قبول کی شہادت کی خبر بروقت ان کے خاندان تک نہیں پہنچی بلکہ 15 جنوری 1972ء کو باقاعدہ سرکاری جانب سے مقامی نمائندگان کو اطلاع ملنے کے بعد ہی اطلاع خاندان تک پہنچی۔ آمین قبول کے علاوہ ان کے دو چھوٹے بھائی ابراہیم اور مومن بیگ پاک آرمی کی 3 این ایل آئی رجمنٹ اور 58 بلوچ رجمنٹ میں خدمات سرانجام دینے کے بعد ریٹائر ہو چکے ہیں۔ جبکہ آپ کے چچا زاد بھائی شیر قبول، 8 این ایل آئی، کارگل جنگ 1999ء میں شہید ہو گئے۔ یوں آپ کے خاندان کی دفاعِ وطن کیلئے بڑی خدمات ہیں۔

موصوف گاؤں درکوت کے پہلے شہید ہیں۔ وہ اپنے والدین کے انتہائی فرمانبردار بیٹے تھے۔ گھر والوں کے ساتھ ہمیشہ خوش مزاجی سے پیش آتے تھے۔ شہید شکار کے شوقین اور ایک اچھے گھڑسوار بھی تھے۔ وہ اکثر اپنے چچا خوش لالی اور بلبل جان کے ساتھ شکار پر جاتے تھے۔

رشید علی، شہید کے بھتیجے کے تاثرات:۔

جب میں نے دادا جان سے شہید چچا جان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بڑے غمگین انداز میں کہا کہ ”میں اندر سے آمین قبول کے صدمے میں ختم ہو چکا ہوں۔ اللہ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میرا بیٹا شہادت کے رتبے سے ہمکنار ہوا۔“

سپاہی شیر طولہ خان شہید

(سندی یاسین، این ایس 3 ونگ)

شہید شیر طولہ خان 1941ء میں یاسین کے سب سے بڑے نشیبی اور تاریخی گاؤں سندی کے مقام پر نور احمد خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں تعلیم کا کوئی خاص بندوبست نہیں تھا۔ اس وقت ڈوگرہ راج گلگت خاص پر قابض تھا۔

شیر طولہ خان جب اپنے ایام جوانی کو پہنچے تب تک مملکت پاکستان بھی معرض وجود میں آچکی تھی۔ شہید نے وطن عزیز کی خدمت کی غرض سے 1963ء میں ناردرن سکاؤٹس کے تھری ونگ میں شمولیت اختیار کی۔ 1971ء میں جب وہ دو ماہ کی چھٹیاں گھر پر گزار کر نومبر کے مہینے میں واپس اپنی یونٹ میں پہنچے تو اس کے اگلے ہی مہینے پاک بھارت جنگ چھڑ گئی۔ اس وقت شہید اپنے ساتھیوں سمیت استور کے محاذ پر دشمن سے نبرد آزما ہوئے اور انتہائی جوانمردی کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ شہید شیر طولہ اور شہید نائیک علیم اللہ کو استور مار بھولا چک کے نزدیک امانتاً دفنا دیا گیا۔ تقریباً 9 ماہ بعد 20 ستمبر 1972ء کو شہید کے جسد خاکی کو آبائی گاؤں سندی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شہید اپنے خاندان والوں اور رشتہ داروں کے ساتھ انتہائی خوش و خرم زندگی گزارتے تھے۔ وہ ایک محنت کش گھرانے کا فرد ہونے کے ناطے گھر کے مختلف کاموں خاص طور پر شجر کاری اور کھیتی باڑی میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔

سپاہی رحیم بیگ شہید

(یاسین تھوئی حرف قراقرم سکاؤٹس)

پاکستان ہمارے آباؤ اجداد کی بڑی قربانیوں کے بعد معرض وجود میں آیا ہے۔ یہ ہمارا تاریخی ورثہ ہے کہ جب بھی وطن عزیز پر مشکل وقت آیا تو پاک فوج کے جوانوں نے دیوانہ وار اپنے لہو سے اس چمن کی آبیاری کی۔ کئی ایسے گمنام قومی ہیروز ہیں جن کی قربانیوں سے ہماری نئی نسل کو آشنا نہیں کیا جا سکا۔ زندہ قوموں کی ایک اہم خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہے اور اپنے لئے مشعل راہ بناتی ہے۔ ان محسنوں میں ایک نام سپاہی رحیم بیگ کا بھی ہے۔

رحیم بیگ کی پیدائش اپریل 1945ء کو یاسین کے ایک دور افتادہ گاؤں تھوئی حرف میں ہوئی۔ ان کی جسمانی تنومندی اور جذبے کو دیکھتے ہوئے ان کے دیگر تین بھائیوں نے انہیں فوج میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا۔ اس طرح شہید نے پاک بھارت جنگ 1965ء کے فوراً بعد قراقرم سکاؤٹس میں شمولیت اختیار کر لی۔ جب 1971ء میں پاک بھارت جنگ چھڑ گئی تو آپ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ سکردو گنگنی پوسٹ پر دشمن کے سامنے سینہ سپر تھے۔ وہ اپنی پوسٹ پر لڑ رہے تھے کہ اچانک دشمن کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی، اسی دوران ایک گولی آپ کی پیشانی پر آ لگی، جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ پوسٹ پر اس حملے کے دوران آپ کے مزید تین ساتھی بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شہادت کی خبر آپ کے چچا حوالدار رمخان، جو کہ خود بھی میدان کارزار میں موجود تھے، تک پہنچی۔ لڑائی کے اختتام پر آپ کے چچا نے آپ کا جسد خاکی اولڈنگ کے مقام پر سپرد خاک کیا۔ حوالدار رمخان پاک بھارت 1971ء سے آٹھ ماہ قبل ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو آپ کو واپس بلایا گیا تھا۔

شہید کے خاندان سے اس وقت پاک فوج سے منسلک افراد میں صوبیدار محمد علی، حوالدار حسن شاہ، نائیک حسن بیگ، سپاہی آفسر علی، نائیک سورم خان، حوالدار اعظم خان اور نائیک ارمان علی شامل ہیں۔

سپاہی شاہ ولی شہید (تمغۂ جرأت)

(غوجلتی بقراقرم سکاؤٹس)

قیام پاکستان سے لیکر اب تک یاسین کے نوجوانوں نے ملک کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیکر اپنے جوہر دکھائے ہیں۔اس لئے تحصیل یاسین کو شہیدوں کی وادی کہا جاتا ہے۔افواج پاکستان کے ان سپوتوں نے جرات و بہادری کی جو لازوال داستانیں رقم کی ہیں وہ علاقے کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہیں۔یاسین کے ہر شہید کی داستان شجاعت ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔یہاں کے جوان پاک فوج میں شامل ہو کر وطن کے دفاع اور عزت و ناموس کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے ہر لمحہ ہر گھڑی تیار رہتے ہیں۔یہی یاسین کا طرۂ امتیاز رہا ہے گویا وہ کہہ رہے ہوں:

؎ جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جنگ دسمبر 1971ء میں تحصیل یاسین کے مایہ ناز سپوتوں نے مختلف محاذوں پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے وطن کے تحفظ کا حق ادا کر دیا۔وہ ہماری نوجوان نسل کیلئے جو پیغام چھوڑ گئے ہیں اقبال کے الفاظ میں اُسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

جنگ دسمبر 1971ء میں تحصیل یاسین کے وہ سپوت جنہوں نے مختلف محاذوں پر لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ان میں سپاہی شاہ ولی (تمغۂ جرأت) کا نام بھی آتا ہے۔جنہوں نے دسمبر 1971ء میں اولڈنگ (موجودہ ضلع کھرمنگ) کے محاذ پر دشمن کے ایک زبردست حملے کو پسپائی کی راہ دکھائی۔اس دوران وہ گرنیڈ کی زد میں آ کر شہید ہوئے۔حکومت پاکستان نے آپ کو تمغۂ جرأت سے نوازا۔آپ کو یاسین سے پہلا فوجی ایوارڈ حاصل کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

شہید شاہ ولی، تمغۂ جرأت کا تعلق یاسین کے مشہور اور معروف خاندان شریفے سے ہے جو کہ زیادہ تر غوجلتی میں زمانہ قدیم سے آباد ہے۔اس خاندان کے 10 اور افراد بھی وطن عزیز کیلئے جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ان میں شہید نائب صوبیدار صفدر علی، ستارہ بسالت، قابل ذکر ہیں جبکہ غازیوں میں صوبیدار بلجاجی کی خدمات آزادی گلگت بلتستان میں قابل ذکر ہیں۔

شہید فطرتاً صابر، دلیر، خاموش مزاج، حب الوطن اور غریب پرور تھے جبکہ ذاتی زندگی کے لحاظ سے شکار اور علاقائی رقص کے ماہر تھے۔شہید کے ورثاء میں ایک بیٹا ہے جو کہ خود بھی پاک آرمی سے ریٹائرڈ ہے۔

*****

صوبیدار آمان شاہ شہید

(تھوئی شوٹ قراقرم سکاؤٹس)

شہید آمان شاہ 15 اپریل 1920ء کو یاسین تھوئی شوٹ میں پیدا ہوئے۔جب ہوش سنبھالا تو اس زمانے میں علاقے میں کوئی سکول تھا اور نہ تعلیم کا خاص رواج تھا۔البتہ راجہ میر باز خان کے ایک بیٹے نے چومر کھنڈ طاؤس میں جماعت پنجم تک تعلیم دینے کیلئے ایک انتظام کر رکھا تھا۔آمان شہید کو بھی اُسی استاد کے زیر نگرانی تعلیم دلوائی گئی۔نوجوانی میں یاسین کے راجہ محبوب خان نے آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کو لیویز میں نوکری دیدی۔سات سال تک آپ نے لیویز میں فرائض انجام دیئے۔

جب 48-1947ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑ گئی اس وقت راجہ محبوب علی خان نے یاسین کے نوجوانوں کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ ''اس وقت پاکستان مشکل حالات سے گزر رہا ہے، پاکستان کیلئے جانی و مالی قربانی دینے کی اشد ضرورت ہے۔آپ میں سے

جو جوان پاکستان کی خدمت کرنے کا عزم رکھتا ہے اپنا ہاتھ اٹھائے اور پاکستان سے وفاداری کا ثبوت دے"۔ سب سے پہلے شہید صوبیدار آمان شاہ نے ہاتھ اٹھایا اور کہا" میں پاکستان کی خدمت اپنے لہو سے کرنے کیلئے تیار ہوں"۔ آپ قوم کے ایک وفادار، دلیر اور پرجوش شخص تھے۔ وہ خود گلگت جا کر قراقرم سکاؤٹس میں بھرتی ہوگئے۔ گلگت میں بھرتی ہونے کے بعد فوجی دستے کے ساتھ بونجی روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں ڈوگرہ فوج بونجی میں موجود تھی۔ شروع میں یہ جنگ بونجی میں لڑی گئی۔ ڈوگرہ فوج یہاں سے پسپا ہوتے ہوئے پہلے استور اور وہاں سے کیل اور پھر سری نگر تک پہنچ گئی۔ لداخ میں زبردست لڑائی کے بعد آخر کار جنگ بندی کا اعلان ہوا تو آپ فوجی دستے کے ساتھ واپس کیل ہیڈ کوارٹر آ گئے۔ اس دوران آپ کی جواں مردی کو دیکھ کر نائیک کے عہدہ پر ترقی دی گئی اور آپ کو سکردو میں تعینات کیا گیا۔ آپ سکردو اولڈنگ میں چار سال تک فوجی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جب 1965ء کی جنگ کا آغاز ہوا تو اولڈنگ سے آزاد کشمیر کیل کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم ملا۔ اس جنگ کے دوران اچھی کارکردگی کی بناء پر آپ کو ترقی دیکر حوالدار کا عہدہ دیا گیا۔ 1967ء میں دوبارہ آپ کو کیل سے سکردو منتقل کر دیا گیا۔ سکردو میں آپ کو نائب صوبیدار کے عہدے پر ترقی دیدی گئی اور یونٹ کی پوسٹنگ اولڈنگ ہوگئی، آپ کو 1971ء میں صوبیدار کے عہدے پر فائز کیا گیا۔

17 دسمبر 1971ء کو گنگنی پوسٹ پر دشمن نے حملہ کیا اور ساتھ ہی کارگل کی جانب سے توپ خانے سے گولہ باری بھی جاری رہی۔ اس دوران ایک گولے کی زد میں آ کر آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

صوبیدار آمان شاہ شہید ایک با اصول شخص تھے۔ آپ کا اپنے خاندان کے ساتھ بہت اچھا رویہ تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بھی انتہائی ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے اور ان کے دکھ درد میں شامل ہوتے تھے۔

لانس نائیک بختاور خان شہید

(برکولتی یاسین قراقرم سکاؤٹس)

سرزمین یاسین کی خاصیت میں جہاں بہادری، ایمانداری، انکساری اور مہمان نوازی پائی جاتی ہے وہاں بہت سارے فنون مثلاً شکار، موسیقی اور پولو کا کھیل بھی اس علاقے کی خصوصیت ہیں۔ ان خداداد صلاحیتوں سے مالا مال ایک نام لانس نائیک بختاور خان کا بھی ہے۔ آپ ایک اچھے شکاری اور موسیقار تھے۔

1962ء میں قراقرم سکاؤٹس میں بھرتی ہونے کے بعد زیادہ تر سکردو میں رہے اور 1965ء کی پاک بھارت جنگ بڑی دلیری سے لڑے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کشمیر کی سرحدوں پر بھی وطن عزیز کی خدمت کرتے رہے۔ دسمبر 1971ء کی جنگ میں آپ سکردو میں تعینات تھے جہاں آپ نے دشمن کے ایک بڑے دستے کے خلاف دورانِ مزاحمت جامِ شہادت نوش کیا۔ شہادت کے بعد آپ کا جسد خاکی نہ مل سکا۔

آپ کے بیٹے، عید ولی میٹرک پاس کرنے کے بعد اپنے والد کی طرح وطن کی خدمت کرنے کیلئے پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ وہ اب 11 این ایل آئی رجمنٹ میں بطور نائب صوبیدار اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

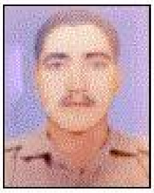

سپاہی شیر قادر خان شہید

(نازبر یاسین، 26 آزاد کشمیر رجمنٹ)

ملکی سرحدوں کی محافظ پاک فوج، مشکل کی ہر گھڑی میں ہمیشہ قوم کا سر فخر سے بلند کرتی ہے۔ جب ہم گرمیوں میں ٹھنڈے کمروں میں آسائشوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں تو ہمارے یہ محافظ تپتے صحراؤں میں وطن کی سلامتی کیلئے ہمہ تن مصروف ہوتے ہیں۔ یخ بستہ جاڑے کے موسم میں جب ہم لحافوں میں گرم کمروں میں نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں اس وقت ہمارے غیور فوجی گلیشیرز اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر وطن عزیز کی حفاظت اور سلامتی کیلئے جان کی بازی لگا رہے ہوتے ہیں۔ وادی یاسین کے شہداء میں ایک شہید سپاہی شیر قادر جو کہ جنگ دسمبر 1971ء میں چھمب جوڑیاں کے مقام پر دشمن کے ساتھ برسرپیکار رہے، 4 دسمبر 1971ء کو شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔

سپاہی شیر قادر 1950ء میں سنٹر یاسین سے 5 کلومیٹر کی مسافت پر واقع وادی نازبر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی پرائمری تعلیم یاسین سے حاصل کرنے کے بعد گلگت چلے گئے۔ آپ ایک ذہین طالب علم تھے اور ہر کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرتے تھے۔ آپ کو فوج میں بھرتی ہونے کا بہت شوق تھا۔ آخر کار 1968ء میں آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ 26 آزاد کشمیر رجمنٹ میں بھرتی ہوگئے۔ فوج میں بھرتی ہونے کے تین سال تک وہ چھٹی گزارنے گھر نہیں آسکے اور اسی دوران میں شہید ہوئے۔ آپ کا جسد خاکی بھی نہیں ملا۔

آپ کے علاوہ آپ کے چچا زاد بھائی نائب صوبیدار حاجی ولی شہید، تمغۂ بسالت 8 (این ایل آئی) کارگل جنگ میں شہید ہوئے۔ ان کا جسدِ خاکی بھی نہیں ملا۔ حاجی ولی شہید کے علاوہ آپ کے خاندان سے اعجاز علی اور شرین بیگ بھی شہید ہوئے ہیں۔ آپ کا چھوٹا بھائی حاجی خان 10 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہے جبکہ ایک بھتیجا اب بھی پاک فوج میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

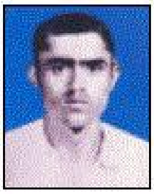

نائیک سورم خان شہید

(تھوئی یاسین قراقرم سکاؤٹس)

شہید نائیک سورم خان تیسری جماعت پاس کرنے کے بعد 25 مئی 1958ء کو قراقرم سکاؤٹس میں بھرتی ہوئے۔

آپ نے جنگ 1965ء میں بھی حصہ لیا اور جنگ بندی کے فوراً بعد آپ کی یونٹ کو آزاد کشمیر بھیجا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی دشمن کے ساتھ ایک لڑائی میں آپ شدید زخمی ہوئے اور آپ کی دونوں ٹانگیں متاثر ہوئیں۔ اس عالم میں رینگتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے ایک گاؤں میں چلے گئے اور وہاں آٹھ مہینے تک ایک مسلمان کے گھر رہے۔ جب آپ صحت یاب ہوئے تو اس مسلمان کشمیری نے آپ کو پاکستان آنے میں مدد کی۔ جنگ 1971ء میں آپ نے زیادہ تر سکردو کے محاذ پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے بالآخر کافر پہاڑ اولڈنگ سیکٹر سکردو میں دشمن کے ساتھ لڑائی میں جام شہادت نوش کیا۔

شہید ایک ہمدرد انسان دوست اور ایماندار انسان تھے۔ وہ دوسروں کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ خاندانی لڑائی جھگڑوں سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھتے تھے۔

*****

سپاہی مچل خان شہید

(یاسین تھوئی، گلگت سکاؤٹس)

مچل خان 1939ء کو یاسین تھوئی میں پیدا ہوئے۔ مچل خان کے والد تھوئی سے ہجرت کر کے طاؤس میں آباد ہوئے۔ طاؤس جو کہ دریائے تھوئی اور دریائے ناسلوغ کے درمیان ایک

خوبصورت گاؤں ہے۔

شہید گل خان 1959ء کو گلگت سکاؤٹس میں بھرتی ہوئے۔ابتدائی ٹریننگ کے بعد آپ نے تین سال مختلف پوسٹوں شمشال، ہنزہ اور گلگت میں خدمات سرانجام دیں۔سکردو کے مقام پر جنگ 1971ء کو دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہوتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

آپ نے معرکہ کس طرح لڑا اور کس طرح شہید ہوئے اس سلسلے میں کوئی چشم دید گواہ نہیں ملا۔البتہ یہ بات عیاں ہے کہ آپ شہید راجہ محمد ظفر خان، تمغۂ جرأت کے ساتھ گئے تھے اور انہی کے ساتھ شہید ہوئے۔آپ کے علاوہ آپ کے خاندان سے آپ کا بھتیجا کیپٹن سلیم، سپاہی ظفر خان اور مبارک خان اب بھی فوج میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں جبکہ عبداللہ اور حوالدار مایون فوج سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

شہید ایک زندہ دل انسان تھے۔آپ شاعری وگلوکاری، روایتی رقص اور دف بجانے کے بڑے شوقین تھے جبکہ عادتاً شریف اور خاموش مزاج تھے۔

*****

سپاہی بلبل خان شہید

(تھوئی غیبگ سل، ناردرن سکاؤٹس)

سپاہی بلبل خان شہید تھوئی غیبگ سل میں پیدا ہوئے۔آج کل آپ کا خاندان طاؤس بالا میں آباد ہے۔1966ء میں ناردرن سکاؤٹس میں بھرتی ہوئے۔1971ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان حالات کشیدہ ہو گئے۔اس وقت آپ کی یونٹ کشمیر میں تعینات تھی۔اس دوران آپ اپنی پوسٹ سے اگلے مورچوں کی طرف پیش قدمی کی منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے آرٹلری کا ایک گولہ آپ کی پوسٹ پر آ گرا جس کے نتیجے میں آپ شہید ہوئے۔

باب چہارم

1999ء معرکہ کارگل کے شہداء

دنیا کی بلندترین چوٹیوں پر برف زاروں میں بیٹھ کر برف ہی کھا کر اور برف ہی پی کر ایسی بے مثال جنگ لڑی گئی کہ ماضی کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہمارے ایک سپاہی کے مقابلے میں بعض پوسٹوں پر دو دو سو کی تعداد میں بھارتی فوج موجود تھی، اور وہ دو ماہ تک ان چٹانوں سے سر ٹکراتے رہے لیکن ایک انچ بھی آگے بڑھ نہ سکے۔ پاک فوج کے جوانوں نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور قرونِ اولیٰ کے مجاہدین کا نمونہ پیش کرتے ہوئے بہت بڑی تعداد میں راہِ حق میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ساٹھ ہزار سے زائد بھارتی فوج کے مقابلے میں ہمارے جوانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ ان کے پاس چند مارٹر اور ہلکی توپوں، مشین گنوں یا راکٹ لانچروں کے سواء کچھ نہ تھا، اس کے باوجود انہوں نے تقریباً تین ماہ کی لڑائی میں یہ ثابت کر دیا کہ صرف اہل ایمان ہی ایسی جنگ لڑ سکتے ہیں۔

اس جنگ میں وادی یاسین سے تعلق رکھنے والے شہداء کے نام اور ان کے کارنامے اگلے صفحات میں پیش خدمت ہیں۔

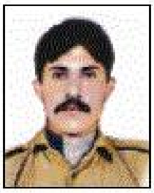

فرزندِ یاسین، شیرِ کارگل فخرِ پاکستان

حوالدار لالک جان شہید (نشانِ حیدر)

(12 این ایل آئی رجمنٹ)

کس کو خبر تھی کہ برفانی طوفان کے دن پیدا ہونے والا یہ بچہ ایک دن دشمن کیلئے قہر ثابت ہو گا۔ وہ مادرِ وطن کی عزت و آبرو کی خاطر اپنے لہو کے آخری قطرے تک لڑتا رہا۔ جسم لہو لہو تھا لیکن دشمن کو ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہ دیا۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر پیش کر دی لیکن عزت و ناموس پر زندگی کا سودا نہ کیا۔ جان دینے آیا تھا، دیدی۔ نثار ہوئے بھی تو ایسے ہوئے کہ زندۂ جاوید ہو گئے۔

ے ''سو پیکاں تھے پیوست گلو' جب چھیڑی شوق کی لے ہم نے
سو تیر ترازو تھے دل میں' جب ہم نے رقصِ آغاز کیا
بے حرص و ہوا' بے خوف و خطر' اس ہاتھ پہ سر' اس کف پہ جگر
یوں کوئے صنم میں وقت سفر نظارۂ بامِ ناز کیا

حوالدار لالک جان شہید (نشانِ حیدر) 15 فروری 1967ء کو موضع مورنگ میں مرحوم نیت جان کے ہاں پیدا ہوئے۔ مورنگ گاؤں ہندور سے ایک گھنٹے کی پیدل مسافت پر واقع ہے، جسے ہندور اور برکلتی کے رہائشی چراگاہ کے طور پہ استعمال کرتے ہیں اور جہاں سردیوں میں اپنے مال مویشوں کے ساتھ چند ماہ کیلئے سکونت اختیار کرتے ہیں۔ جس دن لالک جان پیدا ہوئے اس دن مورنگ میں ایک زبردست برفانی طوفان آیا تھا، جسے مقامی بروشسکی زبان میں ''دوہٹ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا زوردار برفانی طوفان ہوتا ہے جو اپنے ساتھ کئی ٹن وزنی پتھروں کو ہوا میں اچھالتا ہوا دریا کے کنارے پھینک دیتا ہے۔ یہ طوفان ہر سال ماہ فروری اور مارچ میں رونما ہوتا ہے۔ آپ کے نانا نعمت جان جو رسہ کشی کے پہلوان تھے اور درکوت میں رہائش پذیر تھے، نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے نواسے کا نام دوہٹ تجویز کیا اور بتایا کہ میرا نواسہ بڑا ہو کر دوہٹ جیسا کام سرانجام دیگا۔ لیکن شہید کے والد نے اس سے اتفاق نہ

کیااورا پنے بیٹے کا نام لالک جان رکھا۔ لالک بروشسکی زبان کے لفظ "لالی" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "پیارااور چہیتا" لیا جاتا ہے۔ یوں نام "لالی جان" یعنی جان سے بھی پیارا، تھا۔ لیکن لکھنے میں اس کے بجائے "لالک جان" رواج پا گیا۔

شہید لالک جان کا خاندان عرصہ دراز سے یاسین میں آباد ہے۔ آپ کے پر دادا، عبداللہ جان تاجکستان سے آکر برکلتی یاسین میں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے شجرۂ نصب سے کئی خاندان برکولتی اور یاسین میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پیدائش کے ابھی 7 سال ہی گزرے تھے کہ والدہ دارفانی سے کوچ کر گئیں۔ مشکل کی اس گھڑی میں تائی اور تایا کھورور نے انہیں اپنی آغوش محبت میں لے لیا۔ لیکن ماں کی محبت کا کوئی متبادل نہیں۔ لہٰذا طبیعت میں ضدی پن ضرور موجود تھا۔ وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے۔ قدم سنبھلنے لگے تو آغا خان فاؤنڈیشن سکول ہندور میں داخل کروا دیا گیا۔ تیسری جماعت پاس کرنے کے بعد سکول کو خیر باد کہا۔ استادِ محترم درف خان، علی داد اور محترم نیت آمان سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ تعلیم کو جلد ہی خیر باد کہنے کے بعد گھریلو کام کاج میں والدین کا ہاتھ بٹانے لگے۔ شکار کے شوقین تھے اس لئے بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ ساتھ شکار بھی کھیلا کرتے تھے۔ دشوار گزار پہاڑی راستوں پر مارخور کی طرح چڑھ جایا کرتے تھے۔ جب بھی محلے کی بکریاں پہاڑی گھاٹیوں میں پھنس جاتی تھیں تو آپ کو خاص طور پر ان دشوار گزار پہاڑی گاٹیوں سے نکالنے کیلئے بلایا جاتا۔ فوج میں بھرتی ہونے سے قبل ایک حادثے میں آپ بال بال بچ گئے جب گاؤں میں سفیدے کا درخت کاٹتے وقت آپ اس کی زد میں آکر شدید زخمی ہو گئے اور ایک ہفتے تک بے ہوش پڑے رہے۔ ڈاکٹر سلطان نذیر سے علاج معالجہ کرانے کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ عہد شباب کو پہنچ گئے تو پاک فوج میں بھرتی ہونے کا جذبہ ابھر آیا۔ یوں اپنی مرضی سے اکتوبر 1984ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 12 این ایل آئی رجمنٹ میں پوسٹ ہوئے جو ان دنوں ابھی نئی نئی قائم ہوئی تھی۔

1992ء میں آپ کی یونٹ ڈومیل سیکٹر میں تعینات ہوئی اور ایک سال بعد 1993ء میں آپ کو حوالدار کے عہدے پر ترقی مل گئی۔گو کہ آپ نے بچپن میں تعلیم میں زیادہ شوق ظاہر نہیں کیا مگر وہ بنیادی طور پر ذہین انسان تھے۔اسی لئے فوج میں رہتے ہوئے میٹرک تک تعلیم حاصل کر لی۔1995ء میں آپ کا تبادلہ گلگت میں ہوگیا۔اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے سے بھی نوازا مگر اس کی پیدائش کے دوسال بعد ہی فروری 1998ء میں آپ کی اہلیہ گل جہاں انتقال کر گئیں تو معصوم بچے عہد طفلی میں ہی ماں کی شفقت سے محروم ہوگئے۔زندگی میں یہ گھڑی آپ پہ سخت گزری کیونکہ آپ خود بھی بچپن میں ماں کی محبت سے محروم رہے تھے۔اسلئے بچوں کو ماں کی آغوش محبت سے محروم دیکھ کر آپ پریشان رہتے۔والدین کی خدمت اور بچوں کی پرورش کی غرض سے 25 اکتوبر 1998ء میں آپ نے دوسری شادی کی۔اس وقت آپ کشمیر میں تعینات تھے۔

مزاج میں نسبتاً سختی تھی، کسی کی ذاتی زندگی میں بے جا مداخلت پسند نہیں کرتے تھے۔انہیں غریبوں سے بے پناہ محبت اور ہمدردی تھی۔معاشرے سے غربت کا خاتمہ کرنے اور تعلیم کو عام کرنے کیلئے آپ کوئی کردار ادا کرنا چاہتے تھے اسی غرض سے آپ نے اپنے دوستوں کے ہمراہ "المدد ویلفیئر آرگنائزیشن" کا قیام عمل میں لایا۔آپ ہر ماہ اپنی تنخواہ سے پیسے بچا کر اس آرگنائزیشن کیلئے چندہ دیتے تھے۔خاندان میں جب آپس میں کوئی نا اتفاقی ہوتو آپ ان کے درمیان صلح کراتے تھے۔اس طرح آپ معاشرے میں محبت اور بھائی چارے کے ماحول کو پروان چڑھانے کیلئے ہمیشہ سعی کرتے رہے۔

رزم گاہ حق و باطل سجنے سے قبل آخری بار مئی 1999ء میں آپ چھٹیوں پر گھر آئے۔اس وقت آپ کے بڑے بھائی گلسمبر خان بھی گھر پر چھٹیاں گزار رہے تھے۔اس دوران والد صاحب کی طبیعت خراب ہوئی تو علاج کی غرض سے لالک جان اپنے والد کو لیکر گلگت آئے۔آپ گلگت میں ہی تھے کہ معرکہ کارگل کی خبر آگئی۔یہ خبر سنتے ہی آپ کے جسم میں بجلی کوند گئی اور رگوں

میں خون تیز تر ہوگیا۔ بے چین و پریشان رہتے۔ چھٹیوں کے ابھی دس دن باقی تھے لیکن مرد مجاہد کہاں رکنے والا تھا۔ اپنے والد کو دلاسہ دیکر گلگت سے ہی راہ حق پہ روانہ ہوئے۔ یونٹ پہنچتے ہی اپنے بڑے بھائی گلاسمبر خان کے نام خط لکھا جن کی تعیناتی اس وقت سندھ میں تھی۔ خط میں ذکر کیا کہ ''محاذ پر حالات خراب ہیں اور آپ بذریعہ خط گھر والوں کو آگاہ کر دیں کیونکہ میں چھٹیاں چھوڑ آیا ہوں، وہ پریشان ہونگے''۔

دوہٹ کا لقب پانے والے اس مرد جری نے واقعی اپنے نانا کی پیشن گوئی درست ثابت کر دی۔ انسان جب جان ہتھیلی پہ رکھتا ہے تو دنیا پاؤں تلے آجاتی ہے۔ لالک جان جذبہ ایمانی سے میدان کارزار میں ایسے کود پڑے کہ دشمن پر دوہٹ کی طرح قہر ثابت ہوگئے۔ کیپٹن عامر یعقوب نے اپنی کتاب ''حوالدار لالک جان شہید، نشان حیدر میں لالک جان کی بہادری کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے:

''5 جولائی کا سورج دھماکوں، گولیوں کی گھن گرج اور بارود کی ناگوار بو کے درمیان طلوع ہوا۔ قبضہ کی گئی پوسٹ پر یہ جوان ہر حملے کا جواب بھرپور دے رہے تھے۔ یہ جواب دفاعی نوعیت کا تھا، پوسٹ پر مورچہ بند جوان دشمن سے محض 4-3 سو میٹر کے فاصلے پر تھے۔ پتھروں کی اوٹ میں بیٹھے یہ چند مجاہد دشمن کو چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے دیکھ رہے تھے۔ اوٹ کے اوپر سے مسلسل گولیاں گزر رہی تھیں۔ سر معمولی سا بھی اٹھانے کا مطلب ناقابل تلافی نقصان تھا۔ چھ، چھ افراد کے یہ تین دستے حوالدار لالک جان، نائب صوبیدار غلام مہدی اور لیفٹیننٹ وسیم کی زیر قیادت پوسٹ کو تینوں اطراف سے سنبھالے ہوئے تھے۔۔۔5 جولائی سارا دن دشمن اپنی فورس اسی مقام پر جھونکنے میں مصروف رہا مگر ایک نقصان تھا جو مسلسل اس کا مقدر بنا ہوا تھا۔ رات کے وقت آسمان پر شعلے تھے، آگ تھی، اندھے گولے جو پوسٹ کو اکھاڑ دینے کیلئے کافی تھے پھر جہاز آتے اور بمباری کرتے ہوئے گزر جاتے۔ اس تباہی کے بعد دشمن اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا تو موت اس کا استقبال کرنے کو تیار ہوتی۔۔۔5 جولائی کا دن تاریخ کے کلینڈر پر اپنے نشان ثبت

کرنے آن پہنچا۔ انمٹ نشان۔ ہر طرف آگ ہی آگ میں یہ جوان ڈٹے اور ثابت قدم رہے۔ لیفٹیننٹ وسیم لالک جان کے حفاظتی دستے کی طرف بڑھے تاکہ ان کی خیریت دریافت کی جا سکے اور وہاں سے دشمن کی پوزیشن کا اندازہ لگایا جا سکے۔ لالک جان ایک سپاہی کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ ان کی نظریں گڑھوں، سوراخوں سے اپنے شکار کی منتظر تھیں۔ جو بھی پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کرتا، لالک جان کی بندوق اسے ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیتی۔ اچانک دشمن کو ان کی پوزیشن کا اندازہ ہو گیا۔ 2 راکٹ مسلسل ان کی سمت فائر کئے گئے، پوسٹ کانپ اٹھی۔ پتھر اٹھ کر ہر سو پھیل گئے لالک جان اور دوسرا سپاہی الٹے رخ پیچھے گرے۔ لیفٹیننٹ وسیم بڑی سرعت کے ساتھ ان کے قریب پہنچے۔ خوف تھا کہ شہید نہ ہو گئے ہوں۔ اتنے تباہ کن راکٹ کے فائر کے بعد ان دونوں کے زندہ بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ مگر لالک جان اور ساتھی سپاہی ایک چھلانگ لگا کر اٹھے اور گرد و پیش سے بے نیاز اپنی گری ہوئی رائفلوں کو اٹھا لائے۔ راکٹ ان کی پوزیشن سے نیچے لگے تھے۔۔۔ 5 جولائی دشمن نے اتنی گولہ باری کی کہ انچوں کے فاصلے پر گولے لگ رہے تھے۔ ایک مینہ تھا جو مسلسل برس رہا تھا۔ 18 میں سے چند جوان شہید ہو گئے تھے مگر پوسٹ پر قبضہ کرنا دشمن کے بس کی بات نہ تھی۔ 5 جولائی رات کو لیفٹیننٹ وسیم نے مزید کمک طلب کی۔ ساتھیوں میں سے کچھ شہید اور باقی زخمی ہوئے تھے۔ رات 12 بجے لیفٹیننٹ وسیم کو بتایا گیا کہ حوالدار لالک جان کو گولی لگی ہے۔ قریب پہنچے تو مورچہ میں صرف ایک آدمی بیٹھا مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ وہ لالک جان تھا۔ مطمئن و سرشار۔۔۔ سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے مگر وہ مختلف پوزیشنوں پر جا کر فائرنگ کرتے رہے تاکہ دشمن کو یہی اندازہ ہو سکے کہ سامنے ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ لیفٹیننٹ وسیم نے کندھے پر تھپکی دی تو محسوس ہوا گولی لگی ہوئی ہے گرم گرم سرخ لہو۔۔۔ اٹھو لالک اور جا کر پیچھے بیٹھ جاؤ میں یہاں بیٹھتا ہوں۔ نہیں سر نہیں! میں اس مقام سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ لیفٹیننٹ وسیم لالک جان کا جذبہ اور ہمت دیکھ کر اٹھے اور دو آدمی لا کر لالک کے ہمراہ بٹھا دیئے۔ گولہ باری کا سلسلہ مختلف وقفوں سے جاری تھا۔ لالک جان

پر ایک مدہوشی طاری تھی مگر وہ دشمن کی سمت مسلسل فائرنگ کر کے اپنی چوکی کا دفاع کئے ہوئے تھے۔ 4 بجے کیپٹن کاشف خلیل ایک تازہ دم پارٹی کی قیادت کرتے ہوئے پوسٹ پر پہنچ گئے۔ دیکھا تو تمام لوگ زخم خوردہ تھے مگر چہرے تروتازہ اور مسرور تھے۔ دشمن مسلسل گولہ باری کر رہا تھا۔ دشمن فوج کے دستے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتے تو انہیں ڈھیر کر دیا جاتا۔ لیفٹیننٹ وسیم نے کمان کیپٹن کاشف کے حوالے کر دی جنہوں نے جنگی حکمت عملی کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام لوگوں کو مخصوص انداز میں پھیلا دیا۔ لیفٹیننٹ وسیم نے لالک کے متعلق کیپٹن کاشف خلیل کو بریفنگ دی اور بتایا کہ یہ مرد جری کس انداز سے لڑتا رہا ہے۔ کیپٹن خلیل نے لالک جان کے پاس جا کر دیکھا تو وہ نیم بے ہوش تھے مگر رائفل تھامے وہ لڑکھڑاتے ہوئے مختلف جگہوں پر جاتے اور دشمن کو نشانہ بناتے۔ سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگا۔ لہو نے لالک جان کے کندھے کو رنگ دیا تھا۔ لیفٹیننٹ وسیم نے لالک جان کی شرٹ اتار کر زخم کو دیکھا۔ وہ ایک گہرا گڑھا تھا۔ گولی ان کے شانے کو چیرتی ہوئی ترچھی جسم کے اندر گھس گئی تھی۔ اوپر سے گولی لگنا ناممکن تھا۔ مگر یہ اس لئے تھا کہ جب لالک جان اکیلے تھے تو مختلف پوزیشنوں پر جا کر فائر کرتے رہے تھے تاکہ دشمن کو یہ محسوس ہو کہ مخالف سمت میں ایک بڑی سپاہ موجود ہے۔ اسی دوران ایک بنکر سے دوسرے بنکر میں جاتے ہوئے لالک کو گولی لگی تھی۔ لیفٹیننٹ وسیم نے ایک کپڑا اپھاڑا، اسے جلایا اور لالک جان کے گہرے زخم پر رکھ دیا۔ لالک جان نیم بے ہوش تھے

لالک جان کی حالت کو دیکھتے ہوئے کیپٹن احمد نے اُنہیں بیس کیمپ جانے کا کہا کیونکہ لالک جان کا بازو ناقابلِ استعمال ہو چکا تھا۔ لالک جان نے اپنے آفیسر کو کہا کہ وہ ہسپتال کے بستر پر مرنے سے میدان جنگ میں شہید ہونے کو ترجیح دیتے ہیں اور کہا کہ اُن کے زخمی بازو کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔ اِس دوران بھارتی افواج نے ایک قریبی پہاڑ کے خفیہ بنکر سے بمباری شروع کر دی۔ کیپٹن احمد اس اثناء میں مٹھی بھر جوانوں کی کمانڈ لے چکے تھے۔ کیپٹن احمد نے محسوس کیا کہ فائر ایک چھپے ہوئے بنکر سے آ رہا ہے۔ اپنا فائر اس جانب کروایا لیکن بے سود

رہا۔اب اُس چھپے ہوئے بنکر کو تباہ کرنے کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اُس کے قریبی فاصلے سے دھماکہ کرکے اُڑا دیا جائے۔

جب لالک جان شہید نے اس مشن کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا تو کیپٹن جو کہ اس کام کو خود سے انجام دینا چاہتے تھے، نے اُن کی رائے کوفوراً ہی نامنظور کر دیا۔لیکن جب لالک جان نے اپنے دلائل سے اس چیز پر زور دیا کہ اُن کا گزشتہ بارودی سُرنگوں کا تجربہ اور کوہ پیمائی کی مہارت اس کام کیلئے اُن کو اہل بناتی ہے،تو کیپٹن کو شہید لالک جان کی رائے ماننا ہی پڑی۔لالک جان نے بارود کا تھیلا اپنی کمر پر لادا اور کندھے پر AK-47 لٹکائے ہوئے دوسری مرتبہ بھاری بھارتی گولہ باری کے درمیان اپنی کوہ پیمائی کی مہارت کو استعمال کرتے اور آڑ لیتے ہوئے خفیہ بنکر تک پہنچ گئے اور بارود اُس بنکر کے اندر پھینکا۔وہ بنکر جو کہ ایمونیشن کا گودام تھا ایک زوردار دھماکے سے پھٹا جو غالباً اس علاقے کے ہونے والے دھماکوں میں شدید ترین دھماکہ سنا گیا۔لالک جان آڑ لینے میں کامیاب ہوئے جبکہ بھارتی فوج کے 19 سے 20 اہلکار جو کہ بنکر کے اندر اور باہر موجود تھے اس دھماکے کے نتیجے میں جہنم واصل ہوئے۔باقی ماندہ بھارتی فوجیوں نے لالک جان کو دیکھ لیا اور اُن پر فائر کھول دیا۔تمام اطراف سے بھارتی فائرنگ کی زد میں آنے کے باوجود لالک جان نے مدافعت کی اور جوابی فائر کیا لیکن وقت شہادت آن پہنچا تھا۔اس دوران کئی گولیاں آ کر آپ کے سینے میں پیوست ہو گئیں اور بالآخر لالک جان ارضِ مقدس کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔بعد ازاں کمانڈنگ آفیسر 12 این ایل آئی نے دو کمانڈو فورسز لالک جان کے جسدِ خاکی کو حاصل کرنے کیلئے روانہ کیں۔دونوں فورسز کا نام ''ابابیل'' اور ''عقاب'' تھا۔''ابابیل'' کا کام کورنگ فائر دینا تھا جبکہ ''عقاب'' کا ٹاسک دُشمن کے تباہ شدہ بنکر میں جا کر لالک جان کے جسدِ خاکی کو حاصل کرنا تھا۔جب لالک جان کا جسدِ خاکی ملا تو آپ نے AK-47 کو مضبوطی سے اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔

لالک جان شہید اور اُن کے رُفقاء کی ''قادر پوسٹ'' پر بے مثال بہادری کو دُشمن نے اِن

الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اقرار کیا: ''کہ کوئی زخمی بچا تھا اور نہ ہی کوئی گرفتار ہوا اور نہ ہی کسی نے اپنی پوسٹ کو خالی چھوڑا۔ یہ انتہائی دلیری کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا جس میں آخری گولی اور آخری انسان تک دفاع کیا گیا'' حوالدار لالک جان کی نا قابل شکست دلیری اور نڈر بہادری کو تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا جو کہ آنے والی نسلوں کے لیے شعبہ سپاہ گری میں ایک مشعل راہ ثابت ہوگی۔

سپاہی ریٹائرڈ محترم خانو 12 این ایل آئی رجمنٹ کے تاثرات:۔

''میں معرکہ کارگل میں گائیڈ کے طور پر خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ آگے جانے سے قبل میں نے حوالدار لالک جان اور سپاہی نظیر کی راستے میں خاطر مدارت کی۔ دونوں وردی میں ملبوس تھے۔ میں نے ان کی نمکین چائے اور بسکٹ کے ساتھ مہمان نوازی کی۔ اس دوران ایک ساتھی نے ازراہ مذاق لالک جان سے مخاطب ہو کر کہا کہ آگے پیش قدمی کریں گے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اس پر لالک جان نے جواب دیا: ''میری جب جان چلی جائیگی تو یاسین والوں کی طرح سینے پہ گولی کھاؤنگا، یہ میرا تاریخی ورثہ ہے''۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ان کیساتھ باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران لالک جان نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ ایک سپاہی ہونے کے ناطے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ وطن کیلئے جان کا نذرانہ پیش کریں اور یہی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ میں وطن عزیز کے دفاع کی خاطر آخری دم تک لڑتا رہونگا۔

بھائی گلسمبر خان کے تاثرات:۔

25 جولائی 1999ء کو میری ڈیوٹی سندھ میں تھی۔ مجھے لالک جان کی شہادت کی خبر ملی اور میں گھر کی طرف روانہ ہوا۔ 12 اگست 1999ء کو صوبیدار تحسین شاہ نے گلگت کے مقام پر مجھے کہا کہ لالک جان کی یونٹ کا ایک جوان ملا تھا اور یہ ضروری پیغام دیا ہے کہ آپ 14 اگست کو کنونشن ہال اسلام آباد آجائیں۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا کہ مجھے کیوں بلایا جا رہا ہے۔ اسلام آباد پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ شاید لالک جان کو ستارہ جرات مل رہا ہے۔ 14 اگست کو کنونشن ہال کی وی

وی آئی پی سیٹ نمبر 5 میرے لئے مخصوص کی گئی تھی تو میں حیران رہ گیا۔اسی دوران 12 این ایل آئی کے CO خالد نذیر نے مجھے خوشخبری دی کہ لالک جان کو نشان حیدر کا اعزاز دیا جارہا ہے جس پر میں بے حد خوش ہوا۔ہمارے خاندان کی مملکت خداداد پاکستان کیلئے پہلے سے قربانیاں ہیں۔میرے تایا کھرورخان نے جنگ آزادی گلگت بلتستان میں بھرپور حصہ لیا۔جبکہ چچا چھین جان نے بھرپور انداز میں جنگ 1965ء اور 1971ء میں حصہ لیا۔اس کے علاوہ حوالدار نجگی اور ساجد علی اپنے عسکری خدمات انجام دینے کے بعد ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔اسی طرح معرکہ کارگل میں ہی میرے چچازاد بھائی ابراہیم بھی راہ حق میں شہید ہوئے۔یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ہم آئندہ بھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔

بیٹے طارق لالک جان کے تاثرات:۔

میرے والد محترم نے مملکتِ خداداد پاکستان کی بقاء وسالمیت کیلئے قربانی دی جس پر مجھے فخر ہے۔میرا بھی یہی جذبہ ہے کہ میں مملکت پاکستان کی خدمت اور حفاظت کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرونگا۔

شہید کے اہل خانہ میں بیٹا طارق لالک جان اور دو بیٹیاں آمنہ بی بی اور روبینہ بی بی ہیں۔جو ابھی زیر تعلیم ہیں۔

لانس نائیک رحمت اللہ خان شہید

(تھوئی ٹلتی، 12این ایل آئی رجمنٹ)

معرکہ کارگل شروع ہونے سے دو ماہ قبل ہی جان، جان آفرین کے سپرد کرنے والے اس بہادر سپوت نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے ایک روشن مثال قائم کی تھی کہ اسی روایت پر چلتے ہوئے وادی یاسین کے شیر دل نوجوانوں نے دوران معرکہ کارگل شہادت کی وہ داستانیں رقم کیں کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

شہید 15 مارچ 1954ء کو یاسین تھوئی ٹلتی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ چند نا مساعد حالات کے بناء پر تعلیم کا خاص بندوبست نہ ہو سکا۔ جب ایام شباب کو پہنچے تو اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاک فوج میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا۔ یوں 15 مارچ 1982ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد آپ 3 این ایل آئی رجمنٹ سے منسلک ہوئے جو ان دنوں گلتری میں تعینات تھی۔ شہید لانس نائیک رحمت اللہ خان اپنی یونٹ کے ساتھ چھ سال تک گلتری میں رہے۔ گلتری سے ان کی پوسٹنگ باغ آزاد کشمیر کر دی گئی۔ تب شہید رحمت اللہ خان 12 این ایل آئی رجمنٹ میں پوسٹ ہوگئے۔ وہاں چار سال گزارنے کے بعد آپ کی تعیناتی استور ماربولا میں ہوئی اور یہاں ایک سال تک عسکری خدمات دیتے رہے۔ اس کے بعد ڈومیل سیکٹر میں تین سال گزارنے کے بعد جگلوٹ پوسٹنگ ہوئی۔ ایک سال بعد جگلوٹ سے منی مرگ میں تعینات ہوئے۔ یہاں تین سال گزارنے کے بعد واپس اپنی یونٹ کے ہمراہ جگلوٹ منتقل ہوگئے۔ جنگ کارگل شروع ہونے کے بعد یونٹ بٹالک سیکٹر میں پوسٹ ہوگئی۔ تقریباً تین سال تک یہاں پر رہے۔ اس دوران ریٹائرمنٹ کیلئے صرف چھ ماہ باقی تھے کہ کارگل کے محاذ پر پاک بھارت کشیدگی شروع ہونے لگی۔ دشمن کے ناپاک عزائم کے سامنے فرزندان وطن سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ یوں 9 مارچ 1999ء کو بٹالک سیکٹر میں دشمن کو کاری ضرب لگائی اور خود

بھی جام شہادت نوش کیا۔

شہید کے خاندان سے بہت سے افراد پاک فوج سے منسلک ہیں۔ ریٹائرڈ حضرات میں بنو خان 3 این ایل آئی، نائیک مستانہ خان 30 بلوچ رجمنٹ، بلبل نظیر خان 1 این ایل آئی رجمنٹ اور عجب خان 1 این ایل آئی رجمنٹ قابل ذکر ہیں۔ جبکہ حاضر سروس میں حوالدار محمد ایوب 42 بلوچ رجمنٹ، حوالدار سلامت خان 28 سندھ رجمنٹ اور سپاہی ریاست علی خان شامل ہیں۔

شہید کے بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ مارچ کے مہینے میں پیدا ہوئے اور مارچ کے مہینے میں ہی بھرتی ہوئے اور آخر میں شہید بھی مارچ ہی کے مہینے میں ہوئے۔

*****

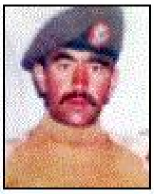

سپاہی ایوب آمان شہید

(ہندور رحیم آباد، 13 این ایل آئی رجمنٹ)

گولا اور بارود کی آگ برس رہی تھی، خون بہہ رہا تھا، دُنیا کی بلندترین چوٹیوں پر کشمکش حق و باطل جاری تھی۔ دشمن کی بھاری فوج کے سامنے قلیل تعداد میں جانثارانِ وطنِ پاکستان آگ و خون کے اس کھیل میں ایسے کودنے لگے کہ دشمن خود ان کی جرأت و شجاعت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ شہید سپاہی ایوب آمان اپنے گھر پر چھٹیاں گزار رہے تھے کہ اچانک معرکہ کارگل کی خبر گھر پہنچی۔ یہ جان کر آپ کے اندر موجود مجاہدانہ جذبات بھڑک اٹھے اور وطن عزیز کا یہ جانباز سپاہی، جسے سپاہ گری وراثت میں ملی تھی، اپنے اہل وعیال سے ملاقات کرنے کے بعد محاذ کارگل میں شرکت کیلئے عازمِ سفر ہوگیا۔ 5 جون کو جب محاذ پر پہنچے تو رزم گاہ نے آپ کا خوب استقبال کیا۔ اپنی پوسٹ پر جم کر دشمن کی طرف سے یکے بعد دیگرے حملے کا بھرپور جواب دیتے رہے۔ اسی دوران دشمن کی شیلنگ کی زد میں آکر آپ کا ایک ساتھی قریب فاصلے پر ہی زخمی حالت

میں گرنے لگا تو شہید سپاہی ایوب آمان نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھی کو بچانے کی کوشش کی۔ آپ کے کمانڈر نے فوراً روکتے ہوئے کہا کہ اس دوران خطرناک شیلنگ ہو رہی ہے لہٰذا جوں ہی شیلنگ رک جائے تو اپنے زخمی ساتھی کو اٹھا لائیں۔ لیکن ایوب آمان کہاں رکنے والے تھے۔ اپنے ساتھی کو زخمی حالت میں دیکھ کر اس کی طرف لپکے۔ گویا ان کی زندگی کا مقصد تھا اوروں کے کام آنا۔ جب وہ اپنے زخمی ساتھی کو گلے سے لگا کر اپنے مورچے کے قریب پہنچے ہی تھی کہ دشمن نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس کے نتیجے میں آپ موقع پر ہی شہادت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو کر زندہ و جاوید ہو گئے۔ شہید کا شمار معرکہ کارگل کے اولین شہدا میں ہوتا ہے۔ جب آپ کا جسدِ خاکی آبائی گاؤں ہندور لایا گیا تو ہر شخص آپ کی شہادت پر نازاں تھا۔ پاک فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں شہید کو اپنے آباؤ اجداد کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

شہید سپاہی ایوب آمان 1966ء کو ہندور میں بزرگ خسرو آمان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپکے والد محترم گلگت سکاؤٹس سے ریٹائرڈ ہیں۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہندور سے حاصل کرنے کے بعد ثانوی تعلیم کیلئے ہائی سکول طاؤس میں داخلہ لیا۔ تعلیم کی طرف رغبت کم تھی البتہ وہ انتہائی جرات مند اور بہادر تھے اور فوج میں شمولیت کا انہیں بے حد شوق تھا اسی لئے مڈل پاس کئے بغیر 1986ء پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 13 این ایل آئی رجمنٹ میں پوسٹ ہوئے۔ آپ نے اپنے عسکری فرائض کشمیر، سکردو اور استور کے محاذوں پر احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔ آپ کے گھرانے سے آپ کے چچا حوالدار حبیب آمان، حوالدار پوز آمان، حوالدار ابراہیم آمان اور مرحوم صوبیدار عقیل آمان اپنی عسکری خدمات کی انجام دہی کے بعد ریٹائر ہو چکے ہیں۔ آپ کے ایک چچا محترم ماسٹر نیت آمان گاؤں ہندور کے پہلے مدرس مانے جاتے ہیں جنہوں نے حوالدار لالک جان شہید، نشان حیدر، شہید سپاہی ایوب آمان اور شہید سپاہی ابراہیم جیسے عظیم سپوتوں کو جذبہ حب الوطنی کا درس دیا۔

آپ کا حلقۂ ارباب بہت وسیع تھا اور آپ ہر دلعزیز بھی تھے اسی لئے آپ کی جدائی کے

باوجود آپ کی زندہ دلی نے آپ کے دوستوں کے دلوں میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔شہید کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں نرینہ اولاد سے نوازے۔آپ کی یہ خواہش شہادت کے چار ماہ بعد اس وقت پوری ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نرینہ اولاد سے نوازا۔آپ نے ورثے میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔جن میں حسینہ بی بی اور سلطانہ بی بی کالج میں زیر تعلیم ہیں جبکہ سلیمہ بی بی اور بیٹا شاہد ایوب آرمی پبلک سکول ہندور میں زیر تعلیم ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

*****

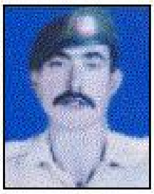

حوالدار بلبل آمان شاہ شہید

(تھوئی حرف، 7 این ایل آئی رجمنٹ)

ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں نے کبھی بھی پاکستان کو سچے دل سے تسلیم نہیں کیا۔وہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کیلئے ہمیشہ سرگرداں رہے۔بھارت کی تنگ نظری اور تعصب کا ہی نتیجہ ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان کئی بار جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور سرحدوں پر کشیدگی کا ماحول معمول کی بات بن گئی ہے۔پاکستان ہمیشہ سے بھارت کے ساتھ مسئلہ کشمیر سمیت تمام معاملات پر مذاکرات کے ذریعے حل ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن بھارت ہمیشہ ہٹ دھرمی پہ قائم ہے۔معرکہ کارگل میں ہماری بہادر فوج کے جوانوں نے جس طرح بھارتی فوج کو سبق سکھایا اُس پر اقوام عالم بھی حیران ہیں کہ اپنے سے کئی گنا بھاری فوج کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہیں دیا گیا۔

معرکہ کارگل میں دادِ شجاعت دینے والے پاک فوج کے جوانوں میں ایک اور نام یاسین

کے مردِ مجاہد، حوالدار بلبل آمان شاہ شہید کا بھی ہے۔ شہید حوالدار بلبل آمان شاہ 1962ء کو تھوئی حرف میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک نہایت ہی نیک اور شریف النفس انسان تھے۔ آپ شکار کے بہت شوقین تھے۔ آپ اپنے علاقے کے کئی دوسرے جوانوں کی طرح 1980ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوگئے اور 7 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔ شہید نے اپنی عسکری زندگی بڑے احسن طریقے سے گزاری، آپ یونٹ کے بہترین نشانہ باز تھے۔ ان کی اس صلاحیت کے اعتراف میں بدست جنرل علی قلی خان آپ کو انعام سے بھی نوازا گیا۔ جب معرکۂ کارگل شروع ہوا تو آپ کی یونٹ بیون سیکٹر میں تعینات تھی۔ جنگ کے دوران آپ انتہائی بے جگری سے لڑے اور اپنی دفاعی پوزیشنوں پر ڈٹ کر مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کیا۔ بالآخر آپ نہایت دلیری اور جوان مردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے 9 جون 1999ء کی درمیانی شب دشمن کی گولی لگنے سے شدید زخمی ہو گئے، اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کو 11 جون 1999ء کو اپنے آبائی گاؤں تھوئی حرف میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

آپ کے اہلِ خانہ میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹا اس وقت میٹرک میں زیرِ تعلیم ہے۔

*****

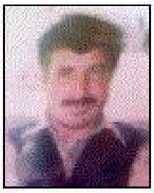

سپاہی ابراہیم خان شہید

(ہندور یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

ہندور، وادی یاسین کا ایک خوبصورت میدانی گاؤں ہے جو دریا کے دونوں جانب آباد ہے۔ اس سرزمین کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس نے حوالدار لالک جان شہید، نشانِ حیدر، جیسے عظیم سپوت پیدا کئے۔ سپاہی ابراہیم خان 16 دسمبر 1970ء کو محترم کھور خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے گورنمنٹ پرائمری سکول سے حاصل کی۔ آپ کے محترم اساتذہ میں جناب نیت آمان، علی مدد شاہ اور علی داد کے نام شامل ہیں۔ علاقے کی تعلیمی پسماندگی کی وجہ

سے مزید تعلیم جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ کافی عرصہ تک گھریلو کاموں میں والدین کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ پھر آپ نے 16 دسمبر 1987ء کو پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر سے حاصل کرنے کے بعد آپ کی تعیناتی 12 این ایل آئی رجمنٹ میں کردی گئی۔ آپ نے اپنی 13 سالہ عسکری زندگی کشمیر، سیاچن اور سکردو کے مختلف محاذوں پر گزاری۔

1999ء جب معرکہ کارگل شروع ہوا تو یہ سپاہی ابراہیم کیلئے شہادت کی نوید تھی۔ یاسین کی تند و تیز آب و ہوا میں پلنے والا یہ سخت جان سپاہی، چٹان کی مانند دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گیا۔ آپ نے دفاع وطن کیلئے اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور دشمن کے حملوں کا بھرپور جواب دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ یوں 9 جون 1999ء کو آپ دھرتی ماں کیلئے اپنے لہو کا نذرانہ دیکر ہمیشہ کیلئے زندۂ وجاوید ہوگئے۔

شہید ابراہیم خان ایک نرم دل انسان تھے۔ ہمیشہ اپنے ہمسائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔ آپ فٹ بال کے شوقین اور ایک بہترین کھلاڑی تھے۔ آپ کی اس مہارت کی عکاس وہ ٹرافیاں ہیں جو آج بھی ان کے گھر میں موجود ہیں۔ شہید کے خاندان کی پاک فوج کیلئے بہت خدمات ہیں، جس میں سے ایک لازوال مثال حوالدار لالک جان شہید، نشان حیدر کی ہے جو آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کے ورثاء میں ایک بیٹا ہے جو جماعت ہشتم کا طالب علم ہے۔

شہید کے بھتیجے کے تاثرات:۔

''ہمارے خاندان کیلئے اس سے بڑے فخر کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ ہمارے گھرانے کے ایک فرد نے ملک وقوم کی خاطر اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور دفاع وطن کیلئے یہ قربانی بھی پیش کر دی۔ ہماری دُعا ہے کہ ہمارا ملک سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس قسم کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔۔۔آمین''۔

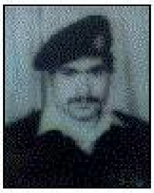

حوالدار شیر بہادر شہید

(یاسین خاص، 7 این ایل آئی رجمنٹ)

حوالدار شیر بہادر 31 جنوری 1957ء کو یاسین میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں تھوداس یاسین سے حاصل کی اور اس کے بعد طاؤس ہائی سکول میں داخلہ لیا۔موصوف ایک محنتی طالب علم تھے اور ہر کلاس میں پوزیشن حاصل کرتے تھے۔آپ کو پاک فوج سے بے حد لگاؤ تھا اسلئے میٹرک پاس کرنے کے بعد 1997ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد آپ کو 7 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات کر دیا گیا۔

آپ نے کشمیر، سکردو، مری، پیون، شگر اور ہمزی گونڈ سیکٹر میں عسکری خدمات سرانجام دیں۔دوران سروس آپ کو ترقی کورس کیلئے رٹو بھیج دیا گیا جہاں اچھی کارکردگی کی بناء پر آپ کو سپاہی سے حوالدار کے عہدے پر ترقی ملی۔

جب معرکہ کارگل شروع ہوا تو آپ کو آپ کے چند ساتھیوں کے ہمراہ بطور پوسٹ کمانڈر اگلے محاذ پر بھیجا گیا جہاں آپ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے دشمن کے ہر حملے اور ہر کوشش کو خاک میں ملاتے رہے۔آپ کی ہمت اور جواں مردی کی گواہی آپ کے ساتھی بہت خوبی سے دیتے ہیں۔11 جون 1999ء کو دشمن کی طرف سے مارٹر کے گولے یکے بعد دیگرے آپ کی پوسٹ پر برسائے گئے، اس دوران آپ نے اپنے کچھ اور ساتھیوں سمیت ان گولوں کی زد میں آکر جام شہادت نوش کیا۔

حوالدار شہید شیر بہادر کے خاندان کے فوج سے منسلک افراد کا شمار مشکل ہے۔صرف آپ ہی کے اپنے گھرانے میں آپ کے بڑے بھائی لالی خان اور غلام علی پاک فوج سے ریٹائرڈ ہیں۔آپ ہی کے خاندان سے سپاہی ہمت ولی، سپاہی جاوید، سپاہی محمد علی اور سپاہی سلیمان مختلف مواقع پر شہید ہوئے۔

شہید ایک نیک دل بہادر اور غریب پرور انسان تھے۔ اپنے ہمسایوں، رفقاء اور رشتہ داروں سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ ان کو کتابوں سے زیادہ لگاؤ تھا اس کے علاوہ آپ ڈائری بھی لکھتے تھے۔ آپ نے دوران سروس ایف اے کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ اپنی تعلیم کو جاری رکھیں۔

شہید نے اپنے ورثاء میں تین بیٹے چھوڑے ہیں۔ بڑا بیٹا اعجاز احمد کالج کا طالب علم ہے جبکہ چھوٹے بیٹے منیر احمد اور بلال احمد آرمی پبلک سکول گلگت میں زیر تعلیم ہیں۔

*****

حوالدار محمد جاوید شہید (تمغۂ جرأت)

(سندی یاسین، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

حوالدار محمد جاوید شہید (تمغۂ جرأت) وادی یاسین کے ایک تاریخی گاؤں سندی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ قلعہ مدوری کے بالمقابل ایک پہاڑی ٹیلے پر واقع ہے۔ جہاں ہر وقت سبز ہلالی پرچم لہراتا رہتا ہے۔ قلعہ مدوری کی تاریخ کا ذکر پہلے بھی شامل کتاب ہے۔ مہاراجہ کشمیر کی فوج نے 1863ء میں اس قلعے میں محصور مقامی معصوم بچے، مرد، خواتین اور بوڑھوں پر شب خون مارا تھا۔ معرکہ کارگل میں یاسین سے تعلق رکھنے والے جن جانبازوں نے اس ظلم کا بدلہ ہندو فوج سے لیا انہی میں ایک نام حوالدار محمد جاوید شہید کا بھی ہے۔

شہید حوالدار محمد جاوید نے مڈل کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے پاس کرنے کے بعد پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 5 این ایل آئی رجمنٹ میں بطور آپریٹر سگنل اپنی عسکری زندگی کا آغاز کیا۔ معرکہ کارگل شروع ہوا تو آپ نے اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مواصلاتی نظام کو بہتر بنانے کیلئے کوئی کسر باقی نہیں

چھوڑی، کیونکہ جنگ میں مواصلاتی نظام کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔اسی طرح خفیہ پیغام رسانی اور دشمن کے راز کو فاش کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔شہید بٹالک سیکٹر میں انتہائی جوانمردی کے ساتھ مواصلاتی نظام کو بہتر بناتے رہے۔16 جون 1999ء کی صبح دشمن کی طرف سے بٹالک سیکٹر پر زوردار حملہ ہوا،اس دوران حوالدار محمد جاوید اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے دوران زخمی ہوگئے،لیکن پیچھے ہٹنے سے انکار کردیا اور اپنے مشن کو جاری رکھا۔اس دوران ایک گولی آپ کی پیشانی پر آ لگی جس کے باعث آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔حکومت پاکستان نے آپ کی بہادری کے عوض آپ کو تمغۂ جرأت سے نوازا۔

*****

سپاہی بلبل مددشاہ شہید

(برکولتی یاسین، 7 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی بلبل مددشاہ شہید کی پرورش ایک محنت کش گھرانے میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول برکولتی سے حاصل کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول ہندور سے مڈل کا امتحان پاس کرلیا۔یکم اکتوبر 1995ء کو جب این ایل آئی سینٹر کی آرمی سلیکشن ٹیم ہائی سکول طاؤس آئی تو آپ بھی بھرتی ٹیسٹ میں شریک ہوکر پاک فوج میں شامل ہونے کا خواب حقیقت میں بدلنے میں کامیاب ہوگئے۔بھرتی ہونے اور این ایل آئی سنٹر بونجی سے 9 ماہ کی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ کو 7 این ایل آئی رجمنٹ مظفرآباد میں تعینات کردیا گیا۔تین سال وہاں گزارنے کے بعد آپ کا تبادلہ استور اور پھر سیاچن میں ہوا۔اس کے بعد 1995ء میں گلگت آرمی پبلک سکول اینڈ کالج میں پی ٹی آئی کی حیثیت سے ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔تقریباً ڈیڑھ سال یہاں گزارنے کے بعد آپ کا تبادلہ دوبارہ آزاد کشمیر اور پھر سکردو بیون میں

ہوگیا۔آپ 18 اپریل 1999ء کو دوماہ کی چھٹیاں گزارنے گھر آئے، یکم جون 1999ء کو گھر پر یونٹ کی جانب سے یونٹ میں رپورٹ کرنے کا لیٹر موصول ہوا۔آپ 3 جون 1999ء کو گھر والوں کو الوداع کہنے کے بعد کارگل محاذ کی طرف روانہ ہوگئے۔محاذ پر پہنچ کر دو مرتبہ خطوط لکھے جس میں شہید نے گھر والوں سے افواج پاکستان کی کامیابی اور پاکستان کی سلامتی کیلئے دُعا کی استدعا کی تھی۔شہید بلبل مددشاہ 20 دن تک مختلف پوسٹوں پر دُشمن کے خلاف برسرِپیکار رہے، 23 جون 1999ء کو آپ اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اگلے محاذ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ اچانک دُشمن کی طرف سے فائرنگ ہوئی جس کے نتیجے میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

شہید بلبل مددشاہ کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اسلئے آپ نے 1990ء میں فوج میں رہتے ہوئے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد 1993ء میں ایف اے اور پھر 1997ء میں مظفرآباد سے بی اے کا امتحان پاس کرلیا۔آپ کی خواہش تھی کہ آپ ایم اے بھی کر لیں لیکن اس مرحلے کی تکمیل سے پہلے ہی شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوگئے۔

شہید ایک محنتی انسان تھے اور ہمیشہ محنت پر یقین رکھتے تھے، اسلئے دوستوں کو بھی محنت کی تلقین کرتے تھے۔آپ کے چھوٹے بھائی نائیک پنین شاہ 183 میڈیم آرٹلری میں اپنی عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سپاہی سعید غلام شہید

(تھوئی حرف، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

معرکہ کارگل نے سرزمین شہداء ''وادی یاسین'' کی داستان شجاعت و بہادری میں ایک عظیم باب کا اضافہ کر دیا۔ اس معرکے کے دوران وادی یاسین سے تعلق رکھنے والے محافظان وطن نے اپنے آباؤ اجداد کی درخشاں تاریخ کی پھر سے تجدید کی۔ زندہ قوم کے لئے وسائل سے زیادہ عزم و ہمت اور یقین محکم کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

شہید سپاہی سعید غلام 20 جولائی 1997ء کو تھوئی حرف کے مقام پر پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہونے کے ناطے تمام تر ذمہ داریاں ناتواں کندھوں پر آن پڑیں۔ اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھریلو کاموں کی انجام دہی بھی کسی کڑے امتحان سے کم نہ تھی۔ تاہم مشکل حالات میں مایوسی کو اپنے قریب تک آنے نہ دیا۔ اپنے آبائی گاؤں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس میں داخلہ لیا۔ جو کہ شہید کے گاؤں سے تین گھنٹے کی پیدل مسافت پر واقع ہے۔ یہاں سے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد دسمبر 1995ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ این ایل آئی سینٹر بونجی سے ابتدائی عسکری تربیت کے بعد نکرون سیکٹر آزاد کشمیر، 6 این ایل آئی رجمنٹ کے ساتھ باقاعدہ عسکری زندگی کا آغاز کر دیا۔ اپنی عسکری زندگی استور، سکردو اور کشمیر کے مختلف محاذوں پر گزار دی۔ معرکہ کارگل شروع ہوا تو آپ اپنی یونٹ کے ساتھ استور کے مقام پر تعینات تھے۔ دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کیلئے اپنی یونٹ کے ہمراہ کارگل کی راہ لی۔ کئی دشمنوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد 27 جون 1999ء کو اپنی پوسٹ پر مورچہ زن تھے کہ دشمن کی طرف سے

ایک بم سیدھا آپ کے بنکر کے سامنے گرا اور اس کا ایک ٹکڑا آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا جس کے نتیجے میں آپ شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہوئے۔ آپکو 28 جون 1999ء کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ آبائی گاؤں تھوئی حرف میں سپرد خاک کیا گیا۔

شہید کے ورثاء میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، جو مختلف تعلیمی میدانوں میں سرگرم عمل ہیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا بیٹا آرمی میں ڈاکٹر بنے، اسی لئے آپ کا ایک بیٹا اپنے والد کی اس خواہش کی تکمیل کیلئے کوشاں ہے۔

*****

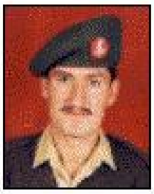

سپاہی حاجت علی شہید

(نازبر یاسین، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

جون، جولائی 1999ء کے اکثر دن وادی یاسین میں کسی نہ کسی شہادت کا پیغام لیکر آئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرسبز وشاداب کھیتوں کے کنارے سبز ہلالی پرچموں کا اضافہ ہوتا چلا گیا اور یاسین کا ہر گاؤں پاک فوج کے چاق چوبند دستوں کی طرف سے شہیدوں کو سلامیوں سے گونج اٹھا۔ اپنے فرزندوں کی اس قربانی پر سب فخر محسوس کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ سکول کے بچوں نے کاغذ پر فرضی مزار بنا کر اور سبز ہلالی پرچم میں رنگ بھر کر اپنے نام کے ساتھ لفظ شہید لکھ کر گھر کی دیوار پر آویزاں کرنا شروع کر دیا۔ مقامی شعراء نے اس دوران شہداء کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا اور حب الوطنی سے متعلق اشعار کہہ کر عوام کے جذبات کی خوب ترجمانی کی۔ خاص کر نامور مقامی شاعر و گلوکار رحمت علی نے کھوار زبان میں معرکہ کارگل پر ایسی انقلابی شاعری کی کہ ہر دل کی آواز بن گئی۔

اسی داستان شجاعت میں ایک نام شہید سپاہی حاجت علی کا بھی آتا ہے۔ آپ 12 اپریل

1967ء کو ماز بریاسین میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول یاسین خاص سے حاصل کی۔دوران طالب علمی آپ ایک ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔مڈل پاس کرنے کے بعد 27 جولائی 1987ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔اپنی عسکری زندگی ایک شاہین کی مانند استوراور سکردو کے دشوار گزار پہاڑوں پر گزاردی۔آخر کار معرکہ کارگل میں بٹالک سیکٹر پر دشمن کے سامنے سینہ تان کر موجود رہے۔دوبدولڑتے ہوئے دشمن کا دلیری سے مقابلہ کیا اور ملک وقوم کی حفاظت کی خاطر 30 جون 1999ء کو جام شہادت نوش کر گئے۔آپ کا جسد خاکی بھی کارگل کی چوٹیوں میں ہی امر ہوگیا۔ے

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

آپ کے خاندان کے بہت سے افراد پاک فوج سے منسلک رہے،جن میں آپ کے تایا حوالدار رحمت علی (مرحوم) قابل ذکر ہیں۔انہوں نے 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے ایک عظیم غازی کا مقام حاصل کیا۔آپ کی طبیعت میں خوش اخلاقی کا عنصر بہت نمایاں تھا۔سپاہی حاجت علی شہید کی شہادت پر سارے خاندان والے فخر محسوس کرتے ہیں۔آپ کے ورثاء میں کوئی اولاد نہ ہونے اور آپ کے جسدِ خاکی کا نہ ملنا، والدین پر ہمیشہ بھاری گزرا۔

نائب صوبیدار حاجی ولی شہید (تمغۂ بسالت)

(طاؤس یاسین، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید 10 اکتوبر 1954ء کو طاؤس کے مقام پر محترم آدینہ خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ غلیل سے پرندوں کا شکار کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ میٹرک ہائی سکول طاؤس سے پاس کیا۔ آپ کی تعلیمی کارکردگی ہر جماعت میں نمایاں رہتی تھی۔ تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے بعد 1981ء میں پاک فوج کا حصہ بن گئے۔ ابتدائی تربیت کے بعد 8 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات کر دیے گئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر جلد ہی ترقی کی منازل طے کرتے چلے گئے۔ 1994ء میں آپ کی تعیناتی حمزیگونڈ سیکٹر میں عنان پوسٹ پر تھی۔ اس دوران دشمن کے ساتھ فائرنگ کے تبادلے کے دوران آپ بائیں ٹانگ پر گولی لگنے سے زخمی ہو گئے۔ اس واقع میں آپ کی بہادری اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے اعتراف میں آپ کو نشانِ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔

معرکہ کارگل سے قبل، مئی 1999ء میں آپ چھٹیاں گزارنے گھر آئے تو چند دن بعد ہی آپ کو یونٹ واپس بلا لیا گیا۔ آپ اپنے عزیز واقرباء سے ملنے کے بعد 3 جون 1999ء کو فرض کی پکار پر محوِ سفر ہو گئے۔ اپنی یونٹ میں حاضری دینے کے بعد میدانِ کارزار میں ایسے کود پڑے کہ دشمن پر قہر ثابت ہوئے۔ اپنے جوانوں کے ساتھ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوئے، اس دوران دشمن کی فائرنگ سے شدید زخمی ہو گئے۔ جوانوں کے بار بار اصرار کے باوجود آپ نے پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا اور زخمی حالت میں لڑائی جاری رکھی۔ اسی اثناء میں ایک اور گولی آپ کے شانے میں آ لگی لیکن اس کے باوجود بھی جوشِ ایمانی سے لبریز پاک وطن کا یہ فرزند لڑتا رہا۔ آخر کار وہ لمحہ آ گیا کہ جب دشمن کی طرف سے آپ کی پوسٹ پر شدید حملہ ہوا جس کے نتیجے میں آپ لڑتے ہوئے 3 جولائی 1999ء کو جامِ شہادت نوش کر گئے۔ آپ کا جسدِ خاکی اب بھی کارگل کی بلندیوں

میں کہیں محوِ خواب ہے۔حکومت پاکستان نے آپ کی بہادری اور جوان مردی کے عوض آپ کو تمغۂ بسالت سے نوازا۔

شہید نائب صوبیدار حاجی ولی کے خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے پانچ اور بھائی بھی پاک فوج سے وابستہ ہیں۔جن میں وزیر خان اور نصر خان ریٹائر ہو چکے ہیں جبکہ جان ولی،عبدل ولی اور نائیک افسر ولی حاضر سروس ہیں۔جبکہ آپ کا سب سے چھوٹا بھائی محکمہ برقیات میں ملازم ہے۔آپ کے چچازاد بھائی شیر قادر جنگِ 1971ء کے شہید ہیں۔

شہید اپنے ہمسائیوں میں ہر دلعزیز تھے۔آپ والی بال کے بے حد شوقین تھے۔اسلئے جب بھی چھٹی آتے تھے تو اپنے محلے کے لڑکوں کے ساتھ روزانہ والی بال کھیلا کرتے۔آپ کی لازوال قربانی پر تمام خاندان والے فخر محسوس کرتے ہیں۔آپ کے ورثاء میں ایک بیٹا ہے جس کا نام ساجد علی ہے جو کہ آرمی پبلک سکول گلگت میں زیر تعلیم ہے۔

*****

سپاہی محمد ایوب شہید

(آلم کھنڈ یاسین خاص،8 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید محمد ایوب 22 جنوری 1965ء کو بمقام آلم کھنڈ یاسین خاص میں راجہ فیض محمد خان کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔جنہوں نے کچھ عرصہ گلگت سکاؤٹس میں عسکری خدمات سرانجام دیں اور آپ جنگ آزادی گلگت کے غازیوں میں بھی شامل ہیں۔

شہید محمد ایوب کو ابتدائی تعلیم کیلئے پرائمری سکول یاسین خاص میں داخل کرایا گیا۔پرائمری پاس کرنے کے بعد ہائی سکول طاؤس سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔شہید محمد ایوب نے اپنی عسکری زندگی کا آغاز یکم اپریل 1982ء کو 8 این ایل آئی رجمنٹ سے کیا۔دوران سروس آپ زیادہ تر

آزاد کشمیر میں رہے۔البتہ کچھ عرصہ بونجی اور سیاچن میں بھی تعینات رہے۔شہید محمد ایوب ایک ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔دوستوں اور رشتہ داروں کیلئے ہمیشہ نرم گوشہ رکھتے تھے۔شکار کھیلنے کے انتہائی شوقین تھے اور ایک بہترین فٹبالر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے تھے۔

1999ء کو جب کارگل جنگ چھڑ گئی تو شہید محمد ایوب اپنے ساتھیوں سمیت کارگل کے اگلے مورچوں پر تعینات ہوئے۔دوران جنگ دادِ شجاعت دیتے ہوئے اگلے مورچوں پر دلیری سے لڑتے رہے اور اسی دوران 3 جولائی 1999ء کو دشمن کی گولی کا نشانہ لگنے سے جام شہادت نوش کیا۔آپ کا جسد خاکی اب بھی کارگل کی بلندیوں میں کہیں محو خواب ہے۔آپ کے خاندان میں آپ کے علاوہ شہداء میں نائب صوبیدار محمد ظفر خان،تمغۂ جرأت اور سپاہی محمد انور خان قابل ذکر ہیں۔

خطہ یاسین کے نوجوان یقینی طور پر یہ ادراک رکھتے ہیں کہ کشمیر و کارگل، دراصل مسلمانوں کا وطن ہے اور وہاں کے مسلمان اس وقت غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ اُن کے اپنے گھروں کے شہداء کے جسدِ خاکی ابھی تک انہی پہاڑوں پر موجود ہیں جنہیں ہندوؤں نے اپنے زیر تسلط کر رکھا ہے۔لہٰذا اُس محکوم خطے کی آزادی اور اُن شہداء کے اجسادِ خاکی تک رسائی اُن کے ذمے ایک قرض ہے جسے وہ جلد یا بدیر ضرور اتاریں گے تاکہ محکوم مسلمانوں کو بھی آزاد فضاؤں میں سانس لینے کا حق دلوایا جاسکے۔

شہید کے ورثاء میں دو بیٹے گوہر ایوب اور سلطان ایوب شامل ہیں۔یہ دونوں ابھی حصول تعلیم میں مصروف عمل ہیں۔

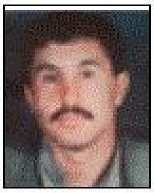

سپاہی ہمت ولی شہید

(یاسین خاص، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

ضلع غذر، گلگت بلتستان میں بازوئے شمشیر زن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مردم خیز ضلع میں شامل تمام علاقوں بالخصوص وادی یاسین نے وطن عزیز کی سلامتی اور دین اسلام کی خاطر اپنی جان نثار کرنے والے کئی سپوت پیدا کئے ہیں۔ جنگ آزادی گلگت 1948ء ہو، 1965ء ہو یا 1971ء کی پاک بھارت جنگیں یا معرکہ کارگل، انہوں نے قربانیوں کی ایک منفرد داستان رقم کی ہے، بالخصوص حوالدار لالک جان شہید، نشان حیدر نے سر زمین کا نام بلندیوں تک پہنچایا۔ یاسین کے باسی فطرتاً مہمان نواز، امن پسند، انسان دوست اور شریف النفس ہیں۔ تاہم دشمن کے خلاف لڑنے کا موقع آئے تو مرد آہن بن جاتے ہیں۔ بقول اقبال:۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہ تمام خصوصیات سپاہی ہمت ولی شہید میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ہمت ولی نے 5 دسمبر 1968ء کو یاسین خاص میں آنکھ کھولی۔ آپ نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز گورنمنٹ مڈل سکول یاسین تھوداس سے کیا۔ دوران طالب علمی آپ ہر کلاس میں نمایاں پوزیشن لیتے تھے۔ 1989ء کو مڈل پاس کرنے کے بعد پاک فوج میں بھرتی ہونے کیلئے NLI سینٹر بونجی گئے۔ لیکن اس بار منتخب نہ ہو سکے۔ واپسی پر راستے میں دلناٹی کے مقام پر گاڑی حادثے کا شکار ہوئی جس سے آپ شدید زخمی ہوئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد فوج میں بھرتی ہونے کے جنون نے آپ کو پھر بے تاب کیا اور یوں 1990ء میں ایک اور کوشش میں آپ پاک فوج میں بھرتی ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 8 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ آپ آزاد کشمیر اور سیاچن کے مختلف محاذوں پر اپنی عسکری خدمات انجام دیتے رہے۔ یکم جنوری 1999ء

کو دو ماہ کی چھٹی پر آپ گھر آئے۔ یہ آپ کی آخری چھٹی ثابت ہوئی۔ یکم مارچ 1999ء کو آپ نے سکردو میں حاضری دی اور بلتورو میں اپنی کمپنی پہنچ گئے۔ اُس وقت کارگل کے اگلے مورچوں پر تیاریاں جاری تھیں۔

مئی اور جون 1999ء کو آپ بٹالک سیکٹر میں مختلف معرکوں میں پیش پیش رہے۔ 26 جون 1999ء کو نائب صوبیدار حاجی ولی کی قیادت میں آپ کو ایک پوسٹ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا اس مشن میں آپ نے انتہائی جانفشانی سے اپنا کردار ادا کیا جس کی بدولت یہ مشن کامیاب رہا۔ پھر دشمن نے 2 اور 3 جولائی کو چاروں اطراف سے پوسٹ پر زوردار حملہ کیا جس میں آپ سمیت آپ کے دیگر ساتھی شہید ہوئے۔ آپ 3 جولائی کو شہید ہوئے لیکن شہادت کی خبر 27 جولائی کو گھر پہنچی۔

آپ اپنے کچھ رفقاء کے ہمراہ بٹالک کے ان دیکھے کسی انجانے پہاڑی گوشے میں اس طرح محو خواب ہوئے کہ کسی کو آپ کا سراغ تک نہ مل سکا۔ سید احمد شہیدؒ کی بہت آرزو تھی کہ شہادت کے بعد ان کا بدن کسی کو نہ ملے۔ وہ اکثر ایک مصرعہ گنگنایا کرتے تھے جس میں ان کی یہ تمنا پنہاں تھی:۔

دلم بہ راہ تو صد پارہ و ہر پارہ ہزار پارہ

و ہر ذرہ در ہوائے تو باد

''میرے دل کے تیری راہ میں سو ٹکڑے ہوں اور ہر ٹکڑا ہزاروں ذروں میں بٹ جائے، پھر ہر ذرہ ہواؤں میں بکھر جائے''۔ آؤ ہم سلام پیش کریں ان وفا شعاروں کو جن کی روحوں کو ابدی زندگی کی بشارت ہوئی اور جن کو قیامت تک اسرار کے پردوں میں لپیٹ کر برف کی گہری تہہ میں سویا رہنا مرغوب ہوا۔

آپ شائستہ اطوار شخصیت کے مالک تھے، خلوص بھری مسکراہٹ ہر وقت آپ کے چہرے پر بکھری رہتی تھی، مزاح بھی آپ کی طبیعت کا نمایاں پہلو تھا مگر آپ اخلاقیات کا دامن کبھی بھی ہاتھ

سے جانے نہیں دیتے تھے۔ان کے اس موہ لینے والے انداز سے پتھر دل بھی موم ہوجاتے تھے۔

آپ کے خاندان زوندرے ''رانا'' کے شاخیں سرف اور سرف یاسین کی حد تک محدود نہیں بلکہ پورے گلگت بلتستان اور چترال تک پھیلی ہوئی ہیں۔اس خاندان کے شہداءاور غازیوں کا احاطہ کرنا آسان نہیں ہے،البتہ آپ کی قریبی برادری میں جو شہداء ہیں ان میں آپ کے چچا محمد علی شہید، چچازاد بھائی جاوید احمد شہید اور سلمان شہید کا نام آتا ہے۔جبکہ ریٹائرڈ افراد میں خود آپ کے والد فدا علی (مرحوم) جنگ 1965ء اور 1971ء کے غازی تھے۔آپ اپنے والدین کے 9 بیٹوں میں دوسرے بڑے بیٹے تھے۔آپ کے بھائیوں میں بڑے بھائی حوالدار ولی خان 1 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ دو چھوٹے بھائی حوالدار مقصد مراد 7 این ایل آئی رجمنٹ اور مقصد علی (تمغۂ خدمت ملٹری) آرٹلری رجمنٹ میں اپنی عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے ورثاء میں تین بیٹے ہیں۔حضرت ولی اور پرویز عالم ایف ایس سی کر چکے ہیں جبکہ ظہور عالم آرمی پبلک سکول راولپنڈی میں زیر تعلیم ہیں اور اپنے والد کے نام کو روشن کرنے کے لیے ہمہ تن کوشاں ہیں۔

سپاہی شاہ فراز شہید

(یاسین درکوت، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

معرکہ کارگل کے جانباز اور جرات مند جوانوں میں ایک نام شاہ فراز کا بھی آتا ہے۔آپ 1953ء کو تحصیل یاسین کے ایک خوبصورت اور پر کشش گاؤں درکوت میں پیدا ہوئے۔بچپن سے ہی شکار کے شوقین تھے،آپ کا ہتھیار بچپن میں غلیل تھا جس سے پرندوں کا شکار کرتے تھے۔شکار کے علاوہ بروشسکی زبان میں شعروشاعری اور روایتی رقص میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔آپ کے اندر سپاہیانہ جذبات بچپن سے ہی موجود تھے۔اسلئے پاک فوج میں بھرتی ہونے کا جنون سر چڑھ کر بولنے لگا اور آپ 16 جنوری 1984ء کو پاک آرمی میں بھرتی ہوگئے۔این ایل آئی سینٹر بونجی سے 9 ماہ کی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 8 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات کئے گئے۔آپ نے اپنی عسکری زندگی کشمیر، سیاچن، گلتری، سکردو اور ڈومیل سیکٹر کے مختلف محاذوں پر گزاری۔

جب معرکہ کارگل شروع ہوا تو آپ اپنی یونٹ کے ہمراہ بٹالک سیکٹر میں دشمن فوج کے خلاف برسرپیکار رہے۔اسی دوران 3 جولائی 1999ء کو دشمن کے ساتھ لڑائی میں جام شہادت نوش کر گئے اور شہادت کے بعد کارگل کے پتھروں کو اپنے لہو سے رنگیں کرنے کے بعد اپنے جسدِ خاکی کو بھی دوسرے کئی جانبازوں کی طرح کارگل کی مٹی کے حوالے کر دیا۔یقین واثق ہے کہ کشمیر میں جب آزادی کی بہار آئیگی تو آزادی کے پھول انہی شہیدوں کے خون سے رنگ پائینگے اور یہ پھول جب ان کے جسدِ خاکی کو چھو کر کھلیں گے تو ایسی خوشبو بکھیر ینگے کہ آزاد نسلیں ہمیشہ اس خوشبو کو اپنے ساتھ پائیں گی۔آپ کی شہادت، بہادری اور آخری دیدار سے محروم رہنے پر آپ کے چھوٹے بھائی حوالدار اشرف بیگ نے بروشسکی زبان میں خوبصورت شاعری کی ہے جو شہید کی یاد کو تازہ کر دیتی ہے۔

آپ کے دو بیٹے بلبل جان اور نادر جان ہیں۔بلبل جان اس وقت پاک فوج میں فرائض انجام دے رہے ہیں جبکہ نادر جان، لالک جان شہید سکول ہندور میں زیر تعلیم ہیں۔

لانس نائیک شیر قبول شہید

(درکوت یاسین، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید شیر قبول 1955ء کو تحصیل یاسین کے دور افتادہ گاؤں درکوت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ بچپن سے ہی آپ کو پاک فوج میں بھرتی ہونے کا بے حد شوق تھا کیونکہ آپ کے خاندان سے آپ کے بڑے بھائی پنشن قبول 8 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہوئے آپکے چچازاد بھائی آمین قبول شہید، پاک بھارت جنگ 1971ء میں اولڈنگ سیکٹر میں وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ دے چکے تھے۔ اسلئے آپ کے اندر بھی اپنے بھائیوں کی طرح وطن عزیز کی خدمت کا جذبہ موجود تھا۔ یوں آپ جنوری 1984ء میں پاک آرمی میں بھرتی ہوئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد آپ کو 8 این ایل آئی میں تعینات کر دیا گیا۔ آپ نے سیاچن اور کشمیر کے مختلف محاذوں پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ معرکہ کارگل کے دوران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بٹالک کے مشکل محاذ پر تعینات تھے۔ آپ نے اس دوران دلیری سے دفاع وطن کا فریضہ انجام دیا اور بالآخر 3 جولائی 1999ء کو دشمن کے ایک حملے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

شہید کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ بیٹا شیر زمان الحیات آرمی پبلک سکول گلگت میں زیر تعلیم ہے جبکہ بیٹی روبینہ بی بی آرمی پبلک سکول اینڈ کالج جوٹیال میں ایف ایس سی کی طالبہ ہے۔

سپاہی شکور خان شہید

(طاؤس یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی شکور خان 1957ء کو یاسین طاؤس میں ایک محنت کش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول سے کیااور پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ آپ 1985ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ آپ نے سکردو، استور، کشمیر اور سیاچن کے مختلف محاذوں پر اپنی عسکری خدمات سرانجام دیں اور معرکہ کارگل میں جام شہادت نوش کر گئے۔ اس سے پہلے آپ کے چچا، مچل خان پاک بھارت جنگ 1971ء کے دوران سکردو کے محاذ پر وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکے تھے۔

شہید شکور خان فطرتاً ملنسار، نیک دل اور غریب پرور تھے۔ جبکہ فن زندگی کے لحاظ سے کوہ پیما بھی تھے۔ دشوار گزار پہاڑی راستوں کو مارخور کی طرح سر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ باغبانی اور شجر کاری کے بھی بے حد شوقین تھے۔ آپ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے اب بھی سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ جب بھی چھٹی آتے تھے اپنا زیادہ تر وقت ان کی دیکھ بھال میں صرف کرتے تھے۔

آپ کے ورثاء میں تین بیٹے جاوید علی، بشارت علی اور شاہد علی شامل ہیں۔ تینوں مختلف جماعتوں میں زیر تعلیم ہیں۔

سپاہی کریم خان شہید (تمغۂ بسالت)

(تھوئی نلتی، 90 ایس اینڈ ٹی بٹالین، کارگل)

بات جب مملکت خداداد پاکستان کے تحفظ کی ہو تو ہمارے جانباز سپاہیوں کا خون ایسے کھول اٹھتا ہے کہ دشمن پر قہر بن کر آن ہی آن میں دشمن کے سارے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ معرکہ کارگل میں ہمارے فوجی جوانوں نے میدان کارزار میں دشمن افواج کو ایسا سبق سکھایا ہے جو ان کو نسل در نسل یاد رہے گا۔ ایسے ہی جانبازوں میں ایک نام سپاہی کریم خان شہید کا بھی ہے، جس نے معرکہ کارگل میں بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ ان کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں تمغۂ بسالت کا اعزاز دیا۔

شہید کریم خان (تمغۂ بسالت) 1963ء کو تھوئی نلتی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی پرائمری تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس میں داخلہ لیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد 1981ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 90 ایس اینڈ ٹی بٹالین میں پوسٹ ہوئے۔ 18 سالہ عسکری زندگی کے دوران آپ زیادہ تر کشمیر اور سیاچن کے مختلف محاذوں پر اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتے رہے۔ شہید کے خاندان سے بڑا بھائی حوالدار گل ظاہر خان 19 آزاد کشمیر رجمنٹ، چچا صوبیدار شاہ ظاہر 5 این ایل آئی رجمنٹ، نائیک محمد علی خان 5 این ایل آئی رجمنٹ اور نائیک علی حسن 7 این ایل آئی رجمنٹ میں اپنی عسکری خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

شہید نہایت اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے، اس لئے تو آج بھی آپ کے رشتہ دار، ہمسائے اور رفقاء آپ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ آپ کے ورثاء میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں ہو چکی ہیں جبکہ چھوٹا بیٹا اور بیٹی آرمی پبلک سکول گلگت میں زیر تعلیم ہیں۔

سپاہی محمد عیسیٰ شہید

(یاسین خاص، 4 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی محمد عیسیٰ 8 دسمبر 1978ء کو یاسین کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کیلئے آپ کو یاسین مڈل سکول تھوداس میں داخلہ کرایا گیا۔ دوران طالب علمی میں آپ فٹ بال کے بڑے شوقین تھے۔ آپ کو فوج میں شامل ہونے کا بھی بہت شوق تھا اسلئے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے شوق کی تکمیل کیلئے 15 جنوری 1996ء کو پاک فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ نے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 4 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات کیے گئے۔ اپنی مختصر عسکری زندگی سکردو اور استور کے محاذوں پر گزار دی۔ جب معرکہ کارگل شروع ہوا تو آپ اس وقت چھٹیاں گزارنے گھر آئے ہوئے تھے۔ یوں ایک ماہ کی چھٹی چھوڑ کر میدانِ کارزار کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ جولائی 1999ء کو معرکہ کارگل اپنے عروج پہ تھا اور دشمن بوکھلاہٹ کا شکار تھا کہ وہ کس طرح اپنی پوسٹیں واپس لے۔ لیکن ہمارے جوان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ڈٹ کر دشمن کو پسپا کر رہے تھے۔ 8 جولائی 1999ء کی صبح 8 بجے دشمن نے آپ کی پوسٹ پر توپ کے گولے برسائے جس کی زد میں آ کر آپ جامِ شہادت نوش کر گئے۔

9 جولائی 1999ء کو آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کے عمر رسیدہ والدِ محترم نے آپ کی شہادت پر اللہ کا شکر ادا کیا اور شہادت کو بیٹے کی کامیابی اور اپنے لئے باعث فخر قرار دیا۔

سپاہی حضرت قبول شہید

(بجایوٹ یاسین، 4 این ایل آئی رجمنٹ)

قوموں کی تعمیر میں تاریخ کا کردار ایک آئینہ جیسا ہوتا ہے کیونکہ ایک قوم اپنے ماضی میں جھانک کر مستقبل کیلئے راہ متعین کرتی ہے۔ اگر تاریخ بھلا دی جائے تو پھر روشن مستقبل کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ مملکتِ خداداد پاکستان کی تاریخ بحیثیت ملک اتنی پرانی نہیں ہے لیکن اس کی یہ مختصر تاریخ بھی بے مثال قربانیوں اور سرفروشی کی لازوال داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ قیامِ وطن کے وقت اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں اور بعد میں استحکام وطن کیلئے اس پر جان لٹانے والوں کو نہ صرف یاد رکھا جانا بلکہ ان کے ذکرِ خیر کو آنے والے نسلوں کے لئے محفوظ کرنا قوم کے اربابِ علم و دانش کیلئے امرِ واجب ہوتا ہے۔ انہی محسنوں میں سے ایک نام سپاہی حضرت قبول کا بھی ہیں جنہوں نے کارگل کی سنگلاخ اور برف پوش چوٹیوں کو اپنے لہو سے رنگین کیا۔

شہید سپاہی حضرت قبول 1964ء کو وادئ یاسین کے خوبصورت گاؤں بوجایوٹ میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کی پورے یاسین میں ایک ثقافتی اہمیت بھی ہے جہاں استاد حاجت قبول جیسے عظیم فنکار پیدا ہوئے۔ استاد حاجت قبول "سیرنی" (شہنائی) کے بڑے استاد مانے جاتے ہیں جو کہ یاسین کی ثقافت کا جھومر ہے۔ شہید حضرت قبول نے گورنمنٹ مڈل سکول یاسین سے مڈل پاس کیا اور اس کے بعد یکم جنوری 1984ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ وہ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 4 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ آپ نے اپنی پندرہ سالہ عسکری زندگی کشمیر، استور اور سکردو کے مختلف محاذوں پر گزار دی۔ آپ تیراکی کے فن میں ماہر تھے اور تند و تیز دریاؤں کو لمحوں میں پار کیا کرتے تھے۔

جب 1999ء میں کارگل کا معرکہ شروع ہوا تو سپاہی حضرت قبول نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر محاذ کیلئے پیش کردیا۔ آپ نے انتہائی دلیری سے اپنے پیشہ وارانہ فرائض انجام دیئے

اور دشمن کے کئی حملوں کو ناکام بنایا۔تاہم 9 جولائی 1999ء کو قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جب دراس سیکٹر میں آپ دفاعِ وطن کیلئے دوبدو دشمن سے لڑائی میں مصروف تھے تو اسی اثناء میں مخالف سمت سے آنے والے گولے کی زد میں آ کر جام شہادت نوش کیا۔

شہید کے چھوٹے بھائی حوالدار نیت قبول، سپاہی جمشید احمد اور سپاہی شکیل احمد بالترتیب 8 این ایل آئی رجمنٹ، 14 این ایل آئی رجمنٹ اور مجاہد فورس میں عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس امر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علاقہ یاسین کے ایک ایک خاندان کے کتنے کتنے افراد دفاعِ وطن میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

آپ کے ورثاء میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔بڑا بیٹا الطاف حسین اپنے کاروبار میں مشغول ہے جبکہ چھوٹا بیٹا الفت حسین، تحصیل یاسین میں زیر تعلیم ہے۔

*****

سپاہی محمد نادر شاہ شہید

(گندائے یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

قوم تیرے کارناموں کو ہرگز بھلا سکتی نہیں
موت تیرے نام کو ہرگز مٹا سکتی نہیں

خداوندِ ذوالجلال نے بنی نوع انسان کو اس کائنات میں بے مقصد تخلیق نہیں کیا، بلکہ اس کی تخلیق کردہ ہر چیز اپنے حصے کا کام انجام دینے کے بعد اپنے اصل میں واصل ہو جاتی ہے۔شہید بھی ایک خاص مقصد کیلئے ہی پیدا کیا جاتا ہے۔وہ بھی اپنے حصے کا کام کر کے امر ہو جاتا ہے اور اُسے حیاتِ جاوداں نصیب ہو جاتی ہے۔

شہید محمد نادر شاہ گندائے یاسین کے ایک عسکری گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔اس

گھرانے نے حصول پاکستان سے لیکر دور حاضر تک پاک فوج کا حصہ بن کر قربانیوں کی لازوال داستانیں رقم کی ہیں۔

شہید ایک نہایت ہی باہمت انسان تھے۔گاؤں کی تعمیر وترقی کے حوالے سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔اسی لئے جب بھی چھٹی آتے تھے تو اپنے گاؤں کے سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

شہید نے اپنی عسکری زندگی سیاچن، کشمیر اور سکردو کے مختلف محاذوں پر گزاری۔معرکۂ کارگل میں آپ اگلے مورچوں پر دشمن کے ساتھ برسر پیکار تھے۔7 جولائی 1999ء کو دشمن کی طرف سے زوردار حملے کو پسپا کرتے ہوئے وطن عزیز کا بھرپور دفاع کیا۔اگلی رات دشمن نے پھر سے آپ کی پوسٹ پر حملہ کر دیا، اس دوران شہید محمد نادر شاہ نے دشمن کا جوانمردی سے مقابلہ کرتے ہوئے 8 جولائی 1999ء کو وطن عزیز کی سربلندی کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

شہید کی دلی خواہش تھی کہ اپنے چھوٹے بھائی اور بیٹی کی اچھے انداز میں تعلیم وتربیت کر سکیں۔لیکن ان کی شہادت سے وہ اپنی یہ خواہش پوری نہ کر سکے البتہ چھوٹے بھائی احسان اللہ نے ان کی خواہش کے مطابق محنت جاری رکھی اور پبلک ایڈمنسٹریشن میں گریجویشن کر لیا۔اور آپ کی اکلوتی بیٹی مہوش تھی۔جو انتہائی ذہین تھیں اور آپ کی شہادت کے کافی عرصے بعد ایک حادثے میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

سپاہی شیر ولی خان شہید

(برکولتی یاسین، 4 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی شیر ولی خان 20 مئی 1969ء کو برکولتی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پرائمری تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی جبکہ مڈل گورنمنٹ ہائی سکول ہندور سے اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے پاس کیا۔ اس کے بعد انٹر کیلئے 1990ء میں ڈگری کالج گلگت میں داخلہ لے لیا۔ لیکن پھر آپ تعلیمی میدان کو خیر باد کہہ کر 11 نومبر 1991ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 4 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات کئے گئے۔ این ایل آئی کو معرکۂ کارگل سے پہلے باقاعدہ رجمنٹ کا درجہ حاصل نہیں تھا اسلئے تمام یونٹیں شہروں کی بجائے زیادہ تر آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے بلند و بالا محاذوں پر تعینات ہوا کرتی تھیں۔ شہید شیر ولی خان نے بھی کشمیر بارڈر ایریا سے اپنی عسکری زندگی کا آغاز کیا۔ یہاں پر تین سال گزارنے کے بعد آپ کا تبادلہ سکردو کے بالتورو سیکٹر میں ہوا۔ یہاں پر عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کی پوسٹنگ استور کردی گئی۔ اسی دوران معرکۂ کارگل بھی شروع ہوا۔ معرکہ کارگل میں آپ نے دشمن کے علاقے میں انتہائی جذبے اور دلیری سے دادِ شجاعت دی۔ آپ دشمن کے سامنے حتی المقدور ڈٹے رہے تاہم 9 جولائی 1999ء کو دشمن کے ایک حملے کے دوران گولی لگنے سے آپ شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے۔

آپ کے خاندان کے شہداء میں آپ کے علاوہ سپاہی شیر ولی شہید، 13 این ایل آئی رجمنٹ، سپاہی ضرب علی شہید اور سپاہی معراج خان (تمغۂ بسالت) شامل ہیں۔ جبکہ سپاہی اکبر خان، صوبیدار تحسن خان 7 این ایل آئی رجمنٹ، سپاہی محمد ولی 8 آزاد کشمیر اور کیپٹن محمد رفیع عسکری خدمات کی انجام دہی میں اب بھی مصروفِ عمل ہیں۔

شہید کی خواہش کے مطابق آپ کا بڑا بیٹا حنیف محمد آغا خان ہائر سیکنڈری سکول گلگت سے

ایف ایس سی کر رہا ہے اور چھوٹا بیٹا نثار علی ڈگری کالج یاسین طاؤس میں زیر تعلیم ہے۔ جبکہ بیٹی ثمرین آغا خان ایل آر ایس سکول میں جماعت ہشتم کی طالبہ ہے۔

*****

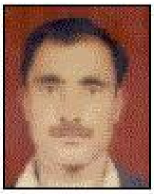

سپاہی نادر جان شہید

(برکولتی یاسین، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی نادر جان 1969ء کو وادی یاسین کے گاؤں برکولتی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں برکولتی سے حاصل کی۔ آپ بچپن سے ہی نیک صفت اور والدین کے فرمانبردار تھے۔ آپ کو فٹبال اور شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ آپ کی تربیت میں بڑے بھائی شیلی جان کا بہت بڑا کردار رہا ہے جو کہ ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے اور پاک فوج سے بحیثیت نائیک ریٹائر ہوئے۔

فوج میں شمولیت کے بعد آپ گلگت بلتستان کے مختلف بلند و بالا محاذوں پر انتہائی جانفشانی کے ساتھ عسکری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1999ء کو معرکۂ کارگل شروع ہوا تو آپ اس وقت گھر پر چھٹیاں گزار رہے تھے۔ وطن عزیز کی حفاظت کو مقدم جانتے ہوئے آپ راہ حق میں توشۂ جاں ہتھیلی پر لئے نکل پڑے۔ کارگل پہنچ کر اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے ہر حملے کو پسپا کرتے رہے۔ آپ نے دشمن کے ساتھ دو بدو لڑائی میں انتہائی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ آخرکار دشمن کے ایک گولے کی زد میں آکر آپ جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ کا جسد خاکی کارگل کی چوٹیوں میں ہی محوخواب ہے۔

آپ کے علاوہ آپ کے تین اور بھائی بھی پاک فوج سے منسلک ہیں۔ نائیک شیلی خان کے علاوہ دو چھوٹے بھائی سپاہی صاحب جان 21 ایس اینڈ ٹی ملتان کینٹ میں اور سپاہی شیر داد علی 32 آزاد کشمیر رجمنٹ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

باب پنجم

دہشتگردی کے خلاف آپریشنز

وادی یاسین سے تعلق رکھنے والے سرفروشانِ وطن معرکہ کارگل میں عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کے اَنمٹ نقوش چھوڑنے کے ساتھ ساتھ مملکتِ خداداد پاکستان کے قبائلی علاقوں اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں ملک کے اَمن کے خلاف سرگرم دہشتگردوں کا صفایا کرنے میں بھی پیش پیش رہے۔ یہ ان مٹھی بھر اندرونی دشمنوں کی ناسمجھی ہے کہ انہوں نے ایک ایسی فوج کو للکارنے کی کوشش کی ہے جس نے مشرقی سرحد پر اپنے سے زیادہ جنگی ساز و سامان سے لیس دشمن فوج کو اب تک لڑنے والی جنگوں میں ان کے ناپاک عزائم سمیت تہہ و تیغ کیا ہے۔ اب دشمن حملہ کرنے سے پہلے متعدد بار سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایسے میں اندرونی طور پر امن و امان میں خلل ڈالنے والوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا پاک فوج کے لئے کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ اگلے صفحات میں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں دادِ شجاعت دینے والے کچھ شُہداء کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا تعلق یاسین گلگت بلتستان سے ہے۔ اس کا مقصد بھی اپنے ملک کے اُن شہیدوں کی یاد کو زندہ رکھنا ہے جنہوں نے اپنے ملک کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ اِن شہیدوں کی زندگی اور اُن کا جذبہ حبُ الوطنی آنے والی نسلوں کیلئے مثال اور مشعل راہ ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ! افواجِ پاکستان نے دہشتگردی کے خلاف انتہائی کٹھن آپریشنز کئے جن میں آپریشن المیزان، راہ نجات، راہ راست، راہ حق، ضربِ عضب اور ردالفساد قابل ذکر ہیں جن کی بدولت دہشتگردوں کی کمر توڑ دی گئی۔ اگلے صفحات میں علاقہ یاسین کے اِن باہمت جوانمردوں کا ذکر کیا جا رہا، جنہوں نے ان آپریشنز کے دوران اپنی جانیں وطن کی حفاظت میں قربان کر دیں۔

سپاہی ظاہر علی خان شہید

(تھوئی درچ، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید ظاہر علی خان 9 دسمبر 1987ء کو تھوئی درچ میں مخان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول تھوئی سے مڈل پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول تھوئی کنو سے 2004ء میں میٹرک پاس کیا۔ بچپن ہی سے سپاہیانہ جذبات رکھتے تھے۔ آپ دسمبر 2004ء کو پاک آرمی میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے۔ ابتدائی 9 ماہ کی عسکری تربیت بونجی سینٹر میں کامیابی سے مکمل کرنے کے بعد 5 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ شروع سال میں اپنی یونٹ کے ہمراہ گلگت شہر میں تعینات ہوئے کیونکہ اس وقت گلگت شہر کے حالات فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے خراب تھے۔ بعد ازاں آپ کی یونٹ شمالی وزیرستان میں تعینات کر دی گئی۔ جہاں پر آپ شنکئی زائے پوسٹ پر بطور آپریٹر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 3 اور 4 اپریل 2006ء کی درمیانی شب دہشتگردوں کی بھاری نفری جو کہ ایک اندازے کے مطابق تقریباً 1500 تھی، اچانک پوسٹ پر حملہ آور ہو گئی۔ آپ اس وقت سنتری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ تقریباً تین گھنٹے تک مشین گن سے دہشتگردوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر دہشتگردوں نے راکٹ لانچر سنتری پوسٹ پر داغ دیا جو کہ شہید کے سینے پر لگا اور آپ موقع پر ہی جامِ شہادت نوش کر گئے۔ آپ کے ساتھ حوالدار شاہ رئیس اور سپاہی مجید الرحمن بھی شہید ہو گئے جن کا تعلق بالترتیب پونیال اور چترال سے تھا۔

سپاہی قیوم ولی شاہ شہید

(املست یاسین، 183 میڈیم آرٹلری رجمنٹ)

قیوم ولی شاہ شہید 11 اگست 1982ء کو ضلع غذر کی تحصیل یاسین کے گاؤں املست میں پیدا ہوئے۔ قیوم ولی شاہ کی ابتدائی تربیت گھر میں قرآن پاک کی تعلیم سے ہوئی۔ دنیاوی تعلیم کیلئے آپ کو گورنمنٹ ہائی سکول ہندور، جو کہ اب لالک جان شہید نشان حیدر ہائی سکول کے نام سے منسوب ہے، میں داخل کرایا گیا۔ پھر آپ نے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد پڑھائی کو خیر باد کہہ دیا کیونکہ آپ والدین کے سب سے بڑے فرزند تھے اور گھر کے کام کاج میں بزرگ والد کا ہاتھ بٹانا ضروری ہو گیا تھا۔ گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ آپ کاروبار میں بھی مشغول رہے۔ چونکہ آپ کو فوج میں شمولیت کا حد درجہ شوق تھا اسلئے آپ اپنے چچا سب انسپکٹر کریم شاہ کے ساتھ فوج میں بھرتی ہونے کیلئے گلگت آ گئے۔ پہلی کوشش میں آپ جسمانی طور پر ان فٹ قرار دے دیئے گئے لیکن یہ آپ کا شوق ہی تھا کہ آپ نے کوشش جاری رکھی۔ آپ نے گلگت (CMH) سے علاج کروایا اور بالآخر 11 نومبر 1999ء کو آپ پاک فوج میں بھرتی ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ این ایل آئی سینٹر بونجی سے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ کو مزید تربیت کیلئے اٹک بھیجا گیا۔ وہاں سے آپ نے توپ خانے کے شعبے کی تربیت حاصل کی۔ 6 ماہ کی تربیت کے بعد آپ کی تعیناتی 183 میڈیم آرٹلری رجمنٹ لاہور کر دی گئی۔ مئی 2003ء کو آپ کی یونٹ گلتری میں تعینات ہوئی۔ اس وقت پاک بھارت تعلقات بہت ہی خراب تھے۔ بھارت کی طرف سے اندھا دھند فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا اور لائن آف کنٹرول پر گولہ باری کا تبادلہ معمول بن گیا تھا۔ شیر دل نوجوان قیوم ولی شاہ نے ان حالات میں انتہائی جرأت اور جوانمردی کا ثبوت دیا۔

2005ء میں آپ کی یونٹ لاہور واپس آ گئی۔ 2007ء میں وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن اپنے عروج پر تھا۔ جب آرٹلری کے جوانوں کی 14 بلوچ کے ساتھ وانا

وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف جنگ میں جانے کیلئے انتخاب کی نوبت آئی تو 183 میڈیم رجمنٹ کے یونٹ کمانڈر نے جوانوں کو جمع کر کے پوچھا کہ " آپ میں سے کون سے جوان رضاکارانہ طور پر وانا آپریشن کیلئے تیار ہیں"۔ توان جوانوں میں سے سپاہی شہید قیوم ولی شاہ آگے بڑھنے والوں میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے وانا آپریشن کیلئے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کر دیا۔ آپ کا یہ عمل آپ کے جذبہ جہاد کا غماز تھا۔ کمانڈنگ آفیسر نے ان کے جذبات کو سراہا اور محاذ پر جانے سے پہلے ان کو چھٹی پر بھیج دیا۔ چھٹی گزارنے کے بعد آپ 10 اگست 2007ء کو 14 بلوچ رجمنٹ کے ساتھ وانا آپریشن "راہ راست" کیلئے روانہ ہو گئے۔ اس وقت 14 بلوچ رجمنٹ کا قافلہ بنوں سے شمالی وزیرستان میرانشاہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں خود کش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں خود، شہید قیوم ولی، میجر رینک کے ایک آفیسر اور دیگر چار ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ گویا شہید نے اپنے مقام شہادت کو ہی پا نا تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس جنگ کیلئے رضاکارانہ طور پر پیش کیا۔

شہید قیوم ولی شاہ کو 27 اگست 2007ء کو آبائی گاؤں املست میں فوجی اعزاز کے ساتھ سپردخاک کیا گیا۔ شہید سپاہی قیوم ولی شاہ کے والد بدل بیگ خود 8 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ ایک چھوٹے بھائی محمد انور 41 آزاد کشمیر رجمنٹ میں اور دوسرے بھائی قاسم خان 2 این ایل آئی رجمنٹ میں اپنی عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شہید قیوم ولی کے چھوٹے بھائی مبشر شاہ کے تاثرات:۔

"مجھے یقین ہے کہ پاک فوج کے تمام سپاہی جانباز اور بہادر ہیں۔ وہ ملک وملت کی آن پر اپنا تن من دھن قربان کرنے سے دریغ نہیں کریںگے اور دشمن کی جارحیت قبول کرنے کے بجائے وطن کیلئے قربان ہو جانا پسند کریںگے۔ ہمارے وطن عزیز پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا ہمارے بہادر جوانوں نے بھرپور انداز سے حالات کا مقابلہ کیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ دیکر اس ملک کو ہر خطرے سے بچایا ہے۔ مجھے نہ صرف اپنے بھائی قیوم ولی شاہ بلکہ پاک فوج کے ہر شہید اور غازی سپاہی پر فخر ہے"۔

سپاہی قربان خان شہید

(طاؤس یاسین، 7 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید قربان خان 03 مارچ 1980ء کو یاسین کے گاؤں طاؤس میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کے والد محترم شیر عالم چترال سے ہجرت کرکے تحصیل یاسین میں آباد ہوئے۔

1986ء میں آپ کے والد نے آپ کو گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 گلگت میں داخل کرایا۔ آپ نے 1997ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ان کے والد چاہتے تھے کہ ان کا اکلوتا بیٹا اعلیٰ تعلیم حاصل کرے لیکن آپ نے فوج میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی تو والد صاحب نے ان کی اس خواہش کو پورا کیا اور 1998ء میں آپ کو این ایل آئی سینٹر بونجی میں بھرتی کروا دیا۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد کارگل معرکہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں آپ نے عسکری زندگی کا آغاز ہی جنگی معرکے سے کیا۔ تین سال یونٹ میں عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کی یونٹ 7 این ایل آئی رجمنٹ کی پوسٹنگ 2002ء کو کشمیر کر دی گئی۔ 2005ء کو 7 این آیل آئی کو شمالی وزیرستان میں المیزان آپریشن کیلئے بھیجا گیا۔

19 اکتوبر 2007ء کو گاڑی میں سوار گشت کے دوران راستے میں بارودی سرنگ پھٹنے سے ایک میجر آفیسر سمیت سپاہی قربان خان موقع پر ہی جامِ شہادت نوش کر گئے جبکہ گاڑی میں سوار باقی تین سپاہی شدید زخمی ہو گئے جن میں یاسین ہندور سے تعلق رکھنے والا سپاہی محمد قیوم خان بھی زخمی ہوئے۔

آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سپاہی منور آمان اور کمانڈو ساعت آمان پاک فوج میں اب بھی اپنی عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سپاہی گلزار خان شہید

(ناز بر یاسین، 15 این ایل آئی رجمنٹ)

وطن عزیز کی حفاظت ہر فوجی جوان کا اولین مقصد ہوتا ہے۔ تاکہ اس دھرتی ماں پر کوئی آنچ نہ آئے اور نہ ہی اس کی طرف کوئی میلی آنکھ اُٹھے۔ 1965ء یا 1971ء کی جنگیں ہوں معرکہ کارگل ہو یا دہشتگردوں کے خلاف جنگ پاک آرمی کا ہر جوان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند دشمن کیخلاف صف آرا رہا ہے اور دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملاتا رہا ہے۔ پاک فوج کے جوان وطن عزیز کے ہر شہری کی حفاظت و بقاء کو اپنی جانوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک داستانِ شجاعت سپاہی گلزار خان کی بھی ہے۔

شہید گلزار خان مورخہ 15 اگست 1984ء کو یاسین ناز بر میں خاندانِ رستم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب نے بیٹے کو نزدیکی پرائمری سکول میں داخل کرایا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول یاسین تھوداس سے 2003ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ شہید بچپن سے ہی اعلیٰ عادات و اطوار کے مالک تھے۔ آپ والدین، بزرگوں سے محبت اور ہمسائیوں کی مدد میں پیش پیش رہتے تھے اور جذبہ حب الوطنی اور جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ اسی جذبے کو روبہ عمل لانے کیلئے آپ 2004ء میں پاک فوج میں شامل ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد جون 2005ء میں 15 این ایل آئی میں تعینات کر دیئے گئے۔ قابلیت کی بنیاد پر یونٹ کے سی او صاحب نے آپ کو یونٹ کی انٹیلی جنس سیکشن کا حصہ بنا دیا۔ انہوں نے اپنی اس نئی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔

سیالکوٹ اور لاہور کے بارڈرز پر رہتے ہوئے آپ نے اپنے فرائض انتہائی احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔ شہید گلزار خان کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ نے فوج میں رہتے ہوئے 2008ء میں ایف اے کا امتحان پاس کر لیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ ایم اے

کریں۔2008ء کو شہید گلزار خان رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔اسی اثناء میں آپ کی یونٹ کو میرانشاہ شمالی وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف کارروائی کے لئے چنا گیا۔مردِ مجاہد، شیر دل سپاہی، گلزار خان اپنے جذبوں کے ہمراہ یونٹ کے شانہ بشانہ تھے۔انتہائی نامساعد حالات میں آپ نے سات ماہ تک جواں مردی سے اپنے فرائض سرزمین کی بقاء کیلئے وقف کیے رکھے۔

مورخہ 30 مارچ 2009ء میں بنوں سے میرانشاہ آنے والا کانوائے کو 15 این ایل آئی کی ''کیو آر ایف'' پلاٹون اپنی زیر نگرانی لے کر آ رہی تھی کہ بنوں کے قریب بکاخیل کے مقام پر ملک دشمن خودکش بمبار کانوائے کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیا۔سپاہی گلزار اور ان کے پانچ دیگر ساتھیوں نے اُسے روکنے کی کوشش کی تو خودکش بمبار نے خود کو اڑا دیا۔دھماکے کے نتیجے میں آپ اور آپ کے دیگر ساتھی جام شہادت نوش فرما گئے۔

آپ کو 2 اپریل 2009ء کو آبائی قبرستان ناز بر میں اپنے چچا حوالدار شیر نادر شہید کے دائیں پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

*****

صوبیدار وزیر بخت شہید (تمغۂ بسالت)

(تھوئی یاسین، 101 فیلڈ آرٹلری رجمنٹ)

وہ ایک شاہین چشم پیشہ ور دیدبان تھے۔نقشہ بینی اور صحیح نشانے پر گولے گرانے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ایک سپاہی کے اندر جو خصوصیات ہونی چاہیں وہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔یوں سمجھئے کہ وہ ایک پیدائشی مردِ مجاہد تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے پیشہ وارانہ کورسز میں پوزیشن حاصل کرتے تھے۔

شہید صوبیدار وزیر بخت، تمغۂ بسالت، 1958ء کو یاسین تھوئی کے ایک گاؤں درسکین میں

محترم غلام مرادشاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے کئی ماہ قبل گاؤں نازبر سے ایک بزرگ نے شہید کی پیدائش کی خبر والد کو دی تھی کہ جمعرات کے دن فلاں تاریخ کو آپ کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی۔اس بچے کا نام بزرگ نے خود وزیر بخت تجویز کیا اور ساتھ ساتھ اس بزرگ نے بچے کی عادات وخصائل کے بارے میں پیشگوئی کی تھی۔یوں مقررہ دن بچے کی پیدائش ہوگئی اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر بزرگ کی پیشگوئی کردہ عادات وخصائل بھی نمودار ہونے لگے۔یوں اس بزرگ کی پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں۔

شہید،صوبیدار وزیر بخت نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گاؤں درسکین میں واقع آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول سے کیا۔استادِ محترم محمد امین کے زیر سایہ 1968ء میں پرائمری کا امتحان پاس کیا۔1973ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول گاہکوچ میں دیا مگر پہلی بار آپ کامیاب نہ ہوسکے۔اس کے بعد شہید کافی عرصہ گھر پر رہے اور گھریلو کام کاج میں والدین کا ہاتھ بٹاتے رہے۔آپ نے 20 اگست 1980ء کو پاک فوج میں شمولیت اختیار کر لی۔ابتدائی ٹریننگ کے بعد 451 مونٹین بیٹری آرٹلری (توپ خانہ) میں پوسٹنگ ہوئی۔15 مئی 1991ء کو لانس نائیک کے عہدے پر ترقی ملی۔خداداد صلاحیتوں کے بناء پر آپ ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے اور ایک سال بعد یعنی 1992ء میں نائیک کے عہدے پر فائز ہوگئے۔پھر چند ماہ کے اندر اندر نائیک سے حوالدار بنے۔15 اگست 1996ء کو نائب صوبیدار اور 21 فروری 2003ء میں صوبیدار کے منصب پر فائز ہوگئے۔

1999ء کو جب معرکہ کارگل شروع ہوا تو اس وقت شہید اینٹی ایئر کرافٹ گن پوزیشن میں بطور گن پوزیشن آفیسر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور دشمن کے ٹھکانوں پر درستگی سے فائر کرتے رہے اس دوران آپ کی اعلیٰ کارکردگی پر آپ کو تمغۂ بسالت سے نوازا گیا۔شہید نے وادیٔ کشمیر، سیاچن، سکردو، ضلع استور، شکمہ، بلگرری، منی مرگ، کامری، لاہور، کوہاٹ اور جنوبی وزیرستان میں عسکری خدمات سرانجام دیں۔

جون 2006ء میں آپ کی یونٹ کوہاٹ سے جنوبی وزیرستان میں تعینات ہوئی تو شہید تین سال تک جنوبی وزیرستان میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دہشتگردوں کیخلاف نبرد آزما رہے۔ دیتہ خیل میں واقع دہشتگردوں کے ٹھکانوں کو تباہ کرنے کیلئے 5 اپریل 2009ء کو انفنٹری کی ایک یونٹ کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بناء پر آپ دہشتگردوں کے ٹھکانوں کو کامیابی سے زمین بوس کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ 9 جون 2009ء کو تورچھیڑ کوہی وال پوسٹ پر آبزرور کی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہوئے دہشتگردوں کی طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں گولی لگنے سے جام شہادت نوش کر گئے۔

اے وطن تو نے پکارا تو لہو کھول اٹھا

تیرے بیٹے، تیرے جانباز چلے آتے ہیں

شہید اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے ہمسایوں، رشتہ داروں اور رفقاء میں ہر دلعزیز تھے۔ معاشرے کے معذور افراد سے انہیں خصوصی ہمدردی تھی اور ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ مطالعہ کے بڑے شوقین تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ نے فوج میں رہتے ہوئے پہلے میٹرک اور بعد میں انٹر کا امتحان بھی پاس کیا۔ اس کے علاوہ آپ پولو کھیلنے کے بھی بہت شوقین تھے۔ اسی لئے کشمیر سے ایک گھوڑا بھی خرید لائے تھے۔

آپ کے خاندان سے میجر شفاخان، کیپٹن نور الامین اور کیڈٹ رحیم بیگ بطور کمیشنڈ آفیسر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے دو حقیقی بھائی قدم شاہ اور نجگی خان پاک آرمی سے ریٹائرڈ ہیں۔ شہید کے پسماندگان میں بیوہ سمیت چار بیٹیاں اور اکلوتا بیٹا اسلم شاہ شامل ہیں۔ آپ کے بچے آرمی پبلک سکول اینڈ کالج گلگت جوٹیال میں مختلف جماعتوں میں زیر تعلیم ہیں۔

سپاہی محمد حسین شہید

(سندی یاسین، 3 آزاد کشمیر رجمنٹ)

ہم جب شہید محمد حسین کے حالات زندگی اور واقعہ شہادت کے بارے میں معلومات کے حصول کیلئے اُنکے گھر پہنچے تو اُنکی اہلیہ نے فرط جذبات میں ہماری مشکل یہ کہہ کر آسان کر دی کہ وہ اپنے شہید شوہر کے بارے میں اپنے تاثرات تحریری طور پر ہمیں مہیا کرینگی۔ اُنکے تاثرات پڑھ کر ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ ان الفاظ کو من وعن متن کا حصہ بنا دیا جائے۔ شہید کی حوصلہ مند بیوی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔

''محمد حسین 31 جولائی 1977ء کو وادی یاسین کے ایک خوبصورت گاؤں سندی میں پیدا ہوئے۔ محمد حسین نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے ہی حاصل کی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہونے کا ارادہ کیا۔ بچپن سے ہی وطن عزیز کی حفاظت اور خدمت کرنے کا بہت شوق تھا۔ آخر کار آزاد کشمیر رجمنٹ سینٹر مانسر کیمپ میں جا کر آرمی میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کا تبادلہ 3 آزاد کشمیر رجمنٹ میں کر دیا گیا جو ان دنوں بہاول پور میں تعینات تھی۔ بہاولپور میں تین سالہ ڈیوٹی دینے کے بعد آپ کا تبادلہ سیاچن کر دیا گیا۔ سیاچن کے بلند و بالا محاذ پر دوران ڈیوٹی آپ کے ساتھ ایک حادثہ بھی پیش آیا جسے آپ نے خود اپنی ڈائری میں بھی قلمبند کیا ہے۔ واقع کے مطابق سیاچن گیاری سیکٹر تابش پوسٹ میں محمد حسین کے ساتھ ان کے دیگر تین رفقاء مرزا حسن (غلق) محمد خان (گوپس) اور حاجی مراد (اشکومن) زیادہ برف پڑنے کی وجہ سے اگلو کے اندر دب گئے اور تین دن تک بغیر کھانے کے اگلو کے اندر ہی زندہ رہے۔ تین دن کے بعد جب موسم صاف ہو گیا تو دوسرے جوانوں نے آ کر انہیں وہاں سے نکالا۔

30 ستمبر 2005ء کو آپ کا اپنے خاندان میں ہی رشتہ ازدواج طے پا گیا۔ دونوں میاں

بیوی ازدواجی زندگی میں بہت خوش تھے۔شادی کے ایک سال بعد خدا نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا، جس کا نام انہوں نے مستنصر حسین رکھا۔شہید محمد حسین کو ملک وقوم کی خاطر جان دیکر شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔وہ اپنی اہلیہ سے اکثر کہتے کہ مرنا تو ہر انسان کو ہے لیکن شہادت کا رتبہ پاکر دنیا میں ہمیشہ کیلئے نام زندہ رکھنا مجھ جیسے انسان کو کہاں نصیب ہوتا ہے۔شہید محمد حسین نے شہادت کے چار دن پہلے اپنی اہلیہ سے فون پر بات کرتے ہوئے یہ وصیت کی تھی۔

''میری تمنا ہے کہ میں اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ دوں اور آپ میری خاطر میری ایک وفادار بیوہ بن کر اپنی معصوم زندگی کا نذرانہ دے دو۔تا کہ دنیا والے ہم دونوں کی مثالیں دیں اور میری شہادت کے بعد آپ علاقے کے دوسرے لوگوں کیلئے ایک مثال بن کر جییا تا کہ آپ کی دیکھا دیکھی دوسرے شہداء کی بیویاں بھی اپنے معصوم پھول جیسے بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی شفقت مہیا کریں۔میری شہادت کے بعد میرے بیٹے کیلئے صرف ماں ہی نہیں بلکہ اُسے باپ بھی بن کر سنبھالنا اور اُسے اچھی تربیت دینا تا کہ بیٹا بڑا ہو کر آپ کی اس عظیم قربانی کو سمجھ سکے اور میرے بزرگ والدین کا بھی خیال رکھنا۔''

شہید محمد حسین کسی غیر میں اور اپنے میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ہر ایک کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے تھے۔شہید محمد حسین ایک اچھے کھلاڑی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر بھی تھے۔وہ اپنی چھٹیوں کا زیادہ تر وقت شاعروں کی محفل میں گزارتے تھے۔دوران ڈیوٹی سیاچن کی پوسٹ غازی بیس میں اپنی اہلیہ سے محبت اور ان کی یاد کو کھوار زبان میں کلام قلم بند کیا تھا۔جس کا موضوع صرف جدائی پر مبنی ہے۔ے

لو دیت کہ کھوارا مشغول گی دی بوئے
خطا کار انسان اُسوم غلطی دی بوئے
بو فخر نو کورے تن حُسنو سورا
فیصلہ قسمتو جدائی دی بوئے

ترجمہ۔میرے محبوب مجھ سے کھوار زبان میں گفتگو کرو۔خطا کار انسان سے کوئی غلطی بھی ہو

سکتی ہے۔البتہ اپنے حسن پر زیادہ فخر نہ کیا کرو کیونکہ قسمت میں جدائی بھی ہوسکتی ہے یعنی اگر پرستار موجود نہ رہے تو حسن کی اہمیت نہیں رہتی۔

شہید محمد حسین سیاچن سے 3 مارچ 2008ء کو کھاریاں گئے اور یکم فروری 2009ء کو 20 دن کی چھٹی پر گھر آئے اور اسی آخری چھٹی میں اپنے تمام رشتہ داروں سے ملنے گئے۔وہ اپنے بزرگ والدین سے بہت ساری دعائیں لیکر کھاریاں روانہ ہوئے۔یکم جون 2009ء کو آپ کو سوات آپریشن کیلئے منتخب کیا گیا۔نوشہرہ پہنچ کر آپ نے اپنے والدین اور اہلیہ سے فون پر رابطہ کیا اور اسی طرح 7 جون کو آخری بار کال کی اور اپنی بیوی کو کئی نصیحتیں کیں گویا ان کو اپنی شہادت کے اشارے مل چکے تھے۔10 جون کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملکر دہشتگردوں کے خلاف برسر پیکار رہے۔اس دوران آپ اپنے کمپنی کمانڈر میجر ظفر کے ساتھ تھے۔11 جون کو بھی طالبان کے خلاف لڑتے ہوئے میجر ظفر کے ساتھ آگے بڑھتے گئے اور 11 جون کو دن 1 بجے سوات کے گاؤں ہینگورہ میں دہشتگردوں کے ساتھ شدید مقابلہ ہوا۔اسی دوران آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

میں راقمہ صفیہ حسین زوجہ شہید محمد حسین نے بس اپنے شہید خاوند کے حالاتِ زندگی قلم بند کر دیئے ہیں۔میں اُن کی یادوں کے سہارے اکلوتے بیٹے کے ساتھ ان کی وصیتوں کو مدنظر رکھ کر جی رہی ہوں اور فخر سے کہتی ہوں کہ میرے خاوند نے وطن عزیز کی عزت وآبرو کی خاطر لڑتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ مجھے اپنے شوہر سے سچا پیار ہے اور مرتے دم تک یہ محبت انشاءاللہ ایسے ہی قائم رہے گی۔اپنے شوہر سے جدائی کے ان سات سالوں میں میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ محبت سچی ہو تو مسائل اور مشکلات سے انسان کبھی بھی نہیں گھبراتا ہے۔اگرچہ وہ جسمانی طور پر مجھ سے جدا ہے لیکن روحانی طور پر وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے"۔

راقمہ صفیہ حسین

سپاہی شیرُ داللہ بیگ شہید (تمغۂ بسالت)

(قرقلتی یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی شیرُ داللہ بیگ 12 دسمبر 1984ء کو وادی یاسین کے ایک خوبصورت گاؤں قرقلتی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول قرقلتی سے حاصل کی۔ اس کے بعد 1995ء میں آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول قرقلتی میں داخلہ لیا اور 1998ء میں جماعتِ ہشتم کا امتحان پاس کرنے کے بعد 2000ء میں گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے امتیازی نمبروں کے ساتھ میٹرک پاس کرلیا۔ شہید سپاہی شیر داللہ بیگ اپنے طالب علمی کے دور میں ایک ہونہار، قابل اور فرمانبردار شاگرد تھے جس پر ان کے اساتذۂ کرام ہمیشہ فخر کرتے تھے۔

شہید شیرُ داللہ بیگ (تمغۂ بسالت) ستمبر 2003ء کو این ایل آئی رجمنٹ میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 12 این ایل آئی میں تعینات ہو گئے۔ اس وقت 12 این ایل آئی سیاچن میں تعینات تھی۔ اسی دوران سیاچن میں ان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا تھا جس میں ایک برفانی تودہ گرنے سے آپ اور آپ کا ایک اور ساتھی شدید زخمی ہو گئے تھے تاہم بہ فضلِ خدا وہ جلد صحت یاب ہو گئے۔

2003ء میں آپ کی یونٹ سیاچن سے سیالکوٹ متعین ہو گئی۔ آپ اپنی یونٹ میں بڑے بہادر اور دلیر سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے اور فائرنگ میں بڑے ماہر تھے جس کی وجہ سے آپ کو کئی انعامات سے نوازا گیا تھا۔ دو سال سیالکوٹ میں گزارنے کے بعد 2009ء میں آپ کی یونٹ کو سوات آپریشن کیلئے منتخب کیا گیا۔

مارچ 2009ء میں ایک مہینہ چھٹی گزارنے کے بعد آپ واپس یونٹ گئے تب سوات میں خطرناک جنگ جاری تھی۔ اسی دوران شہید شیر داللہ بیگ اور ان کے بچپن کے ایک دوست فیض آمان نے وعدہ کیا کہ حالات جیسے بھی ہوں دلیری اور ایمانداری سے لڑیں گے اور مشکل وقت میں

ایک دوسرے کی مدد بھی کریںگے۔اس عزم کے ساتھ وہ تقریباً ایک مہینے تک آپریشن کا حصہ رہے۔ اس دوران آپ نے کئی دہشتگردوں کو واصل جہنم کیا۔بالآخر چکدرہ کے مقام پر دہشتگردوں کے ساتھ سخت جھڑپ ہوئی جس میں آپ شدید زخمی ہوگئے۔اُس لڑائی میں آپ کے ساتھ آپ کا بچپن کا دوست فیض آمان بھی تھا۔جب حادثہ ہوا تو ان کے دوست فیض آمان ان کے پاس آگئے۔انہوں نے اُس کی آواز سن کر ایک بار آنکھیں کھولیں اور اُس کی طرف دیکھا اور اس کی گود میں جان اللہ کے حوالہ کردی۔فیض آمان کے بقول شہید کے سر پہ دو گولیاں لگی تھیں اور ان کے منہ سے ''یا اللہ یا اللہ'' کے الفاظ نکل رہے تھے۔کیا دوستی تھی ان کے درمیان جو آخری سانس تک نبھائی گئی۔ان کی شہادت نہ صرف پاک فوج بلکہ پوری قوم اور خصوصاً ان کے خاندان کیلئے انتہائی قابل فخر ہے۔شہید کی اس دلیری، پیشہ وارانہ مہارت اور قربانی کے جذبے کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے انہیں تمغۂ بسالت سے نوازا۔

شہید شیرُ داللہ (تمغۂ بسالت) دور طالب علمی سے فٹ بال کے بڑے شوقین تھے۔آپ بروشسکی اور کھوار زبان میں شاعری بھی کرتے تھے۔شہید کے دادا طوطی خان اپنے علاقے کے نامور شکاری تھے۔شہید کو بچپن سے ہی بندوقوں سے کافی لگاؤ تھا۔بڑے ہوکر انہوں نے فائرنگ میں مہارت حاصل کی۔شہید اپنی یونٹ میں بھی بہترین فائرر کے طور پر جانے جاتے تھے۔

شہید شیر داللہ بیگ، تمغۂ بسالت، کی شہادت کے دو ماہ بعد یعنی 14 اگست 2009ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام علی حیدر رکھا گیا۔شہید کے خاندان میں ان کے چچا حاضر بیگ اور چچازاد بھائی افضل آمان نے بھی دفاع وطن کیلئے اپنی جان کی قربانی دی جبکہ شہید کے دو سگے بھائی سپاہی مراد آمان، 28 آزاد کشمیر رجمنٹ میں اور نائیک نادر آمان، آرٹلری رجمنٹ میں عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سپاہی نظر علی شاہ شہید

(تھوئی درسکن یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

ابھی عشق کا امتحان باقی تھا۔۔۔مٹی کا حق ابھی پوری طرح ادا نہیں ہوا تھا۔۔۔امانتیں ابھی پوری نہیں ہوئی تھیں۔۔۔۔جان تو ہتھیلی پہ رکھ کر پیش کی تھی۔۔۔۔جواب موصول ہوا۔۔۔نہیں۔۔۔ابھی نہیں۔۔۔آگے چل کر مادر وطن کو تمھاری ضرورت ہے۔۔۔شہادت تو مقدور ہے لیکن یہاں پر نہیں۔۔۔ہر ذی روح کو قدرت ایک خاص مقصد کیلئے تخلیق کرتی ہے اور ہر ذی روح کیلئے وقت مقرر ہے جس کے آنے پر نہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتا ہے اور نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکتا ہے۔یہ قانونِ قدرت ہے۔

شہید سپاہی نظر علی شاہ نے شہادت سے پہلے ہی شہادت کو قریب سے دیکھا تھا۔جس کی شہادت المیزان آپریشن سوات میں لکھی گئی ہو وہ سیاچن کے محاذ پر شہادت سے کیسے ہمکنار ہو سکتا تھا۔سیاچن کے محاذ کے حوالے سے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اس بلند ترین محاذ پر اپنی موجودگی کا احساس دلانا ہی دشمن پر ایک ہیبت طاری کر دیتا ہے۔شہید محاذِ سیاچن پر دوران ڈیوٹی اپنے تین ساتھیوں سمیت برفانی تودہ کی زد میں آکر معجزانہ طور پر بچ گئے تھے جبکہ دیگر تینوں ساتھی موقع پر ہی شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے تھے۔

شہید سپاہی نظر علی شاہ نے گورنمنٹ ہائی سکول تھوئی سے مڈل پاس کرنے کے بعد 19 اکتوبر 1999ء کو پاک آرمی میں شمولیت اختیار کی۔ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سنٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 12 این ایل آئی رجمنٹ کے ساتھ منسلک کر دیئے گئے۔اپنی عسکری زندگی کشمیر، سیالکوٹ، کوئٹہ، مری، سیاچن اور کھاریاں میں احسن طریقے سے نبھاتے رہے۔ 2009ء میں سوات کے اندر نام نہاد عناصر نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو پاک فوج کے کندھوں پر اندرونی دشمنوں سے نپٹنے کیلئے ایک اور ذمہ داری آن پڑی۔چنانچہ آپریشن المیزان 2009ء

میں سپاہی نظر علی شاہ دہشتگردوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچاتے ہوئے لڑائی کے دوران گولی لگنے سے شہید ہو گئے۔

جان دی، دی ہوئی تھی اُسی کی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ کے خاندان میں آپ کے چچا زاد بھائی صوبیدار وزیر بخت شہید کو معرکۂ کارگل کے دوران غیر معمولی بہادری دکھانے پر تمغۂ بسالت سے نوازا گیا جو بعد ازاں وزیرستان میں شہادت کے رتبے سے ہمکنار ہوئے۔ شہید کے ورثاء میں پانچ بیٹیاں ہیں۔

*****

سپاہی جاوید احمد شہید

(یاسین خاص، 15 این ایل آئی)

مملکت خداداد پاکستان کے حصول کیلئے جہاں لاکھوں فرزندانِ توحید نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا وہاں اس ارض پاک کے استحکام کیلئے ہزاروں فوج کے جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان درخشندہ ستاروں میں سے ایک نام سپاہی جاوید احمد کا بھی ہے جنہوں نے وطن عزیز کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔

سپاہی جاوید احمد شہید نے فروری 1982ء میں وادی یاسین کے ایک معروف گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول یاسین تھوداس سے حاصل کی۔ دورِ طالب علمی سے ہی آپ کو پاک فوج میں بھرتی ہونے کا بہت شوق تھا اور آپ کو پاک فوج کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جس کا ہمیشہ سے جاوید کو انتظار تھا اور دسمبر 2003ء میں آپ نے این ایل آئی سینٹر بونجی کا رخ کیا اور بحیثیت سپاہی بھرتی ہو گئے۔ ایک سال کی ابتدائی عسکری تربیت

کے بعد آپ 15 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے جو کہ ان دنوں سیالکوٹ میں تھی اور سیاچن جانے کی تیاری کر رہی تھی ۔جاوید احمد دلیر اور بہادر سپاہیوں میں سے ایک تھے جنہوں نے ہمیشہ کٹھن حالات میں کام کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔دو سال سیاچن گلیشیئر کے ان بلند و بالا اور برف پوش پہاڑوں میں اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا اور اس کے بعد یونٹ کے ساتھ لاہور چلے گئے ۔وہاں زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ آپریشن راہ نجات میں ان کی پوسٹنگ میرانشاہ شمالی وزیرستان میں ہوگئی ۔وہاں پر یونٹ کو دہشتگردوں کے ٹھکانوں کو ختم کرنے کا کٹھن کام سونپا گیا۔شہید جاوید احمد اس تمام مشن میں پیش پیش تھے ۔

یکم مارچ 2010ء کو شہید جاوید احمد آخری بار چھٹی پہ آئے ۔چھٹی ختم ہونے پر وہ اپریل میں اپنے عزیز و اقارب سے فرداً فرداً ملے اور ان سے اپنی حق میں دعا کی اپیل کی۔ 17 اپریل کو وہ بنوں سے میرانشاہ کی طرف روانہ ہوئے ۔22 اپریل کو سپاہی جاوید احمد کی کمپنی میرانشاہ سے دتہ خیل جا رہی تھی ۔واپسی پر بونیال گاؤں میرانشاہ میں اچانک دہشتگردوں کی کثیر تعداد حملہ آور ہوگئی ۔دہشتگردوں اور جاوید احمد شہید کی کمپنی کے درمیان دوبدو لڑائی شروع ہوگئی ۔اس لڑائی کے دوران جاوید احمد شہید اپنی یونٹ کے ریزرو گروپ کے ساتھ تھے ۔ضرورت پڑنے پر آپ کے ریزرو صیغے کو بھی طلب کر لیا گیا۔آپ نے سب سے پہلے مشین گن سنبھالی اور دہشتگردوں کے یلغار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے جس کی وجہ سے دہشتگرد آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہوگئے ۔جاوید احمد شہید دہشتگردوں کو مسلسل للکارتے رہے اور آپ کی اس دلیرانہ کارروائی کی وجہ سے دشمن کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔اسی دوران ایک گولی ان کے ماتھے پہ آ لگی۔آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے ۔جب شہید کا سبز ہلالی پرچم میں لپٹا جسد خاکی آپ کے آبائی گاؤں یاسین خاص پہنچا تو آپ کے خاندان کا حوصلہ دیکھ کر سب کا دل اور بھی مضبوط ہوگیا۔پاک آرمی کے چاق چوبند دستے نے شہید جاوید احمد کو فوجی اعزاز کے ساتھ آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا۔شہید کی شہادت کے 8 مہینے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام تاشیر جاوید رکھا گیا۔

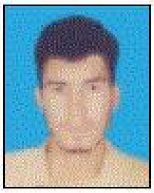

سپاہی نیت مراد شہید

(طاؤس یاسین، 5 پنجاب رجمنٹ)

آزمائش در آزمائش، پاک وطن شروع سے ہی مشکلات سے دو چار رہا۔ ہمارے ازلی دشمن بھارت نے کبھی بھی دل سے ہمیں تسلیم نہیں کیا لیکن اب بھارت بھی اس حقیقت سے آشنا ہونے لگا ہے کہ پاکستان کو مٹانے کی خواہش کہیں خود اس کو ہی نہ لے ڈوبے۔ تاہم ناعاقبت اندیشی کا شکار ہمارے اپنے ہی کچھ افراد مکار ہندوؤں اور بین الاقوامی سازشی قوتوں کا آلہ کار بن کر امنِ وطن کے درپے ہوگئے ہیں۔ اس صورتحال سے نبٹنے کیلئے پاک فوج نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اس عمل میں فوج کے ہزاروں جوانوں نے اپنی جان تک کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا اور انشاءاللہ ان کی یہ قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائینگی۔

شہید سپاہی نیت مراد 11 اکتوبر 1979ء کو طاؤس یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے حاصل کی اور پاک فوج کی پنجاب رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوگئے۔ ابتدائی تربیت کے بعد 71 پنجاب رجمنٹ میں آپکی پوسٹنگ ہوئی۔ 2000ء میں آپکا تبادلہ 5 پنجاب رجمنٹ میں ہوگیا۔ 2010ء میں آپ کی یونٹ کو شمالی وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن المیزان میں حصہ لینے کیلئے بھیج دیا گیا۔ اس دوران ڈی آئی خان سے وانا کی طرف جانے والے روڈ پر آپ شیروانگی ناور کی طرف سفر کر رہے تھے کہ اچانک دہشتگردوں نے قافلے پر فائرنگ شروع کردی۔ دونوں طرف سے شدید فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ اس مزاحمتی کارروائی میں آپ نے جرات سے حصہ لیا اور بالآخر بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت کے رتبے پر فائز ہوگئے۔

آپ کا جسد خاکی طاؤس میں دریائے نوچولوغ کے دھانے پر ایک ڈھلوانی سطح پہ دفن ہے۔ شہید کے ورثاء میں چار سالہ اکلوتی بیٹی ہے۔

سپاہی سجاد علی خان شہید

(سندی یاسین، 7 آزاد کشمیر رجمنٹ)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے جاتے ہیں تو ان کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں" (القرآن)

دنیا میں وہی قومیں اپنے وجود کو برقرار رکھتی ہیں جو اپنے محسنوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد اور زندہ رکھتے ہوئے ان کے مشن کو جاری رکھتی ہیں اور ان کے لہو کو رائیگاں نہیں جانے دیتیں۔ سرزمین یاسین ایسی تاریخی داستانوں سے بھری پڑی ہے جن میں اس کے فرزندوں نے لازوال قربانیاں دیکر قوم کو آزاد اور کھلی فضا میں سانس لینے کا ساماں مہیا کیا ہے۔ انہوں نے 1948ء، 1965ء، 1971ء کی جنگوں معرکہ کارگل اور دہشتگردوں کے خلاف جدوجہد میں اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ دیا ہے۔ لہذا ان کے اس احسان کو قوم کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

ان شہیدوں کی صف میں ایک کم سن نوجوان، سجاد علی خان بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے انتہائی کم عمری یعنی صرف 19 سال کی عمر میں وطن عزیز کی خدمت کرتے ہوئے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا اور وطن عزیز کو دہشتگردوں کے ناپاک عزائم سے بچانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

سپاہی سجاد علی خان 4 مئی 1992ء کو گلگت بلتستان کے ایک دورافتادہ گاؤں سندی میں رحمت علی خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ سکول سندی سے حاصل کی جبکہ مڈل، ہائی سکول طاؤس سے پاس کرنے کے بعد 2009ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے کراچی چلے گئے۔ لیکن پاک فوج میں شمولیت کے شوق نے سجاد علی خان کو مجبور کیا اور وہ مارچ 2010ء میں آزاد کشمیر رجمنٹ میں بھرتی ہو گئے۔ آپ نے ابتدائی عسکری تربیت مانسر کیمپ اٹک سے حاصل کی اور دسمبر 2010ء کو باقاعدہ طور پر ایک مایہ ناز یونٹ 7 آزاد کشمیر رجمنٹ میں شامل ہو گئے جو کہ اس وقت مہمند ایجنسی میں دہشتگردوں کے خلاف برسرپیکار تھی۔

شہید سجاد علی خان مارچ 2011ء کے ابتدائی ایام میں اس آپریشن کا حصہ بنے۔ اپریل 2011ء میں شہید سجاد علی خان نے اپنے والدین کے نام ایک پیغام میں اپنے جذبات کا اظہار کچھ ان الفاظ میں کیا تھا۔ "مجھے فخر ہے کہ میں اسلام اور وطن کی حفاظت پر مامور ہوں۔ اگر میں اس دوران شہید ہو جاؤں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی" گویا شہادت ان کا خواب تھا۔

مہمند ایجنسی میں فوج کو دہشتگردوں کی طرف سے مسلسل مزاحمت کا سامنا تھا اور وہ دھرتی پر ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ 26 مئی 2011ء کو سجاد علی خان شہید کی کمپنی کو رات کی تاریکی میں دشمن کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم ملا۔ جب آپ کی کمپنی نے کارروائی کا آغاز کیا تو دہشتگردوں نے مختلف اطراف سے مسلسل گولہ باری شروع کر دی۔ آگے بڑھنے کے جذبے نے سجاد علی خان کو دشمنوں کے انتہائی قریب پہنچا دیا۔ اسی اثناء میں دشمن کا گولہ آپ کے قریب ہی پھٹ گیا جس سے ان کے جسم پر شدید زخم آگئے اور یوں رات گیارہ بجے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے قوم کا یہ بہادر سپوت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ و جاوید ہو گیا۔ 27 مئی 2011ء کو شہید سجاد علی خان کے جسد خاکی کو ہزاروں افراد کی موجودگی میں فوجی اعزاز کے ساتھ آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

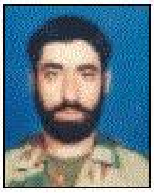

سپاہی معراج خان شہید (تمغۂ بسالت)

(برکلتی یاسین، لائیٹ کمانڈو)

شہید معراج خان (تمغۂ بسالت) نے گورنمنٹ پرائمری سکول برکولتی سے پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد جولائی 2008ء میں گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس یاسین سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔شہید معراج خان کا تعلق ایک عسکری خاندان سے ہے کیونکہ اس خاندان کے بہت سے افراد پاک فوج سے منسلک رہے ہیں۔خود معراج خان کے دادا حوالدار ایماندار خان فرنگی دور کی فوج میں شامل رہے۔جبکہ اس سے قبل بھی یاسین کے مختلف معرکوں میں آپ کے خاندان کے بزرگوں کی بڑی خدمات ہیں جنہیں یاسین کی تاریخ میں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے اور اب دور حاضر میں بھی اس خاندان کے بہت سے لوگ فوج سے منسلک ہیں جن میں ریٹائرڈ ڈاکٹر میجر فیض آمان اور حاضر سروس کپتان محمد رفیع کا نام قابل ذکر ہے۔اسی خاندان کے شہداء میں معراج خان کے علاوہ سپاہی شیر ولی خان شہید اور سپاہی ضرب علی شہید بھی شامل ہیں۔

آپ 27 جنوری 2009ء کو پاک فوج کی مایہ ناز این ایل آئی رجمنٹ میں بھرتی ہوگئے۔9 ماہ کی بنیادی عسکری تربیت کے بعد آپ کو 7 این ایل آئی میں تعینات کر دیا گیا۔اس کے بعد 24 دسمبر 2010ء کو آپ کو این ایل آئی لائٹ کمانڈو کیلئے منتخب کر لیا گیا اور آپ کی پوسٹنگ کرم ایجنسی میں کر دی گئی۔جہاں آپ مختلف معرکوں میں دہشتگردوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔تاہم 25 نومبر 2011ء کو دہشتگردوں کے ساتھ شدید لڑائی میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔آپ کی جانبازی، دلیری اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کا ثبوت یہی ہے کہ حکومتِ پاکستان نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو تمغۂ بسالت سے نوازا ہے۔

شہید فطری طور پر بڑے خدمت گار انسان تھے۔وہ اپنے عزیز واقارب اور رفقاء کی دل سے خدمت کرتے تھے اور معاشرے میں بڑے مقبول تھے۔

سپاہی رحمت داد شہید (تمغۂ بسالت)

(تلتی تھوئی، 12 آزاد کشمیر رجمنٹ)

آزادی کے مہینے میں جنم لینے والے اور یوم دفاع کے مہینے میں اپنی مختصر عسکری زندگی کے ساتھ شہادت پانے والے شہید سپاہی رحمت داد کی داستانِ شجاعت تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کیلئے محفوظ رہے گی اور آنے والی نسلیں کمسن شہید کی قربانی کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔شہید سپاہی رحمت 5 اگست 1992ء کو تلتی تھوئی میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول تھوئی تلتی سے حاصل کی۔بعد ازاں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول تھوئی کنو سے پاس کیا۔آپ 7 ستمبر 2009ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔آزاد کشمیر رجمنٹ کے تربیتی سنٹر مانسر کیمپ سے عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ کی 12 آزاد کشمیر رجمنٹ میں پوسٹنگ ہوگئی۔آپ نے صوبہ بلوچستان کے ضلع خضدار سے اپنی عسکری زندگی کا آغاز کیا۔تقریباً 2 سال تک ضلع خضدار میں اپنی خدمات انجام دیں اور ملکی حالات کے پیش نظر شہید اپنی یونٹ کے ہمراہ آپریشن ایریا باجوڑ ایجنسی تعینات ہوگئے۔یہاں ایک سال تک ملک کے اندرونی دشمنوں کیخلاف برسر پیکار رہے اور اپنے فرائض منصبی انتہائی دلیری اور جانفشانی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔بالآخر 5 ستمبر 2012ء کو دہشتگردوں کے ساتھ دوبدو لڑائی کے دوران آپ نے انتہائی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سینے میں گولی لگنے کی وجہ سے موقع پر ہی جام شہادت نوش فرمایا۔حکومت پاکستان نے آپ کی اس عظیم قربانی پر داد شجاعت کے طور پر تمغۂ بسالت سے نوازا۔

دیکھے تُو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں تیرے نور نظر سے
خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو اسمائے قمر سے

سپاہی محمد اللہ خان شہید (تمغۂ بسالت)

(سندی یاسین، 12 آزاد کشمیر رجمنٹ)

گلگت بلتستان کے ضلع غذر کے دور افتادہ گاؤں سندی سے تعلق رکھنے والے نوجوان سپاہی محمد اللہ خان شہید، 12 فروری 1988ء کو شیر دا اللہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں سندی سے حاصل کی۔ ملک وملت کی خدمت سے سرشار نوجوان نے میٹرک پاس کرنے کے بعد اپنے والد محترم سے پاک فوج میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا۔ چونکہ والد صاحب خود بھی پاک آرمی سے 18 سال خدمات سرانجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے تھے تو والد نے بیٹے کی خواہش کے پیش نظر فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت دیدی۔ اس طرح شہید محمد اللہ خان 2011ء میں آزاد کشمیر رجمنٹ میں بھرتی ہو گئے۔

آزاد کشمیر رجمنٹل سینٹر مانسر کیمپ اٹک سے 6 ماہ کی تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ مستقل طور پر پاکستان آرمی کا حصہ بنے اور 12 آزاد کشمیر رجمنٹ میں پوسٹ ہو گئے جو کہ وزیرستان میں ان دنوں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن میں مصروف عمل تھی۔ 2012ء کے ابتدائی ایام میں سپاہی محمد اللہ کو خیبر ایجنسی بھیج دیا گیا۔ ستمبر 2012ء کا مہینہ 12 آزاد کشمیر رجمنٹ کیلئے امتحان سے کم نہیں تھا۔ دہشتگردوں کی ایک بڑی تعداد دہشتگردی میں ملوث تھی اور پاک آرمی کو بھی کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن اس دھرتی کو دہشتگردی کی لعنت سے پاک کرنے کے عزم لئے ہوئے پاک فوج کے جوان دہشتگردوں کے حملوں کو مسلسل ناکام بنا رہے تھے۔ 12 ستمبر 2012ء کا وہ دن آ پہنچا جب دہشتگرد شہید محمد اللہ خان کے موچہ پر موسلا دھار بارش کی طرح گولہ باری کرتے رہے۔ سارا دن اس کارروائی میں گزرا۔ رات کی تاریکی میں آپکی کمپنی کو دشمنوں کے ٹھکانے پر حملہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اپنے مشن مکمل کرنے کے جذبے سے یہ نوجوان اپنے کمانڈر کے ساتھ تھے۔

دہشتگردوں کے ٹھکانوں کو مختلف اطراف سے نشانہ بنا رہے تھے۔ جب شہادت کا جذبہ دل میں موجود ہو تو انسان دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے نہیں جھکتا اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کسر ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ سپاہی محمد اللہ خان شہید دہشتگردوں کے ہر منصوبے کو ناکام بناتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ اسی دوران دہشتگردوں کی طرف سے پھینکا گیا بم ان کے قریب ہی پھٹ گیا اور آپ شدید زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ محمد اللہ خان کی بہادری اور اس عظیم قربانی کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں تمغۂ بسالت سے نوازا۔

*****

سپاہی افسر جان شہید

(تھوئی حرف یاسین، 21 آزاد کشمیر رجمنٹ)

شہید سپاہی آفسر جان ولد چین جواں 18 مئی 1991ء کو تھوئی حرف میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں حرف کے گورنمنٹ پرائمری سے حاصل کی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل میں پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد مانسر کیمپ اٹک سے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کی اس کے بعد آپ 21 آزاد کشمیر رجمنٹ میں تعینات ہو گئے جو کہ اس دوران جنوبی وزیرستان میں تعینات تھی۔

سپاہی آفسر جان دہشتگردوں کے ساتھ دوبدو لڑائی میں انتہائی دلیری اور جانفشانی سے لڑتے ہوئے 13 اکتوبر 2013ء کو بم دھماکے کی زد میں آ کر شہید ہوئے۔ شہید کے خاندان سے سپاہی حفس جان ولد رحیم 1999ء میں شہید ہوئے تھے جو کہ شہید کے چچازاد بھائی تھے۔

شہید کے والد محترم نے ان کے عادات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ”ان کے دل میں

والدین کی فرمانبرداری، ہمسائیوں، رشتہ داروں اور یار دوستوں سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ زندگی میں کبھی کسی کو اُف تک نہیں کہا اس لئے تمام لوگ انہیں اب بھی یاد کرتے ہیں۔ شہید فنون زندگی کے لحاظ سے علاقائی رقص، علاقائی زبان میں شاعری اور گلوکاری کرتے تھے۔ شادی بیاہ اور دوسرے تہواروں میں لوگ ان کے رقص اور گلوکاری سے نہایت ہی لطف اندوز ہوتے تھے۔ شہید کی دلی تمناؤں میں سے ایک تمنا شہادت کی تھی جو پوری ہوگئی۔"

*****

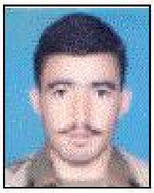

سپاہی اکرام اللہ بیگ شہید

(تھوئی تاپس یاسین، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید اکرام اللہ بیگ 6 ستمبر 1990ء کو ضلع غذر کے ایک دور افتادہ گاؤں یاسین تھوئی تاپس میں پیدا ہوئے۔ آپ کو 5 برس کی عمر میں سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ نے دسمبر 2008ء میں میٹرک پاس کیا۔ دور طالب علمی میں آپ ایک ذہین اور فرمانبردار شاگرد تھے۔ آپ نصابی سرگرمیوں کے علاوہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بہت زیادہ حصہ لیتے تھے۔ ہم جماعتوں کے ساتھ بہت ہی نرمی سے پیش آتے تھے۔ اپنی جماعت میں ہر کام میں پیش پیش ہوتے تھے اور ایک ہر دلعزیز طالب علم تھے۔

شہید اکرام اللہ جنوری 2009ء میں پاک آرمی میں بھرتی ہوگئے۔ این ایل آئی سینٹر بونجی میں بنیادی عسکری تربیت بڑی محنت اور جانفشانی سے حاصل کرنے کے بعد ان کی تعیناتی 8 این ایل آئی میں کر دی گئی جو کہ ان دنوں سیالکوٹ میں تعینات تھی۔ جہاں آپ نے 6 ماہ تک عسکری خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں آپ کی تعیناتی سیاچن کے بلند و بالا محاذ پر کر دی گئی، جہاں آپ ایک سال تک برف پوش پہاڑوں میں عسکری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے

بعد کوئٹہ تبادلہ ہو گیا جہاں دو سال تک عسکری خدمات بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔اس کے بعد آپ کی تعیناتی جنوبی وزیرستان جنڈولہ کے علاقے میں کر دی گئی۔اس وقت جنڈولہ میں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن جاری تھا۔11ماہ جنوبی وزیرستان میں تعیناتی کے بعد 21 دسمبر 2013ء کو دشمنوں کے خلاف آپریشن کے دوران آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

شہید اکرام اللہ بیگ کی گھریلو زندگی بہت سادہ تھی۔ان کا حلقۂ احباب بہت ہی وسیع تھا اور انہیں ایک سے بڑھ کر ایک اچھا دوست ملا تھا اور ان ہی کی رفاقت میں زندگی کے اچھے اور کٹھن دن گزارتے تھے۔کچھ دوست عسکری زندگی کے دوران بنے اور کچھ رفاقتیں بچپن کی تھیں۔آپ ایک خوش مزاج انسان تھے اور اپنے دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔اس کے علاوہ شہید فٹ بال کے بہترین کھلاڑی بھی تھے۔

میں راقم قربان علی اپنے شہید چچازاد بھائی کی اہمیت اور خوبیاں قرآن پاک کے ان الفاظ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں انہیں مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں''۔(القرآن)

میں میری رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے وطن عزیز اور دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق دے(آمین)

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

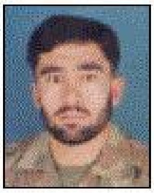

نائب صوبیدار صفدر علی شہید (ستارہ بسالت)

(غوجلتی یاسین، 15 پنجاب رجمنٹ)

شہید نائب صوبیدار صفدر علی (ستارۂ بسالت) کا تعلق وادئ یاسین کے ایک معزز خاندان شریف سے ہے۔آپ 2 اپریل 1976ء کو غوجلتی میں پیدا ہوئے۔میٹرک پاس کرنے کے بعد 1998ء میں پاک آرمی کی 15 پنجاب رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوگئے۔مختلف محاذوں پر وطن عزیز کی خدمت کرتے رہے اور آخر میں وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف برسرِ پیکار رہتے ہوئے جوانمردی سے جام شہادت نوش کیا۔حکومت پاکستان نے آپ کی بہادری کے اعتراف میں ستارہ بسالت سے نوازا۔اس سے قبل پاک بھارت جنگ 1971ء میں خاندان شریف کے ایک اور فرزند سپاہی شاہ ولی خان کو بھی تمغۂ جرأت سے نوازا گیا تھا۔

شہید صفدر علی مطالعہ کے بہت شوقین تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے پاک فوج میں رہتے ہوئے ایف اے کیا تھا۔اس کے علاوہ شکار اور فٹ بال بھی کھیلا کرتے تھے۔

*****

حوالدار پونز شاہ شہید

(تھوئی غلتی یاسین، 36 آزاد کشمیر رجمنٹ)

حوالدار پونز شاہ شہید آخری بار گھر آئے تو غیر معمولی طور پر شہادت کی اہمیت وفضلیت کے حوالے سے گھر والوں کے ساتھ باتیں کرتے رہے اور گھر والوں کو نصیحت کرتے رہے کہ شہید کبھی مرتا نہیں بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔اسلئے شہادت پر غمزدہ ہونے کے بجائے ایک سچے مسلمان کو

چاہئے کہ وہ خدا کا شکر بجالائے۔ چھٹی ختم ہوتے ہی یونٹ پہنچے تو شہید نے اپنے دوست سے تذکرہ کیا کہ میرے پاس تین باتیں امانت ہیں ان میں ایک امانت یہ ہے کہ چند دوستوں سے اُدھار پیسے لیے تھے انہیں واپس کرنا ہے۔ باقی دو امانت دھیرے دھیرے بتا دونگا۔ لیکن یہ دو باتیں ہمیشہ کیلئے پردہ اخفا میں رکھیں۔ یہ اس شہید کی داستان ہے جسے اپنی شہادت کی خبر پہلے ہی ہو چکی تھی۔

شہید پونز شاہ یکم اگست 1979ء میں یاسین تھوئی غلتی میں پیدا ہوئے۔ 1995ء میں گورنمنٹ ہائی سکول تھوئی کنو سے میٹرک پاس کرنے کے بعد پاک فوج کی آزاد کشمیر رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہو گئے۔ آزاد کشمیر رجمنٹل سینٹر مانسر کیمپ سے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ کی پوسٹنگ 36 آزاد کشمیر رجمنٹ میں کردی گئی۔ 2001ء سے 2005ء تک لاہور اور قصور بارڈر پر اپنی عسکری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں 2009ء کو سوات آپریشن میں حصہ لیا۔ اس وقت شہید لانس نائیک تھے۔ 2011ء میں آپ کی تعیناتی ڈیرہ غازی خان میں ایک حساس جگہ پر ہوئی۔ جون 2014ء میں آپریشن ضرب عضب شروع ہوا اور نومبر 2014ء میں حوالدار کے عہدے پر ترقی ملی اور جنوبی وزیرستان پوسٹنگ ہوگئی۔ دوران آپریشن آپ نے اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کئی دہشتگردوں کے ٹھکانوں کا قلع قمع کیا۔ آخر وہ دن آ ہی گیا جس کا ادراک شہید کو بہت پہلے ہی ہو چکا تھا۔

21 جنوری 2015ء کو جب آپ اپنے قافلے کے ساتھ گشت پر تھے تو اچانک بارودی سرنگ کا دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں آپ جام شہادت نوش کر گئے۔

شہید ایک دین دار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ قرآن پاک کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ نماز اور ذکر اذکار کے بھی پابند تھے۔ آپ کے خاندان کے بہت سارے افراد فوج سے منسلک ہیں۔ شہید کے چچا زاد بھائی شہید کریم خان کو معرکۂ کارگل میں غیر معمولی کارکردگی پر حکومتِ پاکستان نے تمغۂ بسالت سے بھی نوازا ہے جبکہ بلاور شاہ جو کہ شہید کے بڑے بھائی ہیں وہ معرکۂ کارگل میں زخمی ہوئے تھے۔ چھوٹا بھائی ایمان شاہ آرٹلری رجمنٹ میں عسکری خدمات سر انجام دے رہا ہے۔

شہید پونز شاہ نے ورثاء میں تین بچوں کو چھوڑا ہے۔ بڑی بیٹی سحرش پرائمری میں پڑھتی ہے جبکہ نازیہ پونز اور بیٹا ابرار حسین پونز بھی زیر تعلیم ہیں۔

سپاہی اعجاز احمد شہید

(تھوئی دالکوئی یاسین، 23 آزاد کشمیر رجمنٹ)

شہید سپاہی اعجاز احمد نے ابتدائی تعلیم کا آغاز آغا خان ڈائمنڈ جوبلی پرائمری سکول دلکوئی سے کیا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد ڈی جے ہائی سکول تھوئی حرف سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 15 نومبر 2012ء کو آزاد کشمیر رجمنٹ میں بھرتی ہوگئے۔ ابتدائی 6 ماہ کی عسکری تربیت مانسر کیمپ اٹک سے حاصل کرنے کے بعد 23 آزاد کشمیر رجمنٹ میں تعینات ہوئے، جو کہ اس وقت اوکاڑہ میں اپنے فرائض انجام دے رہی تھی کچھ عرصہ اوکاڑہ میں گزارنے کے بعد آپریشن ایریا کی ٹریننگ حاصل کرنے کیلئے یونٹ کے ساتھ منگلا آئے۔ یہاں ایک ماہ کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد واپس اوکاڑہ چلے گئے۔ 15 نومبر 2013ء کو آپریشن کی غرض سے باجوڑ ایجنسی چلے گئے۔ اپنی یونٹ کے ہمراہ دو ماہ کے مشکل ترین حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک وملت کی سلامتی کی خاطر دہشتگردوں کے عزائم کو روکتے ہوئے 15 جنوری 2014ء کو جام شہادت نوش فرمایا۔

شہید کے والد محترم جناب جنگی بہادر 15 این ایل آئی سے ریٹائر ہوئے، جبکہ آپ کی برادری میں شہید صوبیدار آمان، پاک بھارت جنگ 1971ء، شہید سپاہی ظہیر علی خان وزیرستان 2002ء اور سپاہی شہید محمد امین کے نام شامل ہیں۔

شہید سپاہی اعجاز احمد ایک متوازن شخصیت کے مالک تھے۔ آپ فرض شناس، نڈر اور دین دار تھے۔ آپ معاشرتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور شعر وشاعری کا بھی شغف رکھتے تھے۔ میٹرک کلاس کی الوداعی تقریب کے دوران آپ نے اپنے اساتذہ کی شان میں اپنا یہ شعر سنایا۔

خدا حافظ اساتذہ! آج ہم جا رہے ہیں
کئی سالوں سے آپ ہمیں پڑھا رہے ہیں

والدجنگی بہادر کے تاثرات:

"مجھے اپنے بیٹے کی شہادت پر فخر ہے کہ میرے بیٹے نے راہِ حق میں اپنی جان دیدی۔میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ افواج پاک کو ہمیشہ سرخرو کریں"۔آمین!!

*****

سپاہی محمد ریاض شہید

(طاؤس یاسین،32 آزادکشمیر رجمنٹ)

شہید محمد ریاض نے ابتدائی تعلیم آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول طاؤس سے حاصل کی تھی۔میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے کرنے کے بعدانٹر کالج طاؤس سے ہی انٹرمیڈیٹ کاامتحان شاندارنمبروں سے پاس کیا۔

آپ ایک ذہین طالب علم تھے۔ہر کلاس میں پوزیشن لیتے تھے۔یکم جنوری 2008ء کو آپ نے پاک فوج کی آزادکشمیر رجمنٹ کوجوائن کیااور مانسر کیمپ سے عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 32 آزادکشمیر رجمنٹ کا حصہ بنے،جو کہ اس وقت سوات آپریشن میں تھی۔آپ نے ابتدائی دوسال سوات آپریشن میں گزارے اوراس کے بعد آپ کی تعیناتی آزادکشمیر کردی گئی۔کشمیر سے آپ ایس ایس جی ٹریننگ حاصل کرنے کیلئے چیراٹ چلے گئے۔ٹریننگ حاصل کرنے کے بعدکشمیر میں دوبارہ اپنی یونٹ کو جوائن کیا۔اس کے بعد آپ اپنی یونٹ کے ہمراہ بہاولپور چلے گئے۔بہاولپور سے دوبارہ آپ کی یونٹ 32 آزادکشمیر کو وانا آپریشن کیلئے بھیجا گیا۔جہاں دوران ڈیوٹی فرائض کی انجام دہی کرتے ہوئے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

شہید کی شہادت کے کچھ دن بعد بیٹا پیدا ہوا جس کا نام وہاب ریاض رکھا گیا۔شہید کی دلی

تمنا تھی کہ ان کا بیٹا اس وقت پیدا ہو جب وہ چھٹی پر آئے ہوں تاکہ وہ ثقافتی لباس میں ملبوس ہو کر مبارک باد دینے والے مہمانوں کی میزبانی کریں۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

شہید مزاج کے اعتبار سے سچے اور مخلص انسان تھے۔ جبکہ فنونِ زندگی کے اعتبار سے کرکٹ اور فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے۔ شہید کے خاندان میں دیگر بے شمار شہادتیں ہوئی ہیں جن میں آپ کے قریبی کزن حوالدار رہبر حسن شہید 6 این ایل آئی گیارہ سیکٹر سرفہرست ہیں۔

*****

سپاہی حسین علی شہید (ستارہ بسالت)

(تھوئی نلتی یاسین، 3 آزاد کشمیر رجمنٹ)

سپاہی حسین علی تھوئی نلتی میں یکم مئی 1991ء کو شکور تلی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے مڈل پاس کرنے کے بعد مارچ 2010ء میں پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ 14 پریل 2010ء کو آپ نے ابتدائی عسکری تربیت اپنی کمپنی کی پلاٹون نمبر 4 سے شروع کی۔ دورانِ تربیت آپ کا بڑا بھائی نائیک حسن علی جو کہ اس وقت SSG کی تربیت حاصل کر رہا تھا آپ سے ملنے آیا۔ بڑے بھائی نے پوچھا حسین فوج کی زندگی کیسی لگ رہی ہے۔ ٹریننگ سخت تو نہیں ہے اور مشکل تو نہیں؟ بھائی کے پوچھنے پر شہید حسین علی مسکرائے اور کہنے لگے ’’بھائی جان میں تو اب پاک فوج کا حصہ بن چکا ہوں۔ ٹریننگ بڑی خوشی اور دلچسپی سے کر رہا ہوں۔ پاک فوج کے جوان مشکل سے نہیں گھبراتے‘‘ بڑے بھائی چھوٹے بھائی کے جذبے کو سراہتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اکتوبر 2010ء کو عسکری تربیت کے بعد آپ کی تعیناتی پاک آرمی کی ایک مایہ ناز یونٹ 3 آزاد کشمیر رجمنٹ میں کر دی گئی جو کہ ان دنوں کھاریاں کینٹ میں تعینات تھی اور سوات آپریشن میں مصروفِ عمل تھی۔ آپ یونٹ میں انتہائی سنجیدگی اور بہادری سے اپنے خدمات سرانجام دیتے

رہے۔اس کے بعد 2012ء میں آپ کرم ایجنسی میں آپریشن کیلئے تعینات ہوئے۔آپ یونٹ کے ساتھ کرم ایجنسی میں آپریشن میں حصہ لیتے گئے اور خدمات انتہائی جانفشانی سے سرانجام دیں اور کامیابی حاصل کی۔آپ ایک بہترین شوٹر تھے۔آرمی کے پہلے 50 نشانہ بازوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔آپ کو اس وقت کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے انعام سے نوازا تھا۔یہ آپ اور آپ کی یونٹ کیلئے ایک اعزاز سے کم نہ تھا۔

ستمبر 2013ء میں آپ کی یونٹ بلوچستان پوسٹ ہوئی۔وہاں حالات خراب تھے ہر طرف دہشتگردوں کا سامنا تھا۔بلوچستان کے دور دراز علاقے خندار، آواران، مشکئی، سبی، کوئٹہ سمیت دیگر علاقوں میں یونٹ کے ہمراہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔8 مارچ 2015ء کو یونٹ کو ایک مشکل ٹاسک ملا۔اشتہاری دہشتگرد جو کہ اپنے ساتھیوں سمیت چھپا ہوا تھا اور مختلف علاقوں میں فورسز، پولیس اور سرکاری عمارات کو نشانہ بنا رہا تھا،ان ملک دشمن عناصر کا قلع قمع کرنے کیلئے یونٹ کے ہمراہ اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں دہشتگردوں کا ٹھکانہ تھا۔یہ ایک پہاڑی اور دشوار گزار علاقہ تھا۔سپاہی حسین علی ساتھیوں سمیت دہشتگردوں کی ٹھکانوں کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک دہشتگردوں نے فائر کھول دی۔اس دوران آپ کا ایک ساتھی شہید ہوگیا۔کمانڈنگ آفیسر کے ساتھ حسین علی دائیں سمت سے نالے کی طرف آگے بڑھ رہے تھے اور مسلسل دہشتگردوں پر فائرنگ کر رہے تھے اور کئی دہشتگردوں کو جہنم واصل کیا۔اس دوران آپ کے اوپر شدید فائرنگ کی گئی۔دہشتگرد مسلسل فائرنگ کر رہے تھے کہ اس دوران ایک گولی آپ کے ماتھے پر آ گی۔سپاہی حسین علی آخری سانس تک لڑتے رہے اور یوں جام شہادت نوش کر گئے۔

آپ کی اس بہادری پر حکومت پاکستان نے آپ کو ستارہ بسالت سے نوازا۔آپ کے خاندان سے کئی افراد پاک فوج سے منسلک ہیں جن میں آپ کے تایا حوالدار رحمت علی مرحوم بھی ہیں جو کہ جنگ 1948، 1965ء اور جنگ 1971ء کے غازی ہیں۔اس کے علاوہ ان میں نائیک سفر علی شہید 11 این ایل آئی رجمنٹ، لانس نائیک اکبر علی شہید 13 این ایل آئی شامل ہیں۔جبکہ حاضر سروس میں آپ کے بڑے بھائی نائیک حسن علی 123 آزاد کشمیر، لانس نائیک شاہ زمان 13 آزاد کشمیر رجمنٹ، سپاہی ہمت علی 803 انجینئر بٹالین میں

خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سپاہی حسین علی بچپن سے ہی ذہین اور سنجیدہ شخصیت کے مالک تھے۔آپ فٹ بال، والی بال کے علاوہ شکار کے بڑے شوقین تھے۔موسیقی بھی آپ کو پسند تھی۔بانسری اور ستارا پنے پاس رکھتے تھے۔کھیتی باڑی اور شجرکاری میں والدین کے ساتھ ملکر کام کرتے تھے۔

شہادت سے 5 ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے سے نوازا۔بیٹے کی پیدائش کے دوران آپ ڈیوٹی پر معمور تھے۔بیٹے کو دیکھنے سے قبل ہی آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔آپ نے ورثاء میں اکلوتا بیٹا محسن علی چھوڑا ہے۔

*****

سپاہی مہتر جان شہید (تمغۂ بسالت)

(درکوت یاسین، 7 آزاد کشمیر رجمنٹ)

سپاہی مہتر جان شہید 5 جون 1992ء کو درکوت یاسین میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم درکوت سے حاصل کرنے کے بعد ہائی سکول ہندور سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔شہید اگرچہ ایک اوسط درجے کے طالب علم تھے لیکن اپنے کردار اور سماجی کاموں کی وجہ سے اپنے تمام تر ساتھیوں اور اساتذہ میں بڑے مقبول تھے۔

5 اپریل 2010ء کو پاک فوج کی آزاد کشمیر رجمنٹ کے 7 بٹالین میں شمولیت اختیار کی۔ابتدائی عسکری تربیت کے بعد تین سال تک کھاریاں پھر مہمند ایجنسی میں دہشت گردوں کے ساتھ برسر پیکار رہتے ہوئے دہشتگردوں کے کئی حملوں کو ناکام بنایا۔ایک موقع پر اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ دہشتگردوں کے ایک حملے کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ کی گن اچانک خراب ہو گئی، لیکن آپ نے پھر بھی انتہائی جانفشانی سے مقابلہ کیا اور اس حملے کو ناکام بنایا۔علاوہ ازیں

مختلف قسم کے مقابلوں میں حصہ لیتے رہے جس کا ثبوت آپ کی مختلف تعرفی اسناد سے ملتا ہے۔

15فروری 2017ء کو آپ اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ کیپٹن طلحہ کی سربراہی میں آوران بارڈر پر ڈیوٹی پر معمور تھے کہ اچانک دہشتگردوں نے حملہ کیا جس کا آپ نے بھرپور انداز میں جواب دیا اور دورانِ آپریشن کیپٹن طلحہ اور سپاہی کامران سمیت جام شہادت نوش کیا۔حکومت پاکستان نے اس کارکردگی کے عوض آپ کو تمغۂ بسالت سے نوازا۔

آپ کا بڑا بھائی خوش قدم پاک فوج میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔آپ کے ورثاء میں ایک ہی بیٹا ثقلین ہے۔

باب ششم

سکردو، استور، سیاچن، کشمیر اور دیگر محاذوں کے شہداء

سکردو کی بلند و بالا وادی ہو یا استور کا محاذ یا پھر سیاچن و کشمیر کی سرزمین، پاک فوج کے جوان ہر محاذ پر ملکی دفاع کیلئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔ سکردو، استور، سیاچن، کشمیر اور دیگر محاذوں پر دوران دفاع وادی یا سمین سے تعلق رکھنے والے شہداء کی تاریخ کا ذکر ان صفحات میں شامل کیا جا رہا ہے۔ شہداء کے واقعات اور کارنامے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے فوجی جوان اپنی جان ہتھیلی پر لیے ارض پاک کے چپے چپے کا دفاع کر رہے ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں ہم بطور خاص سکردو، استور، سیاچن، کشمیر اور کچھ دیگر محاذوں کے شہداء کا تذکرہ کرتے ہوئے ان شہداء کو خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔

محمد بابر خان شہید

(غوجلتی یاسین، ناردرن سکاؤٹس)

سلامتی ہواُن ہستیوں پر جو اپنی جاں سے گزر کر دوسروں کیلئے سامانِ زیست فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔شہید سپاہی محمد بابر خان کی زندگی بھی ایسی ہی ایک مثال ہے۔شہید سپاہی محمد بابر خان نے 1948ء کو یاسین غوجلتی کی جنگ آزادیٔ گلگت بلتستان کے غازی محترم صوبیدار بولجاجی کے گھر آنکھ کھولی تو والد محترم نے آپ کا نام محمد بابر خان رکھا۔

شہید نے پرائمری کا امتحان یاسین خاص سے پاس کیا۔یاسین خاص جو کہ گاؤں غوجلتی سے 5 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔آپ کی قابلیت اور علم شناسی کو دیکھ کر والد محترم نے ثانوی تعلیم کیلئے آپ کو ہائی سکول نمبر 1 گلگت میں داخلہ کرایا۔میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد والد محترم کی نصیحت کی بجا آوری میں 1968ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوگئے اور ابتدائی ٹریننگ حاصل کرنے بونجی چلے گئے انتہائی جانفشانی کے ساتھ شہید نے اپنے پیشہ وارانہ تربیت حاصل کی۔ابھی صرف اور صرف چار مہینے گزرے تھے کہ 13 اپریل 1969ء کو دریائے گلگت میں اپنے ساتھی کو ڈوبنے سے بچاتے ہوئے جان کی بازی لگا دی اور اس کوشش کے دوران شہید ہو گئے۔آپ کی آخری آرام گاہ بھی این ایل آئی سینٹر بونجی میں ہے۔

شہید کے والد گرامی بولجاجی گلگت سکاؤٹس سے بحیثیت صوبیدار 1958ء میں ریٹائر ہوئے۔آپ کے والد کا نام جنگ آزادی گلگت بلتستان 1947-48ء کے غازیوں میں شمار ہوتا ہے۔سکردو سے لیکر کارگل دراس تک کا علاقہ فتح کرنے میں آپ کے والد نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا۔

سپاہی حاضر شاہ شہید (تمغۂ جرأت)

(ناز بر یاسین، اسپیشل سروس گروپ)

عظیم مقصد عظیم قربانی کا متقاضی ہوتا ہے۔ دنیا میں وہی قومیں سرفراز ہوتی ہیں جنہوں نے بزور بازو اپنا علم حق بلند کیا۔ مملکت خداداد پاکستان کے ہر ذرے میں ہمارے جانثاروں کا خون شامل ہے۔ یہ ایک ایسی قوم ہے جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد ہے۔ تبھی تو سیاچن کی یخ بستہ ہواؤں اور چمکتے گلیشیرز کے دامن میں دشمنوں کے ناپاک عزائم کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند دنیا کے اس بلندترین رزم گاہ پر چاق چوبند کھڑے ہیں، جہاں پر بیک وقت دو جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ ایک طرف دشمن کے فوج کو زیر نظر رکھنا ہے تو دوسری طرف خون منجمد کر دینے والی آب و ہوا میں زندگی کی رمق کو باقی رکھنا بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔

شہید سپاہی حاضر شاہ 1959ء میں وادیٔ یاسین کے ایک خوبصورت گاؤں ناز بر میں محترم بابر شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ناگفتہ بہ حالات میں پرائمری کی تعلیم یاسین خاص میں موجود پرائمری سکول سے حاصل کی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ 1979ء کو پاک فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ نے ابتدائی عسکری تربیت بونجی سے حاصل کی۔ اس کے بعد اسپیشل سروسز گروپ کی تربیت چراٹ سے حاصل کی۔ آپ دوران سروس راولپنڈی، اٹک، پشاور اور سکردو میں پیشہ وارانہ فوجی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

1987ء میں سیاچن کے محاذ پر حالات خاصے گھمبیر تھے لیکن پاک فوج کے جوانمردوں کو خون منجمد کر دینی والی ہواؤں میں اپنی رگوں میں خون گرم رکھنے کا ہنر خوب آتا ہے۔ ایسے ہی حالات میں شہید کی پلاٹون کے 5 جوان جن میں شہید کیپٹن اقبال بھی شامل تھے ایک ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔ حکومت پاکستان نے اس بہادر سپوت کی بہادری کے اعتراف میں تمغۂ جرأت سے نوازا۔ شہید ایک نرم گو انسان تھے۔ شہادت سے قبل ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں بال بال بچ گئے تھے لیکن مقدر میں شہادت لکھی تھی چنانچہ شہید کے حیثیت سے ہمیشہ کیلئے سرخرو ہو گئے۔

سپاہی خوش جان شہید

(درکوت یاسین، 2 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی خوش جان شہید 1963ء کو درکوت یاسین میں پیدا ہوئے۔آپ پرائمری پاس کرنے کے بعد پاک آرمی میں بھرتی ہوئے۔آپ نے 1983ء میں این ایل آئی رجمنٹ میں شمولیت اختیار کرلی اور 2 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔آپ ابتدائی دوسال این ایل آئی سینٹر میں گزارنے کے بعد 1985ء میں سیاچن منتقل ہوئے۔یہ وہ دن تھے کہ محاذ سیاچن پر پاک بھارت حالات کشیدہ تھے۔برفباری کے ساتھ ساتھ چاروں اطراف سے مارٹر اور آرٹلری کے گولوں کی بارش بھی ہورہی تھی۔ان حالات کا آپ بڑی جوانمردی سے مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر محاذ سیاچن پر طوفانی موسم کی نذر ہوگئے اور 20 جولائی 1987ء کو شہید ہوئے۔

آپ ایک ہونہار طالب علم تھے اور پاک آرمی میں بھرتی ہونے کا ایک الگ سا جنون سر پر سوار تھا۔آپ کے خاندان سے لانس نائیک عنایت شاہ 31 ایف ایف رجمنٹ، حوالدار خان جان 15 ایف ایف رجمنٹ اور نائب صوبیدار ممتاز حسین 8 این ایل آئی رجمنٹ سے عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد ریٹائر ہوچکے ہیں۔آپ فن زندگی کے اعتبار سے فٹ بال کے ایک بہترین کھلاڑی تھے۔موسم سرما میں آبائی گاؤں درکوت میں 2 فٹ برف پڑتی ہے۔سردی کی شدت بڑھنے سے برف لوہے کی مانند جم جاتی ہے اور گاؤں کے نوجوان انہی جمی ہوئی برف پر کھیلنے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔اسی طرح شہید نے بھی یہیں سے فٹ بال کھیلنا سیکھا تھا۔

شہید کے جڑواں بھائی خان جان کے تاثرات:

''ہم جڑواں بھائی تھے۔ہم بچپن میں ساتھ کھیلتے اور والدین کے ساتھ کام بھی کرتے تھے۔جب بھائی فوج میں بھرتی ہوا تو میرے ساتھ کھیلنا ختم ہوگیا۔اب یہ میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ میرا بھائی شہادت جیسے عظیم مرتبے سے ہمکنار ہوا جو کہ میرے حصے میں نہیں آئی۔مجھے فخر ہے کہ میں ایک شہید کا بھائی ہوں۔''

سپاہی مہربان علی شہید (تمغۂ بسالت)

(ناز بر یاسین، 3 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی مہربان علی شہید جنوری 1966ء میں وادی یاسین کے ایک گاؤں ناز بر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کیلئے گورنمنٹ پرائمری سکول ناز بر میں داخلہ کرایا گیا۔ بعد ازاں تعلیمی سہولیات نہ ہونے کے باعث تعلیم کو خیرباد کہنا پڑا۔

آپ ستمبر 1984ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 3 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے اور وہاں پر کمانڈو پلاٹون میں دھرتی کیلئے اپنی خدمات خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ لگن اور محنت کی وجہ سے یونٹ کے ہر دل عزیز سپاہی تھے اور آفسروں اور جوانوں میں یکساں مقبول تھے۔ یونٹ میں آپ کو ایک بہترین فائرر کا اعزاز بھی حاصل تھا جس کے باعث 3 این ایل آئی کی جانب سے مختلف مقابلوں میں یونٹ کی نمائندگی کرتے رہے۔

آپ بچپن سے ہی اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ آپ کے کردار میں والدین اور ہمسائیوں کی مدد اور احترام اول صفت میں تھا اور آپ صبر کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ مادر وطن کی خدمت کا جذبہ اور حصول شہادت آپ کا اولین مقصد تھا۔

بعد ازاں نومبر 1988ء میں اس شاہین نوجوان کا تبادلہ گلتری کے بلند ترین محاذ پر ہو گیا۔ اسی دوران جگلوٹ کے مقام پر اپنے چھوٹے بھائی سپاہی سلیمان شاہ، جو ان دنوں این ایل آئی سینٹر بونجی میں زیر تربیت تھے سے آخری ملاقات کی اور چھوٹے بھائی کو بھی بہادری اور دلیری کا وعدہ نبھانے کی وصیت کر کے رخصت ہوئے۔ بعد ازاں 27 جنوری 1989ء کو گلتری شکمی کے مقام پر دشمن کی طرف سے بلا اشتعال فائرنگ کے دوران ڈیوٹی پر مامور سپاہی مہربان علی کے سینے پر دو گولیاں لگیں اور آپ نے دھرتی ماں پر جان نچھاور کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

یوں 29 جنوری 1999ء کو شہید مہربان علی کو فوجی اعزاز کے ساتھ آبائی گاؤں ناز بر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شجاعت اور دلیری کی ان بے مثال خوبیوں کے باعث شہید مہربان علی کو حکومت پاکستان کی طرف سے تمغۂ بسالت سے نوازا گیا۔

شہید سپاہی مہربان علی کی شادی افواج پاکستان میں بھرتی ہونے سے پہلے ہوئی تھی تاہم شہید کی کوئی اولاد نہیں۔ شہید کی اولاد ہونے کی خواہش ادھوری رہ گئی۔ شہید کے والدین کا کہنا ہے کہ شہید سپاہی مہربان علی کے خاندان کے زیادہ تر افراد کا تعلق دفاع پاکستان سے ہے اور شہید کے خاندان میں دیگر شہادتیں بھی ہوئی ہیں، جن میں حوالدار شیر نادر شہید 1998ء 8 این ایل آئی رجمنٹ اور شہید گلزار خان 15 این ایل آئی رجمنٹ قابل ذکر ہیں۔

شہید کے والدین کے تاثرات:

''ہمارے خاندان کا ہر بچہ شہید مہربان علی، شہید شیر نادر اور شہید گلزار خان ہیں جن پر ہمیں فخر ہے۔'' ان شہیدوں کے بارے میں اس خاندان کے ایک مقامی شاعر زیارت علی عاجز لکھتے ہیں''۔

راہ حق پہ میرا بھی سر قلم ہو عاجز
یہ درس دیا ہے میرے وطن کے شہیدوں نے

حوالدار شیر اللہ شہید

(املست یاسین، 13 این ایل آئی رجمنٹ)

حوالدار شیر اللہ شہید 25 جنوری 1948ء کو املست یاسین میں محترم گل مالک کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی۔ آپ ایک ذہین و فطین طالب علم تھے۔ پرائمری شاندار نمبروں کے ساتھ پاس کرنے کے بعد ثانوی تعلیم حاصل کرنے کیلئے گورنمنٹ ہائی سکول ہندور جو کہ اب لالک جان شہید نشان حیدر سکول کے نام سے منسوب ہے، میں داخلہ لیا۔ یہاں پر بھی اپنی تعلیمی قابلیت کے جوہر دکھاتے رہے اور جماعت ہشتم تک کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق تو ضرور تھا لیکن فوج میں بھرتی ہونے کا جذبہ غالب آیا۔ یوں آپ یکم جنوری 1971ء میں پاک آرمی میں بھرتی ہو گئے۔ اپنی خدمات انتہائی ایمانداری اور جانفشانی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ اکثر شہادت کی گفتگو کرتے۔ اکثر اس بات کو دہراتے تھے کہ اس سے بڑا خوش نصیب کون ہوسکتا ہے جو اپنے وطن عزیز کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوجائے۔

فوج میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ زیادہ مشکل پوسٹوں اور ٹارگٹس کیلئے بعض اوقات جوانوں سے رضاکارانہ رائے لی جاتی ہے کہ سپیشل ڈیوٹی کیلئے کون دلی طور پر تیار ہیں۔ شہید حوالدار شیر اللہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا کہ جب شگر ٹاپ پر ڈیوٹی کیلئے جوانوں سے رائے لی گئی تو وطن عزیز کا یہ جوان کہاں پیچھے ہٹنے والا تھا۔ دو مرتبہ شگر ٹاپ پر جسم سن کر دینے والی سردی میں اپنی عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد تیسری مرتبہ بھی شگر ٹاپ پر نمودار ہوئے۔ دوران ڈیوٹی اپنی پوسٹ پر اچانک موسم کی سختی کی وجہ سے بیمار پڑ گئے اور بالآخر دو دن بعد جام شہادت نوش کیا۔ بعد ازاں آپ کے جسد خاکی کو بذریعہ ہیلی کاپٹر آبائی گاؤں املست پہنچایا گیا اور پورے فوجی اعزازات کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

شہید ایک اصول پرست انسان تھے اور تعلیم کی اہمیت و افادیت سے بخوبی آگاہ تھے اس لئے جب بھی چھٹی آتے تھے تو اپنے بچوں اور ہمسائے کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔شکار آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

آپ کے ورثاء میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔سب سے بڑا بیٹا شیر اکبر پاک فوج میں اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔دوسرا بیٹا رحیم اللہ ہے جو کہ شہید کی شہادت کے پانچ مہینے بعد پیدا ہوا۔اب ڈگری کالج گلگت سے گریجویشن کر رہا ہے۔باقی تینوں بیٹیاں اپنے گھروں کی ہو چکی ہیں۔آپ کے خاندان سے آپ کا بھتیجا سپاہی قیوم ولی 2007ء کو شمالی وزیرستان میں شہید ہوا۔

*****

سپاہی عزیز الرحمن شہید

(نوح یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی عزیز الرحمن شہید 2 ستمبر 1967ء کو یاسین نوح میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول یاسین مورکہ سے حاصل کیا اور گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے مڈل پاس کیا۔آپ 2 ستمبر 1987ء کو پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔آپ نے ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کیا اور بعد 6 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہو گئے جو کہ ان دنوں سیاچن گلیشئر میں تعینات تھی۔تقریباً ایک سال سیاچن کے خطرناک محاذ پر ڈیوٹی سرانجام دینے کے بعد اگلے محاذ پر جاتے ہوئے مورخہ 25 جون 1989ء کو اچانک پھسل کر گہری کھائی میں جا گرے اور اسی طرح وطن کی حفاظت اور سربلندی کی خاطر جام شہادت نوش کر گئے۔

شہید کی والدہ ماجدہ کے تاثرات:

”میری خواہش ہے کہ جس طرح شہید عزیز الرحمن نے وطن کی خاطر شہادت کا جام نوش کیا

ہے اسی طرح اگر مزید اسلام کی سربلندی اور احیاء کیلئے ضرورت پڑے تو میرے دو بیٹے اور ہیں، وہ بھی شہادت کے تاج اپنے سر سجائیں گے"۔

شہید عزیز الرحمن نے سیاچن محاذ سے تین خطوط زیب قرطاس کئے تھے جس میں دعاؤں کی درخواست نمایاں ہے۔ وہ خطوط اب بھی بحفاظت موجود ہیں۔

تم ہی سے اے مجاہدو جہاں کا ثبات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی ذکوۃ ہے

*****

سپاہی حاجی خان شہید

(تھوئی چھیریٹ یاسین، 10 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید حاجی خان 1960ء میں گاؤں تھوئی میں پیدا ہوئے۔ آپ جون 1979ء میں این ایل آئی رجمنٹ میں بھرتی ہوگئے۔ آپ نے ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی رجمنٹل سینٹر بونجی سے حاصل کی اور 10 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوگئے جو کہ ان دنوں سیاچن کے محاذ پر تھی۔ آپ اپنی 11 سالہ عسکری زندگی سیاچن، استور، شغمہ، گلتری اور کشمیر میں گزارنے کے بعد مارچ 1990ء میں برزل ٹاپ پر اپنے دیگر 19 ساتھیوں کے ہمراہ برفانی تودہ کی زد میں آکر جام شہادت نوش کر گئے اور یوں جولائی 1990ء میں آپ کا جسد خاکی برف کے نیچے سے نکالا گیا اور آبائی قبرستان تھوئی چھیریٹ میں دفن ہوئے۔

آپ کی خواہش تھی کہ آپ جلد فوج سے ریٹائرڈ نہ ہوں، بلکہ طویل عرصہ تک وطن عزیز کی خدمت کرتے رہیں۔ لیکن آپ کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ آپ اکثر گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اور دیسی غلیل کے بڑے دلدادہ تھے جس سے پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ شہید کے ورثاء میں ایک بیٹا عمران خان ہے جو کہ ان دنوں کالج میں زیر تعلیم ہے۔ خاندان میں آپ کا چھوٹا

بھائی محمد اقبال 9 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہے۔

شہید کے والد کے تاثرات:

"مجھے خوشی ہے کہ میرا بیٹا شہادت سے ہمکنار ہوا جس پر میں اللہ کا لاکھ بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں پاک فوج کا بھی بہت مشکور ہوں جو مجھے مختلف تہواروں میں یاد کرتے ہیں"۔

*****

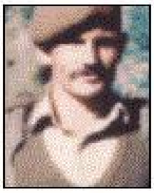

حوالدار شیر مراد شہید

(سلطان آباد یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

روئے زمین پر بسنے والے اربوں لوگوں میں بہت کم خوش نصیب اپنے مقصد حیات کو پہنچ کر تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کیلئے زندہ ہوتے ہیں۔ یہاں مقصد حیات سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اگر اس دنیا میں اچھی طرح شکم پروری کرے تو یہی مقصد زندگی ہے۔ ایسا ہرگز بھی نہیں کہ مقصد حیات تو یہی ہے کہ ایک انسان ایک خاص مقصد کیلئے ایسے انداز سے زندگی گزارے کہ جان کی قربانی کی بھی اگر ضرورت پڑے تو دیدی جائے، تاکہ دوسروں کیلئے زندگی کے لطف و کرم بہم پہنچائے جاسکیں۔ اپنے بال بچے گھر بار سب کچھ پس پشت ڈال کر محاذوں پر بندوق کی گھن گرج میں زندگی گزارنا اور وقت آنے پر جان نثار کر دینا ہماری دھرتی کے عظیم سپوتوں کا ایک عظیم مقصدِ حیات ہے جس کیلئے وہ ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔

حوالدار شیر مراد شہید 1952ء میں یاسین کے گاؤں سلطان آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ 1973ء میں پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ 6 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ اپنی عسکری زندگی کے دوران شہید کشمیر اور سکردو کے مختلف محاذوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1990ء میں حوالدار شیر مراد اپنی یونٹ کے ہمراہ کشمیر پونچھ سیکٹر میں ڈیوٹی پر معمور تھے اور اپنے مورچہ میں سے دشمن کی ناپاک حرکتوں کا جائزہ

لے رہے تھے کہ اچانک دشمن کی طرف سے ایک گولی آپ کی دائیں آنکھ پر لگی اور آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے ۔اس کے علاوہ شہید ایک اچھے ہیرا شوٹر بھی تھے ۔

شہید لانس حوالدار نے اپنے لواحقین و پسماندگان میں بیوہ سمیت تین بیٹیاں ثمینہ بی بی، نسیم بی بی اور روبیہ بی بی جبکہ اکلوتا بیٹا مجاہد حسین چھوڑا ہے۔آپ کا بیٹا ان دنوں مجاہد بٹالین میں خدمات انجام دے رہا ہے۔

*****

سپاہی ضرب علی شہید

(برکلتی یاسین، 10 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی ضرب علی شہید یکم دسمبر 1960ء کو اپنے آبائی گاؤں برکلتی میں پیدا ہوئے۔تعلیمی سہولیات کی عدم دستیابی کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے قاصر رہے اور یوں 1981ء میں پاک فوج میں شامل ہوگئے ۔آپ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 10 این ایل آئی کا حصہ بنے ۔دوران عسکری زندگی آپ کشمیر، سکردو، سیاچن اور استور کے بلند و بالا محاذوں پر تعینات رہے۔15 جولائی 1990ء کو آپ استور گمبوری پوسٹ پر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے اور فوجی سامان لیکر دوسری پوسٹ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں موجود پل پر حادثہ پیش آیا اور آپ سامان سمیت دریا میں گر گئے، دریا سے باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس طرح شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔اگست 1990ء میں آبائی گاؤں برکلتی میں چاق چوبند فوجی دستے نے آپ کو سپرد خاک کر دیا۔

آپ کی شہادت کے تین سال بعد والدہ صاحبہ جبکہ پانچ سال بعد والد گرامی بھی دار فانی سے کوچ کر گئے ۔آپ کے خاندان میں آپ کے علاوہ دیگر تین شہادتیں بھی ہوئیں جن میں سپاہی شیر ولی، سپاہی شیر ولی خان اور سپاہی معراج (تمغۂ بسالت) کے نام قابل ذکر ہیں۔

لانس نائیک رحمت ولی شہید

(غوجلتی یاسین، 8 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید لانس نائیک رحمت ولی 5 ستمبر 1952ء کو گاؤں غوجلتی میں مرحوم صوبیدار جعفر علی کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ نے مڈل تک تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے حاصل کی۔اپنے دور طالب علمی میں ایک فرمانبردار طالب علم تھے۔آپ بچپن میں ہی باپ کی شفقت سے محروم ہوگئے تھے۔اس دوران آپ کے دل میں ایک لگن پیدا ہوئی کہ اپنے والدگرامی کی طرح پاک فوج میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔یکم جنوری 1990ء کو شہید پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔آپ ابتدائی عسکری تربیت کے بعد 8 این ایل آئی میں تعینات ہوگئے اور اپنی عسکری زندگی کشمیر اور سکردو کے مختلف محاذوں پر گزارنے کے بعد 22 نومبر 1990ء کو دونیال سیکٹر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چھٹی پر جا رہے تھے کہ اچانک دشمن کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی جس کے نتیجے میں گاڑی بے قابو ہوکر حادثے کا شکار ہوئی جس میں موجود آپ سمیت آپ کے دیگر تین ساتھی بھی جام شہادت نوش کر گئے۔

شہادت سے چند ماہ قبل آپ ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوکر صحت یاب ہوئے تھے۔شہید کا چچا زاد بھائی صوبیدار گل وزیر خان 8 این ایل آئی اور حقیقی چھوٹا بھائی محمد غفار خان 5 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہیں۔آپ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے عزیز واقارب اور رفقاء آج بھی آپ کی جدائی کے صدمے کو اپنے دلوں میں بسائے ہوئے ہیں۔

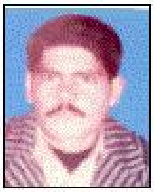

سپاہی سیرنگ محمد شہید

(یاسین خاص، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی سیرنگ محمد شہید 1957ء میں یاسین خاص میں پیدا ہوئے۔آپ نے گورنمنٹ پرائمری سکول یاسین خاص سے پرائمری پاس کیا۔اپنے آبا ؤاجداد کے نقش وقدم پر چلتے ہوئے آپ 1985ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔آپ ابتدائی تربیت حاصل کرنے کے بعد 5 این ایل آئی کا حصہ بنے۔عسکری خدمات سکردو کے مختلف محاذوں پر سرانجام دیتے ہوئے 21 جنوری 1992ء کو 21 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع باجوہ پوسٹ سکردو میں ڈیوٹی پر معمور تھے کہ اچانک دشمن کی طرف سے چلائی گئی ایک گولی آکر آپ کے سینے میں لگ گئی، جس کے نتیجے میں آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش کرگئے۔

شہید کے چار بھائی پاک فوج کی مختلف یونٹوں میں ڈیوٹی سرانجام دیکر ریٹائرڈ ہوچکے ہیں۔جن میں پیرولی 5 این ایل آئی رجمنٹ، قدم شاہ 5 این ایل آئی رجمنٹ اور حوالدار شیرنبی 2 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہیں۔شہید ایک صحت منداور ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے اور پولو کے بہترین کھلاڑی تھے۔

شہید کے خاندان میں دیگر دوشہادتیں بھی ہیں جن میں وسیم جان آپ کا حقیقی بھتیجا تھا جو کہ دوران ایس ایس جی ٹریننگ 2014ء کو منگلا ڈیم عبور کرنے کے دوران شہید ہوئے اور شہید جمعہ گل آپ کے چچازاد بھائی تھے۔

سپاہی گلسمبر خان شہید

(املست یاسین، 26 آزاد کشمیر رجمنٹ)

سپاہی گلسمبر خان شہید 1965ء کو تحصیل یاسین کے گاؤں املست میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں واقع آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول سے حاصل کی۔ ثانوی تعلیم کی غرض سے شہید نے گورنمنٹ ہائی سکول ہندور میں داخلہ لیا۔ ہندور جو کہ گاؤں املست سے ڈیڑھ گھنٹے کی پیدل مسافت پر ہے۔ مڈل گورنمنٹ ہائی سکول ہندور سے پاس کرنے کے بعد دفاعِ وطن کے جذبے سے فوج میں شمولیت کی آرزومند ہوئے۔ یوں 1983ء کو پاک فوج میں شامل ہوئے اور 26 آزاد کشمیر کا حصہ بنے۔ آپ نے عسکری زندگی سیالکوٹ، بنوں اور آزاد کشمیر کے مختلف محاذوں پر گزاری۔ 1992ء میں شہید اپنی یونٹ کے ساتھ سیاچن کی بلند و بالا چوٹیوں پر دشمن کے سامنے صورت فولاد کے مانند چاق چوبند سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے۔ یکم اگست 1992ء کو سیاچن کے فلک بوس محاذ پر اس بہادر سپوت نے دشمن کے ناپاک عزائم کا جنازہ نکال دیا۔ کراس فائرنگ کے دوران دشمن کی ایک گولی آپ کے بازو میں لگی۔ انتہائی تکلیف کے باوجود اپنا حوصلہ بلند رکھا اور دشمن کا منہ توڑ جواب دیتے رہے اچانک ایک اور گولی آپ کے سینے میں لگی جس سے آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔

شہید ایک ایماندار اور محنتی انسان تھے۔ گاؤں کے سبھی لوگ اسے آج بھی اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔ شہید نے اپنے ورثاء میں اکلوتا بیٹا گل اکبر چھوڑا ہے۔

سپاہی حسین علی خان شہید

(سندی یاسین، 2 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی حسین علی خان شہید 22 اپریل 1967ء کو سندی یاسین میں محترم حوالدار ریٹائرڈ شیلی خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کرنے کے بعد جماعت ہشتم ہائی سکول طاؤس سے پاس کی۔ آپ 1986ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 2 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہو گئے۔ اپنی سات سالہ عسکری زندگی استور اور سکردو کے بلند و بالا محاذوں پر گزار دی۔ آپ سیاچن کے محاذ پر اپنی ڈیوٹی سر انجام دینے میں مصروف عمل تھے کہ دشمن کی طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں ایک گولی بازوں میں لگنے سے زخمی ہوئے لیکن آپ کے جذبۂ ایمانی میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ پہلے سے زیادہ جذبۂ حب الوطنی سے وطن کی سرحدوں کی حفاظت میں دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں آپکی خدمات گلتری سیکٹر منتقل ہو گئیں۔ 23 مارچ 1993ء کو آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مورچہ زن تھے کہ اچانک برفانی تودا گرنے سے اس کے نیچے دب گئے اور شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو گئے۔

آپ کے دادا جان 1950ء کو بحیثیت حوالدار ریٹائرڈ ہوئے تھے جبکہ والدِ گرامی کو جنگِ 1965ء کے دوران وطن عزیز کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے غازی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک غازی کے بیٹے ہونے کے ناطے آپکی رگوں میں سپاہیانہ خون ہمیشہ گرم رہتا تھا۔

شہید ایک فراخ دل شخصیت کے مالک تھے۔ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ بچپن میں تیراکی کے بہت شوقین تھے۔ ایک دفعہ دریا میں تیرتے ہوئے ڈوبنے لگے تو جائے حادثہ پر موجود ساتھیوں نے بچا لیا۔ آپکی شہادت سے چند ماہ پہلے آپکی شادی ہوئی تھی، اس لئے ورثاء میں کوئی اولاد نہیں۔

بھائی جمیل احمد کے تاثرات:۔

''میرے بھائی کے دل میں شہادت کی آرزو ہمیشہ سے زندہ تھی اور وطن عزیز کی خدمت کو اپنا اولین فریضہ سمجھتا تھا یقیناً اسکی دلی خواہش پوری ہو گئی''۔

سپاہی منیر احمد شہید

(برکلتی یاسین، 1 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی منیر احمد ستمبر 1957ء میں آبائی گاؤں برکلتی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں برکلتی سے حاصل کی۔ آپ 15 دسمبر 1987ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 1 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔ شروع کے تین سال این ایل آئی سنٹر میں گزار دیئے بعد ازاں سکردو کے محاذ پر تعینات ہوئے۔

اپنی یونٹ کے ساتھ سکردو بلتور کے بلند و بالا محاذ پر تعینات تھے۔ یہاں سردی کی شدت اس قدر خطرناک ہے کہ گردے سوجنے لگتے ہیں۔ کیپٹن اقبال نے اپنے جوانوں سے کہا کہ حمزہ گونڈ میں ہم نئی پوسٹ قائم کرنے جا رہے ہیں۔ چند جوان میرے ساتھ آجائیں۔ چنانچہ شہید منیر سمیت تین دیگر ساتھیوں نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے پیش کیا۔ 5 جولائی 1993ء کو آپ اور آپ کے ساتھی کیپٹن اقبال کی قیادت میں منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ اس دن سخت برفباری ہو رہی تھی اسلئے آپ اور ساتھیوں نے غار میں پناہ لی تھی کہ مورخہ 7 جولائی 1993ء کو برفانی تودہ نے اپنی لپیٹ میں لیا اور اس کی زد میں آ کر آپ شہید ہو گئے۔ 9 جولائی 1993ء کو آپ کا جسد خاکی نکالا گیا۔ اس طرح وطن عزیز کا ایک وفادار سپاہی اپنے ملک و قوم کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گیا۔

شہید ایک سادہ مزاج شخصیت کے مالک تھے اور خلق خدا سے پیار کرنے والے شخص تھے۔ تیراکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ دوران طالب علمی گرمیوں کے موسم میں دریا پار کرتے تھے اور فٹ بال کے بھی ایک بہترین کھلاڑی تھے۔ آپ کی لمبی کک آج بھی دوست یاد کرتے ہیں۔ آپ جانوروں سے بے حد پیار کرتے تھے اور گھر میں اکثر ایک پالتو کتا اور بلی پالتے تھے۔ آپ کے دو بھائی مستقیم بیگ اور آدینہ خان بھی فوج سے ہی ریٹائرڈ ہیں۔

سپاہی شیر ولی شہید

(برکولتی یاسین، 13 این ایل آئی رجمنٹ)

جن گھروں میں بچوں کو سلانے کیلئے بھی جنگی نغمے سنائے جاتے ہوں۔ جہاں جن، بھوت کے افسانے بیان کر کے بچوں کو ڈرانے کی بجائے اپنے اسلاف کے جنگی واقعات کا تذکرہ ہوتا ہو تو ایسے بچے وطن کی سر بلندی کو اپنا عشق شعور سمجھتے ہیں اور وقت آنے پر جان نثار کرتے ہیں۔ وادیٔ یاسین کے جانبازوں میں ایک نام سپاہی شیر ولی شہید کا بھی ہے۔

سپاہی شیر ولی شہید جولائی 1965ء کو برکلتی میں پیدا ہوئے۔آپ 18 سال کی عمر میں 1984ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔آپ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 13 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔دوران ملازمت مختلف محاذوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔کشمیر کے محاذ پر ایک دفعہ آسمانی بجلی گرنے سے آپ کا جسم کافی متاثر ہوا اور ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد صحت یاب ہوئے تھے۔آپ 12 نومبر 1995ء کو شکمہ سیکٹر میں ماشااللہ پوسٹ پر دورانِ ڈیوٹی اپنی جان نچھاور کر کے اپنے آباؤ اجداد کے لئے طرۂ امتیاز ثابت ہوئے۔

شہید سپاہی شیر ولی کا شمار وفا شعار لوگوں میں ہوتا ہے۔بچپن میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تربیت والد اور بڑے بھائیوں کے زیر سایہ ہوئی۔آپ نے زندگی میں کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔شہید کے خاندان میں دیگر بہت ساری شہادتیں ہوئی ہیں جن میں سپاہی زر ولی خان استور کے محاذ پر شہید ہوئے۔سپاہی شیر ولی خان معرکۂ کارگل اور سپاہی معراج خان (تمغۂ بسالت) شمال وزیرستان میں شہید ہوئے۔آپ کے خاندان کے بہت سے افراد پاک فوج کے ساتھ منسلک ہیں جن میں آپ کا بھائی ضیاءالدین ہیں جو کہ 14 پنجاب رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہوئے۔آپ کا چچا محمد ابراہیم خان 13 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہوئے۔حاضر سروس افراد میں سپاہی سفر علی 4 این ایل آئی رجمنٹ اور سپاہی اصغر علی 37 ایس ایس پی سے منسلک ہیں۔

شہید کے ورثاء میں ایک ہی بیٹا فدا جان ہے جو کہ زیر تعلیم ہے۔

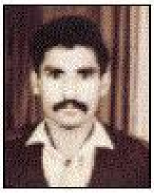

نائیک مراد علی شہید

(سلطان آباد یاسین، 12 این ایل آئی رجمنٹ)

نائیک مراد علی شہید 1970ء کو سلطان آباد یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سلطان آباد (حیولٹی) میں قائم ڈی جے مڈل سکول سے حاصل کی۔ یہاں سے ہی مڈل پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔ اگرچہ شہید کے زمانے میں علاقہ یاسین میں تعلیمی سہولیات کی عدم دستیابی اور آگاہی کا فقدان ہونے کی وجہ سے تعلیم کی طرف لوگوں کی رغبت بہت کم تھی لیکن شہید نے میٹرک پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے کراچی کا رخ کیا۔ کراچی سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد پاک فوج کا حصہ بننے کیلئے حد درجہ آرزومند تھے۔ یوں 1988ء کو بطور سپاہی پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 12 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بن گئے۔ اس وقت اپکی یونٹ کشمیر میں تھی یہاں اپنی یونٹ کے ہمراہ عسکری خدمات دینے کے بعد سیاچن میں تعینات ہوئے۔ مختصر عسکری زندگی کے آخری ایام استور کے محاذوں پر گزار دیئے۔ 21 مارچ 1995ء کو جوہائی پوسٹ پر ڈیوٹی کے دوران اچانک برفانی تودے کی زد میں آکر شہید ہوگئے۔

آپ فٹ بال کے مایہ ناز کھلاڑی تھے اس لئے زیادہ تر عسکری زندگی فٹ بال کے مختلف مقابلوں میں گزار دی۔ شہید کے خاندان کا تاریخ چترال اور تاریخ گلگت بلتستان میں کلیدی کردار رہا ہے۔ آپ اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اپنے دوستوں میں زیادہ مقبول تھے اسی لئے آپکا حلقہ ارباب بہت وسیع تھا۔ آپ کے ورثاء میں میں ایک بیٹا شاکر علی ہے جو کہ اسلام آباد میں زیر تعلیم ہے۔

صوبیدار لطیف آمان شہید (تمغۂ بسالت)

(داملگن یاسین، 9 این ایل آئی رجمنٹ)

جس دھرتی کے جوانوں کا عزم کوہ ہمالیہ سے بلند ہو اور یقین کو قراقرم کے چٹانوں کی طرح مضبوط ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اس جذبہ ایمانی سے گتھم گتھا ہونے سے پہلے ہی زیر ہو جاتی ہے وطن عزیز پاکستان کے شیر دل سپاہیوں نے اپنے ہمسائیہ دشمن ملک بھارت کے غرور کو ہر بار خاک میں دفن کر دیا ہے اور کرتے رہیں گے۔

ہمارے ہاں شہداء کی لازوال داستانوں میں سے ایک داستان شہید صوبیدار لطیف امان (تمغۂ بسالت) کی بھی ہے۔

صوبیدار لطیف امان شہید (تمغۂ بسالت) کی پیدائش 1955ء کو یاسین داملگن بلتر میں جنگ آزادئ گلگت بلتستان کے غازی صوبیدار فیض آمان کے ہاں ہوئی۔ آپ نے مڈل گورنمنٹ مڈل سکول یاسین خاص سے پاس کیا اور بعد میں 1976ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 9 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہو گئے۔ دوران سروس آپ نے اپنی پڑھائی بھی جاری رکھی۔ پاک آرمڈ فورسز سے میٹرک اور ایف اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد PTC اور CT کی تعلیم بھی حاصل کی۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے سکردو، سیاچن، استور اور کشمیر کے مختلف محاذوں پر ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران پیشہ وارانہ تربیت بھی حاصل کرتے رہے جس کے بعد آپ کو ترقی دیکر صوبیدار کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ 1999ء میں شہید کی تعیناتی کشمیر میں ایل او سی پر کر دی گئی۔ اس وقت بھارت کی جانب سے ایل او سی کی مسلسل خلاف ورزی ہو رہی تھی اور شہید نے اپنے عظیم والد گرامی کو مشعل راہ بناتے ہوئے رضا کارانہ طور پر اگلے مورچے پر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ جب شہید کو اگلے مورچے پر جانے کا حکم ملا تو ایل او سی پر دشمن کی گولہ باری کا بھرپور انداز میں جواب دے رہے

تھے کہ اچانک دشمن کی گولی آپ کو لگی اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔اس دوران وہاں پر موجود ساتھیوں نے شہید کو زخمی حالت میں پچھلے مورچہ پر بھیج دیا۔چند دن بعد جب شہید مکمل طور پر صحت یاب ہوئے تو ایک نئے جذبے اور ولولہ کے ساتھ دوبارہ اگلے مورچے پر جانے کی ٹھان لی پھر مورچے پر پہنچتے ہی بھرپور انداز سے دشمن کے گولوں کا جواب دیتے رہے۔ 17 اگست 1998ء کو فجر کے وقت دشمن کا بھاری گولہ آپ کے سینے پر لگنے کے بعد وہاں موجود ایک اور سپاہی کو جا لگا جس کا تعلق ہنزہ سے تھا۔اس کے نتیجے میں آپ دونوں موقع پر ہی شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو گئے۔شہید کی خدمات کے عوض حکومت پاکستان نے تمغۂ بسالت سے نوازا۔

شہید صوبیدار لطیف آمان کے والد مرحوم غازی صوبیدار فیض آمان کے تاثرات۔

''شہادت کی موت میری خواہش تھی۔میں نے 1948ء، 1965ء، اور 1971ء کی جنگوں میں بھرپور حصہ لیا لیکن شہادت نصیب نہ ہو سکی۔اللہ تیرا شکر ہے آج میرے بڑے بیٹے کو شہادت نصیب ہوئی''۔

شہید ایک رحم دل انسان تھے۔ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔مطالعے کے بہت شوقین تھے اور دوسروں کو بھی علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔شہید کا چھوٹا بھائی حوالدار شاہ امان 14 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہوا ہے۔شہید کے خاندان میں راجہ محمد ظفر خان (تمغۂ جرأت)، شہید ایوب آمان، شہید محمد ایوب، شہید خالد حسین اور شہید مراد علی شاہ شامل ہیں۔شہید کے ورثاء میں تین بیٹیاں ہیں۔ایک بیٹی قراقرم یونیورسٹی سے ایم فل کر رہی ہے جبکہ دوسری بیٹی قائداعظم یونیورسٹی میں ماسٹرز کی طالبہ ہے جبکہ تیسری بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔

سپاہی حواس بیگ شہید (تمغۂ بسالت)

(تھوئی یاسین، 2 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی حواس بیگ شہید 5 اگست 1972ء کو تھوئی یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ 1992ء کو دل میں جذبہ حب الوطنی کا سمندر لئے پاک فوج میں شامل ہوئے۔ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر سے حاصل کرنے کے بعد 2 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ شہید نے اپنی 8 سالہ عسکری زندگی گلتری سیاچن اور کشمیر کے مختلف محاذوں پر بڑی فرض شناسی، دلیری اور ایمانداری سے گزاری۔ 4 اگست 1998ء کو کشمیر کے محاذ پر دشمن کے ساتھ برسر پیکار ہوتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی بہادری اور داد شجاعت کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو تمغۂ بسالت سے نوازا۔

شہید سپاہی حواس بیگ، (تمغۂ بسالت) اپنی عسکری زندگی کو ہمیشہ بہادری اور دلیری کے آئینہ میں دیکھتے تھے۔ آپ اپنے گاؤں کے نوجوانوں سے وطن عزیز کے دفاع و فوج کی اہمیت اور دشمن کے ناپاک عزائم کے حوالے سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپکا چھوٹا بھائی گھر پر والدین کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ شہید کے علاوہ خاندان میں شہید قاسم علی 1999ء کو سکردو کے مقام پر شہید ہوئے جبکہ سپاہی شکور خان معرکۂ کارگل کے شہید ہیں۔

سپاہی افضل امان شہید

(قرقلتی یاسین، 101 آرٹلری رجمنٹ)

سپاہی افضل امان شہید 10 مارچ 1982ء کو قرقلتی یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول قرقلتی سے حاصل کی اور 15 نومبر 1999ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ شہید پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بروئے کار لایا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ دوران تربیت این ایل آئی سنٹر میں دو ٹرافیاں بیسٹ شوٹر اور بیسٹ ڈرل کی حاصل کیں۔ 13 ماہ کی ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ 120 مارٹر کورس کیلئے آرٹلری سینٹر اٹک گئے۔ وہاں سے چھ ماہ کی تربیت حاصل کرنے کے بعد کامری میں اپنی یونٹ جوائن کی۔ ایک سال یونٹ میں گزارنے کے بعد سپاہی افضل آمان شہید پاکستان اسپیشل سروس فورس (ایس ایس جی) کیلئے منتخب ہو گئے۔ چھ ماہ چیراٹ سے ایس ایس جی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد واپس اپنی یونٹ پہنچ گئے۔ نو ماہ کا طویل عرصہ کے بعد آپ کو ایک ماہ کی چھٹی ملی تو خاندان والے والدین اور بچے آپ کے دیدار کو ترس رہے تھے۔ ایک ماہ کی چھٹی گھر پر گزارنے کے بعد یکم ستمبر کو واپس یونٹ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی کو کیا خبر کہ یہ آپ کی آخری چھٹی تھی کہ شام کو والدہ صاحبہ سے کہا ''امی میں کل صبح جا رہا ہوں میرے جانے کے بعد میرے بچوں کا خاص خیال رکھنا''۔ صبح گاؤں قرقلتی سے گلگت کیلئے کوئی گاڑی نہیں ملی تو آپ کو صبح فجر کے وقت جانا پڑا تا کہ گاؤں سندی سے آگے گاڑی ملے۔ یوں شہید افضل امان یکم ستمبر کی صبح فجر کے وقت اپنے خاندان کو اللہ حافظ کہتے ہوئے اپنے بچپن کے دوست محمد رسول جو کہ 15 لائٹ کمانڈو میں عسکری خدمات سرانجام دے رہا ہے کیساتھ نکلے۔ فجر کے وقت یہ دوست گاؤں قرقلتی سے گاؤں سندی روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کے دوست محمد رسول پانی پینے کیلئے ایک پل، بار جوشک کے پاس گئے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں۔ جب محمد رسول نے آپ کو جگایا تو آپ نے بڑے افسوس کے ساتھ کہا کہ ایک منٹ اور مجھے یہاں آرام کرنے دو، زندگی کا کیا بھروسہ شائد پھر کبھی نہ آسکوں۔ اس کے

بعد دونوں دوست وہاں سے گاؤں سندی اور پھر گلگت پہنچ گئے۔

اسی دوران شہید افضل آمان کی ڈیوٹی گلگت شہر میں تھی لیکن آپ کی درخواست پر بارڈر پر بھیجا گیا کیونکہ ان دنوں پاک بھارت حالات ناخوشگوار تھے اور گولہ باری کا تبادلہ معمول بن گیا تھا۔ 9 اکتوبر 2002ء کو رات بھر گولہ باری کا تبادلہ جاری تھا جس میں شہید افضل آمان نے بھرپور حصہ لیا اور دشمن کے مورچوں پر خوب گولے برسانے لگے۔ 10 اکتوبر 2002ء کو شہید آمان کے سینے میں شیل لگا جس سے آپ جام شہادت نوش کر گئے۔ 11 اکتوبر 2002ء کو شہید افضل آمان کو باقاعدہ فوجی اعزازات کے ساتھ پاک آرمی کے چاق چوبند دستے نے آبائی قبرستان قرقلتی میں سپرد خاک کیا۔

*****

سپاہی شرافت خان شہید

(تھوئی یاسین، 10 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی شرافت خان شہید 1981ء کو تھوئی یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہائی سکول تھوئی کنو سے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اس کے فوراً بعد ہی آپ پاک فوج میں بھرتی ہو گئے۔ این ایل آئی سینٹر بونجی سے 9 ماہ کی تربیت حاصل کرنے کے بعد 10 این ایل آئی رجمنٹ جوان دنوں گلتری میں تعینات تھی منسلک ہوئے اور اپنی مختصر ترین عسکری زندگی گلتری میں ہی گزاری۔

راجہ شیر جہان جو کہ سپاہی شرافت خان شہید کے قریبی ساتھی تھے اور شہادت کے وقت ان کے ساتھ موجود تھے، کا کہنا ہے کہ 2 ستمبر 2002ء کو شرافت خان مغرب کی نماز کیلئے وضو کر کے جب باہر آئے تو اسی وقت بنکر میں سنتری کی ڈیوٹی کا وقت آیا آپ بغیر نماز ادا کئے سنتری کی ڈیوٹی دینے لگے۔ اتنے میں دشمن کی طرف سے تین گولے یکے بعد دیگرے بنکر پر فائر ہوئے۔ ابتدائی دو گولے نشانے پر نہیں لگے البتہ آخری گولہ بالکل بنکر کے سامنے پھٹ گیا جس سے شہید کے سینے

پر زخم آیا۔ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

شہید شرافت خان انتہائی پر خلوص شخصیت کے مالک تھے۔ ہمسائیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ زندگی میں کبھی بھی کسی کو تکلیف نہیں دی اور صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ شہید بچپن سے فٹ بال کے بڑے دلدادہ تھے۔ شہید کو شروع سے ہی فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش تھی جو کہ پوری ہو گئی۔ شہادت سے قبل گھر پر آپ کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ خاندان والے آپ کی چھٹی کے انتظار میں تھے کہ جیسے ہی آپ آئینگے تو آپ کی شادی کرائی جائیگی۔ لیکن کیا معلوم شادی سے قبل جسد خاکی گھر لایا جائیگا۔ یوں شادی کی آرزو ادھوری ہی رہ گئی۔ آخری مرتبہ جب گھر آئے تو چھٹیاں ختم ہونے سے 18 دن قبل گھر لیٹر آیا کہ فوری طور پر واپس یونٹ آجائیں۔ آپ اپنی 18 دن کی چھٹیاں گزارے بغیر روانہ ہوئے۔ جاتے وقت راستے میں اپنے والد صاحب کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے "والد محترم زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ملکی حالات ناسازگار ہیں لہٰذا پریشان نہ ہونا"۔ والد صاحب نے فوراً کہا "بیٹا سفر کرتے ہوئے ایسی باتیں نہیں کرتے" جس پر شہید نے جواب دیا۔ "ابا جان شہادت میرے مقدر میں ہے"۔

شہید اپنے چار بہنوں اور تین بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ تمام بہنوں کی شادیاں ہو چکی ہیں جبکہ چھوٹا بھائی محمد علی دبئی میں ملازمت کر رہا ہے۔ دوسرا بھائی سعد علی آرمی سپلائی کور میں خدمات سرانجام دے رہا ہے اور سب سے چھوٹا بھائی شیر زمان میٹرک کا امتحان پاس کر چکا ہے۔

شہید شرافت خان کے خاندان میں شہید رحمت اللہ خان معرکہ کارگل کا شہید ہے۔ فدا علی شہید گیاری سیکٹر میں جبکہ سپاہی ہنر شاہ 1998ء کو گاڑی حادثے میں شہید ہوئے۔ شہید کارگل سپاہی کریم خان (تمغۂ بسالت) کا تعلق بھی آپ کے ہی خاندان سے ہے۔ شہداء کے علاوہ آپ کے خاندان سے سپاہی سعد علی سپلائی کور، سلامت خان 28 سندھ رجمنٹ، اکبر خان EME، سپاہی ریاست خان 41 بلوچ رجمنٹ، لیاقت علی خان 3 آزاد کشمیر رجمنٹ اور حوالدار محمد ایوب ولد مس خان بلوچ رجمنٹ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ایئر مین خوش قدم شاہ شہید

(تھوئی یاسین، وی آئی پی ٹیکنیشن، ایئر فورس)

ایئر مین خوش قدم شاہ شہید 9 فروری 1976ء کو تھوئی کنو میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مڈل کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول کنو سے پاس کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان سکردو سے پاس کیا۔ آپ نے 1993ء میں بطور ایئر مین پاک فضائیہ میں شمولیت اختیار کر لی اور وی آئی پی ٹیکنیشن کا حصہ بنے جہاں آپ انسٹرومنٹ آفیسر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ زیادہ سروس آپ نے چکالہ ایئر بیس میں گزاری اور ساتھ ہی ساتھ کوہاٹ اور کراچی میں بھی تعینات رہے۔ 20 فروری 2003ء کو آپ اپنے ڈیوٹی پر مامور تھے کہ اسی دوران سانحہ کوہاٹ پیش آیا۔ اس سانحے میں جہاز کریش ہوگیا۔ اور اسی سانحے کے دوران آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

جب ہم نے بوڑھی ماں سے شہید بیٹے کا تذکرہ چھیڑا تو ان کے ذہن میں بند پڑے ماضی کے دریچے ایسے کھل گئے کہ آنکھیں چھلکنے لگیں اور ضبط کا بند ٹوٹنے سے آنسو ایک سیلاب کی مانند چہرے پر امنڈ آئے۔ پھر دھیمی آواز میں کہنے لگیں "میرا بیٹا بہت نیک سیرت تھا۔" جب شہید کی یادگار اشیاء کا ذکر کیا تو جھکی کمر میں ایک بجلی کی سی تیزی آ گئی۔ آنسو پونچھتی ہوئی فوراً گلے میں پہلے سے لٹکتی ہوئی چابیوں کے گچھے سے صندوق کی چابی نکالی اور تمام دستاویزات نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیں۔ یہ ایک ماں کی اپنی اولاد کے ساتھ والہانہ محبت کا ایک منظر تھا جسکو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ سلام ہو اس ماں پر جو اپنے جگر گوشے کو وطن عزیز پر قربان کرنے کے بعد کہتی ہے کہ ایک شہید کی ماں ہونے پر مجھے فخر ہے۔ ایسی کئی مائیں ہیں جن کے جگر گوشوں نے اپنے خون سے اس گلشن کو سینچا ہے۔ اور مائیں صابر و شاکر ہیں۔ اگر دنیا کی نفسا نفسی سے وقت نکال کر کسی شہید کی ماں سے ملیں تو اندازہ ہوگا کہ قربانی کس کیفیت کا نام ہے۔

آپ کے دادا محمد آمین شاہ شہید کا شمار جنگِ آزادیٔ گلگت بلتستان کے صفِ اول کے شہداء میں ہوتا ہے۔جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں ڈوگرہ راج کو شکست سے دو چار کر کے آزادی کے لازوال پر چم گاڑھے۔اس کے علاوہ آپ کے برادران حقیقی حوالدار صاحب شاہ آرمی سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ ناصر علی اور محمد علی اب بھی پاک فوج میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شہید ایک دردمند انسان تھے۔اس لئے ہمسائے، رشتہ دار اور رفقاء ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی خواہش تھی کہ اپنے بہن بھائیوں کو وقت کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دلا سکیں، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔شہید کی شادی نہیں ہوئی تھی اس لئے ورثاء میں کوئی اولاد نہیں۔آخری چھٹی کے دوران ماں سے کہا تھا کہ ''ماں میں شہید ہونے والا ہوں جب میرا تابوت گھر لایا جائے تو اس وقت ہمت سے کام لینا۔''یہ آپ کے آخری الفاظ تھے۔عظیم لوگوں کو اپنی موت کی پہلے سے خبر ہوتی ہے اور انہیں عظیم موت ہی نصیب ہوتی ہے۔

*****

سپاہی مراد شاہ شہید

(برکلتی یاسین، 9 این ایل آئی رجمنٹ)

مراد علی شاہ شہید 1967ء کو برکلتی یاسین میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں کے محترم اساتذہ نظر علی شاہ، سید افضل اور میر اعظم مرحوم کی زیر نگرانی حاصل کی۔مڈل کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول ہندور سے پاس کرنے کے بعد 1987ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے اور این ایل آئی کی نویں یونٹ کا حصہ بنے۔

آپ مضبوط جسم کے مالک تھے اس لئے عسکری مشقیں انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام

دیتے تھے۔ اپنی سولہ سالہ عسکری زندگی شاہین کی طرح بلند وبالا محاذوں اور فلک بوس برفیلی چٹانوں پر گزار دی۔ 18فروری 2003ءکو اپنی یونٹ کے ہمراہ شاکوٹ آزاد کشمیر کے محاذ پر اپنی ڈیوٹی پر معمور تھے کہ اچانک ایک غضب ناک برفانی تودے کی زد میں آکر اپنے ایک اور ساتھی کے ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔ 23فروری 2003ءکو آپ کا جسد خاکی بذریعہ ہیلی کاپٹر لایا گیا اور پاک فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا۔

شہادت سے قبل آپ چھٹیاں گزارنے گھر آئے تھے۔ اس بار شہید نے اپنی اہلیہ سے کہا تھا کہ "مجھے میری شہادت کی نوید سنائی گئی ہے اور میری شہادت کے بعد مجھے اپنے تایا کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔" غیر متوقع باتیں اپنے خاوند کے منہ سے سن کر اہلیہ حیرانی سے چپ رہی یوں اس کے بہت ہی کم عرصے کے بعد آپ شہید ہوئے۔

آپ کے دادا مرحوم زندہ گانی شاہ فرنگی دور میں 1923ء میں فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اندر سپاہیانہ خصوصیات ورثے میں ملی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کا تایازاد بھائی عظمت شاہ 450 بیٹری سے ریٹائرڈ ہیں۔ آپ کے خاندان کے حاضر سروس افراد میں چھوٹا بھائی حسین آمان 7 این ایل آئی رجمنٹ، چچازاد بھائیوں میں نائب صوبیدار اعجاز الرحمن 32 پنجاب رجمنٹ، حوالدار شیر قادر 7 این ایل آئی رجمنٹ، نائیک شریف خان 217 آزاد کشمیر رجمنٹ، لانس نائیک گلسمبر خان ASC اور سپاہی محمد عباس خان ایئر ڈیفنس قابل ذکر ہیں۔ شہید کے ورثاء میں دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا امجد علی شاہ ہے جو کہ اے پی ایس گلگت میں آٹھویں جماعت میں ہے، جبکہ چھوٹا بیٹا علی شاہ جماعت چہارم میں زیر تعلیم ہے۔

لانس نائیک شیر وخان شہید

(درکوت یاسین، 815 مجاہد بٹالین)

جس طرح جسمانی طور پر مضبوط اور چست و چالاک تھے اسی طرح ایمان وخودداری کے اعتبار سے بھی پختہ اور غیر متزلزل تھے۔ ان میں ایک شہید کی روح پنہاں تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں شہادت جیسے رتبے کیلئے چن رکھا تھا۔ بھلا وہ کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ ہر ذی روح کو بالآخر موت کا مزہ چکھنا ہے لیکن انسانوں کے اس اژدہام میں انسانیت کا دم بھرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ وہ اپنی جان سے گزر کر دوسروں کے لئے سامان زندگی فراہم کرتے ہیں۔

لانس نائیک شیر وخان شہید 1970ء کو گاؤں درکوت یاسین کے بلند وبالا پہاڑوں اور چمکتے گلیشرز کے درمیان محترم ماخان کے ہاں پیدا ہوئے۔ بچپن اپنے دوستوں کے ساتھ کھلے میدانوں اور گھنے جنگلات میں بالکل ایک شیر کے بچے کی طرح ہی گزارا۔ آپ 1988ء کو مجاہد بٹالین میں بھرتی ہوگئے۔ دوران تربیت فائرنگ میں پوزیشن ہولڈر رہے۔ پاسنگ آوٹ کے بعد 815 مجاہد بٹالین کے ساتھ منسلک رہے جو کہ ان دنوں کیل آزاد کشمیر میں تعینات تھی۔ ان دنوں پاک بھارت حالات بہت ہی کشیدہ تھے۔ بھارتی فوج بار بار بلا اشتعال کیل روڈ پر گولیاں برساتی تھی۔ اس کے بعد اپنی یونٹ کے ہمراہ گھڑی دوپٹہ کی سرحدوں پر مامور ہوئے اسی دوران انٹر بریگیڈ کمانڈو مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور اعزازی پروموشن مل گئی۔ بعد ازاں آپ شاردہ اور کوٹلی کے محاذوں پر بھی تعینات ہوئے۔ 17 جولائی 2005ء کو شہید شیر وخان اپنی آخری چھٹیاں گزارنے کے بعد یونٹ کی جانب سفر پر گامزن تھے کہ اچانک دہشتگردوں نے مسافر بس پر حملہ کیا، اس خطرناک صورت حال میں آپ نے اپنی عسکری مہارتوں کو استعمال کرتے ہوئے دہشت گردوں کا مقابلہ کیا اور کئی مسافروں کی جان بچائی۔ اس مقابلے کے دوران سینے پر گولی لگنے سے شہادت عظمیٰ پر فائز ہوگئے۔

واقعی وہ ایک شیر تھے۔ جو اپنی جان کی بازی لگا کے کئی جانوں کے محافظ بن گئے۔ بعد ازاں شہادت آپ کے جسد خاکی کو مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ درکوت میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کے ورثاء میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ سب سے بڑی بیٹی رضیہ پروین پری میڈیکل کی طالبہ ہے۔ بیٹا باسط علی خان جماعت ہشتم اور چھوٹا بیٹا اویس علی خان جماعت پنجم کا طالب علم ہے، جبکہ سب سے چھوٹی بیٹی رشیدہ پروین جماعت چہارم میں پڑھتی ہے۔

چھوٹے بھائی نائیک حمید خان کے تاثرات:۔

"عظیم لوگ عظیم منزل پاتے ہیں۔ میری بھی خواہش ہے کہ مجھے میرے بھائی کی طرح شہادت نصیب ہو۔ وہ ایک فوجی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم انسان بھی تھے۔ والدین کی ہر خواہش پوری کرتے تھے اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دیتے تھے۔ بچپن سے جوانی کے ایام تک کبھی کسی چیز کی کمی محسوس ہونے نہ دی۔ میرے بھائی کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بچوں کی خوب تعلیم و تربیت کریں۔ لہٰذا اُن کی شہادت کے بعد فرض اولین کے طور پر ہم سب خاندان والے ان کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بہت محتاط ہیں"۔

*****

سپاہی شیر باز شہید

(ہندور یاسین، 1 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی شیر باز شہید 1980ء میں ہندور یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان ہائی سکول ہندور سے پاس کیا۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ بڑے بیٹے ہونے کے ناطے تمام تر ذمہ داریاں کمزور کندھوں پر آن پڑیں۔ ماں نے بہت سی مشقتیں جھیل کر آپ کی پرورش کی۔ آپ میٹرک پاس کرنے کے بعد 2000ء میں پاک فوج میں بھرتی ہوگئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 1 این ایل آئی رجمنٹ

میں تعینات ہو گئے۔ اپنی مختصر عسکری زندگی استور اور سکردو کے مختلف محاذوں پر گزاری۔ جنوری 2005ء میں آپ کی ڈیوٹی سیاچن کے مقام پر تھی۔ وطن کے سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے برفانی تودے کی زد میں آ کر جامِ شہادت نوش کیا۔ 8 جنوری 2005ء کو اپنے آبائی گاؤں ہندور میں حوالدار لالک جان شہید نشان حیدر کے مزار کے عقبی حصے میں پاک فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ شریف النفس انسان تھے۔ لڑائی جھگڑے کو ناپسند کرتے تھے۔ فٹ بال کے ایک بہترین کھلاڑی تھے۔ شہید کے دو چھوٹے بھائی سپاہی شہباز علی اور سپاہی اصغر علی اس وقت پاک آرمی میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ ان دونوں سے بڑا بھائی میر باز علی آرمی پبلک سکول اینڈ کالج جوٹیال گلگت میں درس وتدریس سے منسلک ہے۔ آپ کے ورثاء میں اکلوتا بیٹا ہے جو آپ کی شہادت کے چند ماہ بعد پیدا ہوا اور اس وقت لالک جان شہید نشان حیدر آرمی پبلک سکول ہندور میں زیر تعلیم ہے۔

*****

سپاہی شیرین بیگ شہید

(یاسین خاص، 18 آزاد کشمیر رجمنٹ)

سپاہی شیرین بیگ شہید نے ابتدائی تعلیم 1984ء میں گورنمنٹ مڈل سکول یاسین خاص سے حاصل کی۔ یہاں سے 1992ء میں مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہائی سکول طاؤس میں داخلہ لیا۔ آپ نے 1994ء میں یہاں سے میٹرک پاس کیا۔ 1998ء کو بطور سپاہی آپ نے پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت مانسر کیمپ سے حاصل کرنے کے بعد 18 آزاد کشمیر رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔ ابتدائی دو سال سندھ، حیدرآباد میں گزارنے کے بعد آپکی تعیناتی ایف۔ سی۔ این۔ اے گلگت میں ہوئی۔ یہاں تین سال گزارنے کے بعد

سیالکوٹ میں تعینات ہوئے۔ وہاں دو سال گزارنے کے بعد آپ کی تعیناتی استور گلتری سیکٹر میں ہوئی۔ گلگت بلتستان بلند وبالا محاذوں کی بدولت پوری دنیا میں مشہور ہے کہ یہاں بیک وقت دو جنگیں لڑی جاتی ہیں "ایک دشمن کے ساتھ اور دوسرا موسم کے ساتھ"۔ شہید استور گلتری سیکٹر کے یخ بستہ ہواؤں کے دامن میں وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت میں مصروف عمل تھے کہ اچانک ایک ساتھی موسم کی سختی کی وجہ سے بیمار پڑ گیا۔ یوں 15 جنوری 2005ء کی صبح اپنے بیمار ساتھی کو لیکر دیگر 7 ساتھیوں کے ہمراہ شکیل پوسٹ سے نیچے آ رہے تھے کہ راستے میں برفانی تودے کی زد میں آ کر اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے۔ شہادت کے چھ ماہ بعد آپ کے جسد خاکی کو برف سے نکال کر 5 اگست 2006ء کو فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں اپنے آبائی گاؤں یاسین خاص میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کے والد گرامی بھی ناردرن سکاؤٹ سے 1965ء میں ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ جبکہ دو بڑے بھائی سپاہی گوہر بیگ اور نائیک شکور بیگ بالترتیب 13 این ایل آئی رجمنٹ اور 8 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ آپ کا ایک بھتیجا اسلم بیگ 18 آزاد کشمیر رجمنٹ میں اپنی عسکری خدمات انجام دے رہا ہے۔

آپ کے نام کا اثر آپ کی شخصیت میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ شیرینی آپ کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ ماں باپ کی خدمت کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔ ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ ملازمت کے دوران آپکی خواہش تھی کہ ایس ایس جی (SSG) کا حصہ بنیں۔ لیکن SSG میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد دوران تربیت گردے کے عارضے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے SSG کا حصہ نہ بن سکے۔ آپ کے ورثاء میں ایک بیٹا ہے جسکا نام تنویر علی جو کہ ڈی جے پرائمری سکول یاسین خاص میں زیر تعلیم ہے۔

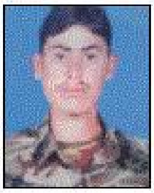

لانس نائیک محبوب ولی شہید

(درکوت یاسین، 2 این ایل آئی رجمنٹ)

ماں تو پھر ماں ہوتی ہے۔اس کی محبت کا دنیا میں موازنہ ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنی اولاد کے لئے ہر وقت تڑپتی رہتی ہے۔اُس کے لختِ جگر پر ذرا سی چوٹ آجائے تو دل پریشانی کے عالم میں سینے سے باہر آنے لگتا ہے۔لیکن سلام ہو اس ماں پر جس کے دو لختِ جگر یکے بعد دیگرے وطن عزیز پر قربان ہوئے۔پھر بھی ماں کہتی ہے ''شکر ہے دو شہید بیٹوں کی ماں ہوں''۔

لانس نائیک محبوب ولی شہید کی پیدائش 23 ستمبر 1982ء کو ان کے ننھیال بمقام سندھی میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں درکوت گورنمنٹ پرائمری سکول سے پاس کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان ہائی سکول یاسین خاص سے پاس کیا۔آپ نے 2001ء میں پاک فوج میں شمولیت اختیار کرلی۔آپ این ایل آئی سینٹر بونجی سے ابتدائی عسکری تربیت مکمل کرنے کے بعد گلگت شہر میں 2 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوئے۔اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کی یونٹ کی تعیناتی شمالی وزیرستان میں کردی گئی۔بعد ازاں 2008ء میں آپ کمانڈو تربیت کی غرض سے اوکاڑہ چلے گئے۔دوران تربیت تیراکی کے دوران آپ 24 اپریل 2008ء کو پانی میں ڈوب کر شہید ہوئے۔آپ کی شہادت کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی نادر فوج میں بھرتی ہوئے اور ٹھیک 5 سال بعد گیاری سیکٹر میں نادر بھی شہید ہوئے۔شہید فٹ بال کے ایک بہترین کھلاڑی اور دلدادہ تھے۔وہ اکثر کہتے تھے کہ ''میرے مرنے کے بعد اگر کھلاڑی میری قبر کے پاس سے گزرے تو میری روح اُن کے ساتھ ضرور کھیل کے میدان تک جائے گی''۔فٹ بال یاسین کا ایک مقبول ترین کھیل ہے کیونکہ یہ علاقہ بہت ہی میدانی اور کشیدہ ہے۔اس لئے یہاں کے نوجوان باقاعدہ گراؤنڈ کے بجائے کھیتوں میں کھیلتے ہیں۔شہید نہ صرف اپنے گاؤں میں بلکہ پورے یاسین میں ایک بڑے کھلاڑی کے طور پر مشہور تھے۔شائقین فٹ بال آج بھی فٹ بال گراؤنڈ میں آپ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔

آپ کے ساتھی کھلاڑیوں میں محمد مراد، اصغر خان، زر محمد، محمد اسلم، نصرت علی، عنایت خان، عالم جان، عظمت علی، ساعت آمان، فقیر محمد اور کریم محمد شامل ہیں۔

سپاہی خالد حسین شہید

(مورکہ یاسین، 5این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی خالد حسین شہید 19 اگست 1984ء کو تحصیل یاسین کے گاؤں مورکہ میں حوالدار (مرحوم) حسین علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد حسین علی خان خود بھی 5این ایل آئی رجمنٹ میں عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد آرمی سے سبکدوش ہو چکے تھے۔

سپاہی خالد حسین شہید نے ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کی۔آپ نے پرائمری پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول یاسین خاص میں داخلہ لیا۔اور سال 2002ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد تین سال تک گھر میں ہی رہے۔اُن کی دِلی تمنا تھی کہ والد بزرگوار کی طرح عسکری خدمات ملک عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے پیش کرے۔اسی جذبے کے تحت آپ 21 ستمبر 2005ء کو پاک فوج میں بھرتی ہو گئے اور 5این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔

آپ نے ابتدائی عسکری تربیت بونجی سے حاصل کی۔تربیت کے فوراً بعد آپ نے سیالکوٹ شہر میں اپنی یونٹ کو جوائن کرلیا۔دوران عسکری خدمات شہید کی یونٹ کا تبادلہ فروری 2008ء کو مغربی افریقہ کے ملک لائبیریا میں ہوا۔اپنی یونٹ کے ہمراہ شہید خالد حسین مغربی افریقہ میں ایک سال خدمات سرانجام دینے کے بعد واپس پاکستان آئے اور آزاد کشمیر میں شاردہ سیکٹر میں تعینات ہوئے۔

شاردہ کیل سیکٹر میں برف باری کی وجہ سے ایک پارٹی لائی میں پھنس گئی تھی۔اس پارٹی کو بچانے کے لئے رضا کار ٹیم تیار ہوئی جس میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔یوں رضا کار ٹیم لائی میں پھنسی ہوئی دوسری ٹیم کو بچانے کیلئے روانہ ہوئی۔راستے میں برفانی تودہ کی وجہ سے جان بچانے والے خود جام شہادت نوش کر گئے۔

شہید خالد حسین کا خاندان چترال اور گلگت بلتستان کے مختلف اضلاع میں پھیلا ہوا ہے جن کی عسکری خدمات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ البتہ قریبی خاندان میں شہید کے والد مرحوم حوالدار حسین علی خان 5 این ایل آئی رجمنٹ، حقیقی چچا حوالدار بُلبل زمان خان 14 پنجاب رجمنٹ سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ حوالدار بُلبل زمان اپنی یونٹ کے بہترین نشانہ باز ہونے کے ناطے جرمنی میں نشانہ بازی کے مقابلے میں پاکستان آرمی کی جانب سے حصہ لے کر گولڈ میڈل جیت چکے ہیں۔

شہید خالد حسین خوش اخلاق، ملنسار اور نرم مزاج شخص تھے، یہی وجہ تھی کہ جب آپ کا جسد خاکی آبائی گاؤں پہنچایا گیا تو مرد و زن ہر آنکھ اشکبار تھی۔ لیکن مقام شہادت کے مرتبہ اور درجہ کی بناء پر آہیں خاموش تھیں، ہزاروں افراد کی موجودگی میں گاؤں مرکز میں آر سی پل کے پاس سُپرد خاک کیا گیا۔ شہید اپنے گاؤں کے مشہور فٹ بالر، تیراک اور شکاری تھے۔ شکار کھیلنا انہیں حد درجہ پسند تھا۔ البتہ کم عمری کے باعث اور وقت نہ ملنے کی وجہ سے مارخور کا شکار نہ کر سکے جو ان کی دلی تمنا تھی۔ شہید کے پسماندگان میں ایک بیوہ اور کم سن بیٹیاں انوشہ خالد اور عالیہ خالد ہیں۔

*****

سپاہی سخاوت شاہ شہید

(برکلتی یاسین، 5 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی سخاوت شاہ شہید 12 اکتوبر 1982ء کو گاؤں برکلتی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں برکولتی سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول طاؤس سے پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ 2001ء میں فوج میں بھرتی ہو گئے۔ آپ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 5 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔ دوران تربیت آپ کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آ گئیں۔ آپ کو فائرنگ میں مہارت تھی اور کئی بار پوزیشن لینے میں کامیاب ہوئے۔

آپ نے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد پشاور میں اپنی یونٹ کو جوائن کیا۔ آپ کی صلاحیتوں کی وجہ سے یونٹ کمانڈر نے آپکو Signal پلاٹون میں تعینات کیا۔ یہاں آپ بحیثیت سیٹ آپریٹر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مئی 2005ء کو آپ کی یونٹ شمالی وزیرستان دتہ خیل تعینات کردی گئی اور اسی طرح آپ مختلف آپریشن میں حصہ لیتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی یونٹ سیالکوٹ ٹرانسفر ہوگئی۔ اس کے ایک سال بعد 2008ء کو آپ اپنی یونٹ کے ہمراہ لاہور ایئرپورٹ سے مغربی افریقہ لائبیریا کی طرف روانہ ہوئے۔ چھ مہینے لائبیریا میں گزارنے کے بعد دوماہ کی چھٹی پہ گھر آئے۔ چھٹیاں گزارنے کے بعد جب واپس لائبیریا پہنچ گئے تو آپ کو آپ کے والد محترم کے انتقال کی خبر ملی۔ آپ والد کی آخری رسومات میں بھی شریک نہ ہوسکے۔ 4 مارچ 2009ء کو یواین مشن مکمل ہونے کے بعد دوبارہ سیالکوٹ پہنچ گئے۔ پھر سیالکوٹ سے یونٹ کی تعیناتی کشمیر کیل سیکٹر میں ہوئی۔

کیل شاردہ میں یونٹ کی ایک کمپنی اگلے محاذ پر تعینات تھی وہاں بہت بھاری برفباری ہوئی تھی جس کی وجہ سے ایک پارٹی کو منتقل ہونا تھا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے ہوئے راستے میں پارٹی لانی میں پھنس گئی۔ اس پارٹی کو بچانے کے لئے رضا کار جوانوں کا ایک گروپ تیار ہوا تو اس گروپ میں شامل جانبازوں میں سپاہی سخاوت شاہ بھی شامل تھے۔

رضا کار دستہ بٹالین ہیڈکوارٹر سے آگے لانی میں پھنسی ہوئی ٹیم کو بچانے کی غرض سے روانہ ہوا۔ راستے میں برفانی تودہ یوں گرا کہ آپ تودے کے نیچے دب گئے اور شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہوئے۔ 3 دسمبر 2012ء کو آبائی گاؤں برکولتی میں اعلیٰ فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

شہید عبادت گزار انسان تھے۔ صبح وشام دعا بندگی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔ کھیتی باڑی اور شجرکاری کے کاموں میں گھر والوں کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

آپ کے لواحقین وپسماندگان میں بیوہ مسماۃ گلشن بی بی سمیت دو بیٹے ارسلان سعید، سلمان سعید اور ایک بیٹی ملیحہ بی بی شامل ہیں۔

لانس نائیک نثار علی خان شہید

(مرکہ یاسین، 37 آزاد کشمیر رجمنٹ)

وادی یاسین میں سال 2017ء کا سورج بھی ایک شہید کا پیغام چھوڑ کر غروب ہو گیا۔ سیاچن کی فلک بوس اور یخ بستہ ہواؤں میں مادر وطن کے ایک اور بہادر سپوت نے اپنی جان کا نذرانہ دیکر مادر وطن کی دفاع کو دشمنوں کے سامنے ناقابل تسخیر ہونے کا عملی نمونہ پیش کیا جس پر پوری قوم کو فخر ہے۔ نثار نام تھا سو نثار ہو گئے اور یوں آئندہ کیلئے امر ہو گئے۔

لانس نائیک نثار علی خان 1978ء میں یاسین کے خوبصورت نشیبی گاؤں مرکہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان ہائی سکول طاؤس سے پاس کرلیا۔ یوں 1998ء میں پاک فوج کا حصہ بنے۔ آپ نے اپنی عسکری زندگی کے فرائض پاکستان کے مختلف محاذوں پر انتہائی احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔ اس دوران 2015ء میں آپ نے اپنی یونٹ کے ہمراہ UN مشن پر کانگو افریقہ میں بھی اپنی عسکری خدمات سرانجام دیں۔ ریٹائرمنٹ کے سال آپ کی ڈیوٹی سیاچن کے محاذ پر لگی جہاں 23 آزاد کشمیر رجمنٹ کے ساتھ ڈیوٹی پر گئے تھے۔ مورخہ 30 دسمبر 2017ء کو اپنے ایک زخمی ساتھی کی مدد کی غرض سے برف میں سے راستہ بنا رہے تھے کہ اچانک برفانی تودہ کی زد میں آکر آپ دیگر ساتھیوں سمیت دب گئے اور جام شہادت نوش کیا۔ یوں یکم جنوری 2018ء کو مکمل فوجی اعزازات کے ساتھ آبائی گاؤں میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ ایک عسکری گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حوالدار (ر) جہان داز غازی رہ چکے ہیں جبکہ دو اور بھائی حوالدار امیر شاہ 12 آزاد کشمیر رجمنٹ اور نائیک اصغر علی 5 این ایل آئی رجمنٹ میں بالترتیب عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے ورثاء میں تین بیٹیاں ہیں۔

باب ہفتم

شہداء سمرنالہ وگیاری سیکٹر

مارچ 2013ء کا ایک المناک دن تھا جب پاک فوج کے لیفٹیننٹ کرنل اکرام الحق اور دیگر 20 فوجی جوان چترال سے گلگت کی طرف آرہے تھے کہ سمرنالہ کے قریب گاڑی خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے بے قابو ہوکر گہری کھائی میں جاگری۔ جس کے نتیجے میں لیفٹیننٹ کرنل اکرام الحق سمیت دیگر 20 فوجی جوان جام شہادت نوش کر گئے۔

اس سے قبل 7 اپریل 2012ء کو ایک المناک سانحہ ہوا تھا۔ ہفتہ کی درمیانی شب گیاری کے مقام پر ایک ہولناک برفانی تودہ کی زد میں آکر پاک فوج کے 139 جوان جام شہادت نوش کر گئے۔ پاک فوج کے ان جوانوں میں سے وادی یاسین سے تعلق رکھنے والے جوانوں کے نام اور اُن کا تذکرہ آگلے صفحات پر بیان کیا جارہا ہے۔

حوالدار رؤف خان شہید

(بجایوٹ یاسین، 3 این ایل آئی رجمنٹ)

وادیٔ یاسین کے دامن میں شہیدوں کی انگنت داستانیں پوشیدہ ہیں جنہیں پڑھتے ہوئے پتھر بھی موم کی طرح پگھل جاتا ہے ان میں سے ایک داستان شہید حوالدار رؤف خان کی بھی ہے۔ انہیں آنکھ کھولے ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ والدہ صاحبہ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ تو زندگی گزارنا طوفان سے کم نہ تھا۔ آزمائش کی اس نازک گھڑی میں نومولود بچے کے ننھیال نے اس کی پرورش کی ذمہ داری اپنے ذمے لے لی۔

شہید حوالدار رؤف خان 3 جون 1976ء کو یاسین کے ایک خوبصورت گاؤں بوجایوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔ آپ نے میٹرک کا امتحان 1993ء میں گورنمنٹ ہائی سکول یاسین طاؤس سے پاس کرنے کے بعد اگست 1994ء کو این ایل آئی رجمنٹ میں بطور سپاہی شمولیت اختیار کی۔ آپ اپنی انیس سالہ عسکری زندگی سیاچن، سکردو، سیالکوٹ، کشمیر، کوئٹہ اور چترال کے علاوہ UN مشن ڈیوٹی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ دوران سروس آپ نے پاک آرمڈ فورسز سے ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا۔ 16 مارچ 2013ء کو کرنل اکرام الحق اور دیگر 20 ساتھیوں کے ہمراہ چترال سے گلگت کی طرف آتے ہوئے سر مالہ کے قریب گاڑی خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے بے قابو ہو کر گہری کھائی میں جا گری۔ اسی طرح آپ ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے۔ شہید رؤف خان خوش مزاج اور دور اندیش طبیعت کے مالک تھے۔ دوسروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ کے ان اوصاف کی وجہ سے نہ صرف ان کے گھر والے بلکہ تمام عزیز و اقارب آپ کے شیدائی تھے۔ شہید کے ورثاء میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑا بیٹا عدنان رؤف اے پی ایس ہندور میں جماعت ششم میں پڑھتا ہے چھوٹا بیٹا رضوان رؤف اور بیٹی ہما رؤف آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول میں زیر تعلیم ہیں۔

حوالدار جمائیل شہید

(قرقلتی یاسین، 3 این ایل آئی رجمنٹ)

حوالدار جمائیل شہید 12 اکتوبر 1974ء کو وادی یاسین کے ایک خوبصورت گاؤں قرقلتی میں خوشحال بیگ کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے ہی حاصل کی۔آپ کی پیدائش کے سال والدین نے علاقے کی پسماندگی کی وجہ سے گاؤں قرقلتی سے آکر تحصیل پونیال کے گاؤں سِلپی میں سکونت اختیار کرلی۔شہید نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ بوائز ہائی سکول گاہکوچ سے پاس کیا۔

شہید حوالدار جمائل خان 16 دسمبر 1995ء کو پاک فوج میں بحیثیت سپاہی بھرتی ہوگئے۔آپ ابتدائی تربیت حاصل کرنے کے بعد 10 این ایل آئی تعینات ہوگئے جو کہ اس وقت آزاد کشمیر خیاری کے مقام پر مامور تھی۔شہید اپنی یونٹ میں ایک باکردار اور قابل سپاہی کے طور پر ابھرنے لگے اور ہر وقت اپنے کمانڈر سے داد وصول کرتے رہے۔اس دوران آپ پر کٹھن وقت بھی آپہنچا کہ موسم برسات میں آسمانی بجلی گرنے سے آپ کا جسم کافی متاثر ہوا اور سی ایم ایچ آزاد کشمیر میں ایڈمٹ ہوئے اور کئی مہینے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت یاب کیا اور اپنی یونٹ کو دوبارہ جوائن کیا جو کہ ان دنوں گلتری سیکٹر میں تعینات تھی۔جب 1999ء میں معرکہ کارگل کا آغاز ہوا تو آپ نے بھرپور انداز میں اپنی یونٹ کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا اور دشمن کے کئی فوجیوں کو جہنم واصل کیا۔معرکہ کارگل کے بعد آپ کی تعیناتی 3 این ایل آئی میں کردی گئی جو ان دنوں سیالکوٹ میں تعینات تھی۔سیالکوٹ میں کئی سال تک خدمات سرانجام دینے کے بعد 3 این ایل آئی کی تعیناتی چترال میں دہشتگردوں کو قلع قمع کرنے کیلئے ہوئی۔اس دوران 15 مارچ 2013ء کو آپ سمیت آپ کے دیگر 20 ساتھی بشمول لیفٹیننٹ کرنل اکرام الحق گلگت کی طرف سفر کے دوران سرنالہ میں آپ کی گاڑی موڑ کاٹتے ہوئے گہری کھائی میں جاگری جس سے آپ

اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔ شہید کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں پونیال سپلی میں سپرد خاک کیا گیا۔

شہید کے ورثاء میں دو بیٹیاں ہیں۔ شہید کے دیگر تین بھائی بھی پاک فوج سے منسلک ہیں جن میں محترم فرزند بیگ 8 این ایل آئی سے ریٹائرڈ ہوئے جبکہ محمد آمین 15 این ایل آئی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ شہید کے خاندان میں دیگر شہداء میں شہید افضل امان اور شہید شیر داللہ تمغۂ بسالت کے نام قابل ذکر ہیں۔

*****

سپاہی رحیم شاہ شہید

(درکوت یاسین، 3 این ایل آئی رجمنٹ)

مصائب و آلام میں اگر ایک انسان کی پرورش ہوتی ہے اور وہ انسان مصیبت میں صبر کرے تو قانون قدرت ہے کہ ایسا انسان ہمیشہ اعلیٰ اوصاف کا مالک ہوتا ہے۔ جو کوئی نہ کوئی اچھا کام کر ہی جاتا ہے۔ شہید رحیم شاہ کی زندگی بھی ایک تلخ تجربے سے گزری تھی۔ ابھی ہوش ہی سنبھالا تھا کہ قدرتی آفت کی زد میں آ کر آپ کا سارا گھر بار اور جائیداد سب بہہ گیا۔ آزمائش کی اس گھڑی میں آپ کے ننھیال نے ساتھ دیا اور آپ کے والد کو زمین عنایت فرمائی۔ وہاں پر گھر بنا کر تین بچوں سمیت رہنے لگے۔ ابھی زندگی تھوڑی سنورنے لگی تھی کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو تینوں بھائی یتیم ہو گئے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں شہید کے چچا محمد شاہ جو کہ اس وقت فوج سے ریٹائرڈ تھے نے تینوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت کی اور جب شہید ایام جوانی کو پہنچ گیا تو ان کی شادی کرا دی گئی۔

شہید رحیم شاہ کی پیدائش 4 جون 1983ء کو وادی یاسین کے آخری گاؤں درکوت میں

ہوئی۔شہید پرائمری تک تعلیم درکوت میں پاس کرنے کے بعد ثانوی تعلیم کی غرض سے گاؤں ہندور میں اپنے رشتہ دار کے ہاں مقیم رہے۔آپ نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول ہندور جوکہ اب لالک جان شہیدنشان حیدرہائی سکول کے نام سے منسوب ہے سے پاس کرنے کے بعد پاک فوج میں شمولیت اختیارکرلی۔آپ ابتدائی تربیت کے بعد 3این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوگئے جوکہ ان دنوں لاہور میں تھی۔اپنی یونٹ کے ساتھ ملک کے مختلف پوسٹوں پر عسکری خدمات سرانجام دیتی رہے۔شہادت سے قبل آپ کی یونٹ 3این ایل آئی کی تعیناتی چترال میں کردی گئی۔مارچ 2013ء کوآپ لیفٹیننٹ کرنل اکرام الحق کے ہمراہ چترال سے راولپنڈی پھرراولپنڈی سے گلگت آتے ہوئے سمرنالہ میں گاڑی حادثے میں اپنے دیگرساتھیوں سمیت شہید ہوئے۔

جب اُن کی میت گھر پہنچائی گئی تواسی رات آپ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔اس طرح اللہ تبارک وتعالی نے آپ کے شہادت کے دن اولادِ نرینہ سے نوازا جبکہ اس سے قبل آپ کی ایک بیٹی تھی۔

شہید ایک نیک سیرت انسان تھے جو ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کا سوچتے تھے۔آپ کے خاندان میں سے آپ کا چچا اشرف بیگ 12این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہیں۔اس کے علاوہ شاہ مراد، حاصل،دوردانہ بیگ بھی فوج سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ حاضرسروس افراد میں موسیٰ بیگ،سکندر بیگ، یعقوب،شکورشاہ اور یاسین شاہ پاک آرمی کی مختلف یونٹوں میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔شہید نے اپنے ورثاء میں ایک بیٹی ثمارئیہ اور بیٹا ثاقی رحیم کوچھوڑا ہے۔

سپاہی شہادت علی شہید

(طاؤس یاسین، 3این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی شہادت علی شہید 10 جنوری 1990ء کو طاؤس یاسین محمد یعقوب کے ہاں پیدا ہوئے۔شہید نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز آغا خان ڈائمنڈ جوبلی سکول سلطان آباد سے کیا۔تعلیمی میدان میں آپ ایک ہونہار طالب علم تھے اور ہر کلاس میں پوزیشن حاصل کرتے تھے۔جماعت ہشتم کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے گلگت چلے گئے۔میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔آپ نے ابتدائی عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد 3این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوگئے۔آپ نے انتہائی جانفشانی کے ساتھ مختلف محاذوں پر عسکری خدمات سرانجام دیں۔آپ نے 16 مارچ 2013ء کو اپنی یونٹ کے کرنل اکرام الحق اور دیگر 20 ساتھیوں سمیت چترال سے گلگت کی طرف سفر کرتے ہوئے سمر نالہ میں گاڑی حادثے میں جام شہادت نوش فرمایا۔

شہید اپنی معاشرتی زندگی میں ایک ملنسار شخصیت تھے۔آپ ہر ایک کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرتے تھے اور دوستی کے معاملے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ان کے قریبی دوستوں میں شیر دل، امتیاز، ممتاز اور قربان آج بھی اپنے دوست کی جدائی کو دل سے لگائے بیٹھے ہے۔عزیز و اقارب آپ کی شہادت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

شہید شہادت علی کے بڑے بھائی کے تاثرات:

"مجھے فخر ہے کہ میرا بھائی شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہوا جو کہ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔شہادت سے تین دن قبل میرے بھائی نے مجھے شہادت کی خبر دی تھی۔اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک دن میری میت گھر لائی جاتی ہے اور لوگوں کا ایک بڑا ہجوم موجود ہے۔جب بھائی نے اپنے خواب کا ذکر کیا تو میں کافی پریشان ہوگیا تو مجھے تلقین کی کہ اگر میں شہید

ہو جاؤں تو رونا نہیں بلکہ دعا کرنا اور میری میت کو جلد سپردِ خاک کرنے کی کوشش نہیں کرنا کیونکہ مجھے لوگوں کے ہجوم میں کسی خاص بندے کے آنے کا انتظار ہوگا۔ ٹھیک تین دن بعد بھائی کی میت گھر پہنچی تو میں حیران ہو گیا کہ بھائی کا خواب سچ ثابت ہوا اور میں نے شہید کا چہرہ دیکھا تو اس کی ایک آنکھ کھلی ہوئی تھی اور میں نے اس کا خواب سچ ثابت ہونے پر وصیت کے مطابق دفن کرنے میں دیر کر دی اور ٹھیک شام 5 بجے اس کی آنکھ بھی خود بخود بند ہو گئی اور لوگوں کا جم غفیر بھی موجود تھا اور فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں اس کی تدفین کی گئی۔"

*****

سپاہی ناصر علی شہید

(بجایوٹ یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی ناصر علی 5 جون 1991ء کو بجایوٹ یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول یاسین مورکہ سے حاصل کی۔ پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول یاسین سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جنوری 2009ء کو این ایل آئی رجمنٹ میں شمولیت اختیار کی جس کی انہیں بچپن سے خواہش تھی۔

آپ نے اپنی عسکری خدمات 6 این ایل آئی کے ساتھ کوئٹہ اور بعد میں سیاچن کے خطرناک محاذ گیاری سیکٹر کی یخ بستہ ہواؤں میں گزاریں۔ آپ نے برفانی طوفان کی زد میں آ کر پوسٹ میں موجود افسران و دیگر ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔

آپ کے خاندان سے آپ کے والد محترم حار یر شاہ پاک آرمی سے ریٹائرڈ ہے اور دو چھوٹے بھائی صفدر علی، سگنل کور میں اور شیر باز علی ان دنوں این ایل آئی سینٹر بونجی میں زیر تربیت ہیں۔

آپ ایک با اخلاق زیرک، دور اندیش انسان تھے۔ آپ کو اپنے خاندان رفقاء اور عزیز و اقارب کا خاص خیال تھا۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہونا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ صوم و صلوٰۃ

کے بڑے پابند تھے ۔آپ شکار کھیلنے اور شجر کاری کے بڑے دلدادہ تھے اس کے علاوہ ملکی حالات حاضرہ پر توجہ دیتے تھے اور میڈیا میں کافی دلچسپی لیتے تھے ۔آپ کو بچپن سے ہی فوج میں بھرتی ہونے کا شوق تھا جو کہ پورا ہوا۔

آپ کی شہادت پر آپ کی ماں نے اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے کہا کہ ”مجھے اپنے کمسن بیٹے کی شہادت پر فخر ہے جس نے وطن عزیز کی خاطر اتنی کم عمری میں شہادت کا درجہ حاصل کیا اور مزید کہا کہ میرے چار بیٹے ہیں خدا ان کو بھی اپنے شہید بھائی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے“۔(آمین)

*****

سپاہی نادر خان شہید

(درکوت یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی نادر خان 13 اگست 1990ء کو یاسین میں پیدا ہوئے ۔ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد آپ کو 6 این ایل آئی میں تعینات کیا گیا جو اس وقت کوئٹہ میں تعینات تھی ۔کوئٹہ میں پہنچ کر کوئی چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کو سکردو بریگیڈ میں تعینات کیا گیا۔یہاں پہنچ کر بیماری کی وجہ سے آپ کو سی ایم ایچ راولپنڈی فوراً منتقل کر دیا گیا ۔سی ایم ایچ سے صحت یاب ہوکر واپس سکردو پہنچ گئے اور گیاری کی طرف جانے کی خواہش ظاہر کی۔ یوں 20 مارچ 2012ء کو یونٹ ہیڈکوارٹر گیاری پہنچ گئے ۔کچھ ہی دن بعد یعنی 7 اپریل 2012ء کو برفانی تودہ کی زد میں آکر اپنے دیگر 139 ساتھیوں سمیت شہید ہوئے ۔آپ کا جسدِ خاکی 29 مئی 2012ء کو برف سے نکالا گیا۔

آپ بہت ہمدرد دل کے مالک تھے ۔2010ء کے سیلاب سے متاثرہ خاندانوں کی بڑی خدمت کی تھی اور ان کے مال و جائیداد کی حفاظت اور بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔متاثرہ لوگ اب بھی شہید کی اس خدمت کو سراہتے ہیں جو کہ انسان دوستی کا ثبوت ہے ۔

سپاہی فدا علی شہید

(یاسین تھوئی تحصیلتی، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

سپاہی فدا علی شہید 25 جون 1984ء میں تھوئی تحصیلتی یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز آغاخان ڈائمنڈ جوبلی پرائمری سکول تحصیلتی تھوئی سے کیا۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول تھوئی کنو سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے 13 اپریل 2007ء کو پاک فوج کی این ایل آئی رجمنٹ میں شمولیت اختیار کی۔ ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سینٹر بونجی سے حاصل کرنے کے بعد 6 این ایل آئی رجمنٹ میں تعینات ہوگئے۔ آپ کوئٹہ اور سکردو کے مختلف محاذوں پر خدمات سرانجام دیتے ہوئے بالآخر سانحہ گیاری میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔ آپ ان دنوں گھر پہ اپنی چھٹیاں گزر رہے تھے۔ چھٹیاں ختم ہونے کے بعد گیاری سیکٹر کی طرف روانہ ہوگئے اور 6 اپریل 2012ء کی صبح اپنی یونٹ ہیڈ کوارٹر میں حاضری دی اور 6 اور 7 اپریل کی درمیانی شب کو سانحہ پیش آیا، جس کے نتیجے میں آپ سمیت آپ کے دیگر 139 ساتھی شہید ہوئے۔

شہید اپنے والدین کا اکلوتے چشم و چراغ تھے اس لئے والدین ہمیشہ اس پر مہربان تھے۔ شہید کے خاندان سے بہت سارے لوگ فوج سے منسلک ہیں۔ جن میں بعض ریٹائرڈ ہیں اور بہت سارے اب بھی مختلف محاذوں پر عسکری خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن میں آپ کے والدگرامی ارکی خان ناردرن سکاؤٹ سے ریٹائرڈ ہیں جبکہ حاضر سروس میں حوالدار محمد ایوب خان 42 بلوچ، آباد خان 42 بلوچ، حوالدار قیوم خان 7 این ایل آئی، سپاہی عظیم شاہ 25 انجینئرنگ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ شہید فدا علی کے خاندان میں دیگر شہداء میں رحمت واللہ خان شہید، شرافت خان شہید، گرمین شاہ شہید، بدوک شہید اور نمر شاہ شہید قابل ذکر ہیں۔ شہید کے ورثاء میں ایک ہی چارسالہ بیٹی فوزیہ کوثر کو چھوڑا۔

حوالدار رہبر حسن شہید

(تھوئی حرف یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید حوالدار رہبر حسن 8 جون 1974ء کو تھوئی یاسین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں تھوئی کوٹو کے گورنمنٹ ہائی سکول سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول یاسین طاؤس سے پاس کیا۔ آپ انتہائی قابل اور ذہین طالب علم تھے۔ اپنی اعلیٰ ذہانت کی وجہ سے ہر کلاس میں پوزیشن حاصل کرتے تھے۔ آپ اپنے اساتذہ کی عزت اور والدین کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

حوالدار رہبر حسن شہید کو بچپن سے ہی فوج میں شمولیت کا بڑا شوق تھا کیونکہ ان کے والد محترم خود 24 سال فوج میں خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ وہ اپنے دوران سروس پاک بھارت جنگیں 1948ء، 1965ء اور 1971ء میں باقاعدہ طور پر حصہ لے چکے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کے دل میں بھی وطن عزیز کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوگیا اور وطن عزیز کی خدمت کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔

آپ یکم دسمبر 1998ء کو این ایل آئی رجمنٹ میں بھرتی ہوئے اور ابتدائی عسکری تربیت این ایل آئی سنٹر بونجی سے حاصل کی اور 6 این ایل آئی میں تعینات ہوگئے۔ آپ کے بھرتی ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی معرکہ کارگل شروع ہوگیا۔ آپ نے دوران جنگ دراس سیکٹر میں انتہائی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ جب معرکہ کارگل ختم ہوا تو اپنی یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر نے آپ کو جے ایل اے کورس کیلئے جونیئر لیڈرز اکیڈمی شنکیاری بھیجا۔ وہاں سے بہترین کارکردگی کی بنیاد پر آپ کو حوالدار کے عہدے پر ترقی ملی۔ اس کے بعد آپ کی یونٹ کو وزیرستان میں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن کیلئے سب سے پہلے منتخب کیا گیا۔ 6 این ایل آئی وزیرستان میں آپریشن کرنے والی پہلے یونٹس میں سے ایک ہے۔ جہاں آپ نے اپنے عسکری خدمات

نہایت ہی ایمانداری اور بہادری کے ساتھ انجام دیں۔آپ کی اس کارکردگی کی بناء پر یونٹ کمانڈر نے آپ کو 2006ء میں ڈرل کورس کیلئے بونجی بھیجا۔وہاں آپ 2011ء تک ڈرل انسٹرکٹر کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس کے بعد آپ واپس اپنی یونٹ کو بُنر چلے گئے۔وہاں دس مہینے گزارنے کے بعد دنیا کے مشکل ترین محاذ سیاچن پر تعینات ہو گئے۔سیاچن پہنچتے ہی یونٹ کمانڈنگ آفیسر نے آپ کو بٹالین حوالدار میجر کا عہدہ دیا۔سیاچن کے برف پوش پہاڑوں کی یخ بستہ ہواؤں میں نہات ہی خوش اسلوبی سے ایام زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک 7اپریل 2012ء کی رات 3 بجے قدرتی آفت یعنی برفانی تودہ بٹالین ہیڈکوارٹر پر آگرا جس کے نتیجے میں 139 نوجوان تودہ کی زد میں آ گئے۔حکومت پاکستان اور بالخصوص آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کی انتھک کوششوں سے 27 مئی 2012ء آپ کے جسدِ خاکی کو تودے سے نکالا گیا۔یوں قوم کے اس عظیم فرزند کو 28 مئی 2012ء کو پورے فوجی اعزازات کے ساتھ سنٹرل یاسین میں سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ نہایت ہی شریف اور مخلص انسان تھے۔شہید کے والد صاحب تیغون شاہ پاک آرمی میں 24 سال خدمات انجام دینے کے بعد حوالدار کے عہدے سے 1972ء میں پنشن ہوئے ہے جبکہ آپ کے بڑے بھائی حوالدار شاہ نظر 7 این ایل آئی رجمنٹ سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔ چھوٹا بھائی ظفر علی شاہ 92 فیلڈ آرٹلری میں نائیک کے عہدے پر خدمات انجام دے رہا ہے۔شہید کے ورثاء میں دو بیٹے تنزیل حسن اور مزمل حسن اور ایک بیٹی کومل حسن شامل ہیں۔

سپاہی محمد علی شہید

(طاؤس یاسین، 6 این ایل آئی رجمنٹ)

شہید سپاہی محمد علی 4 اگست 1988ء میں یاسین طاؤس میں پیدا ہوئے۔ شہید سپاہی محمد علی کے آباؤ اجداد بھی وادی چترال سے آکر عرصہ دراز سے یاسین میں آباد ہیں۔ شہید نے اپنی ابتدائی تعلیم ڈی جے سکول طاؤس سے حاصل کرنے کے بعد ثانوی تعلیم کیلئے گورنمنٹ مڈل سکول یاسین خاص میں داخلہ لیا۔ یہاں سے مڈل پاس کرنے کے بعد مالی مسائل کی وجہ سے مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور گلگت میں اپنے چچا کے ساتھ کاروبار میں مدد کرنے لگے۔ گلگت میں مقیم اپنے چچا کے اصرار پر دوبارہ تعلیمی زندگی میں قدم رکھا اور ایک نجی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔ آپ آرمی سلیکشن سینٹر گلگت سے سلیکٹ ہونے کے بعد این ایل آئی سنٹر بونجی سے 9 ماہ کی سخت ترین فوجی تربیت حاصل کرنے کے بعد 6 این ایل آئی رجمنٹ کا حصہ بنے۔

آپ عسکری تربیت کے بعد مارچ 2007ء میں نوشہرہ میں تعینات ہوگئے۔ یہاں ملک وقوم کی تقریباً دو سال تک خدمت کرنے کے بعد آپ کی یونٹ کا کوئٹہ تبادلہ کیا گیا۔ یہاں ڈھائی سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد 6 این ایل آئی رجمنٹ کو دنیا کی بلندترین رزم گاہ سیاچن کے مقام پر گیاری سیکٹر میں تعینات کیا گیا۔ یہاں تعیناتی کے دوران شہید ایک دن گیس سلنڈر پھٹنے سے شدید زخمی ہوئے اور تقریباً دو ماہ تک سکردو سی ایم ایچ میں زیر علاج رہنے کے بعد مکمل صحت یاب ہوئے۔

ابھی مکمل صحت یابی کے بعد دوبارہ سے عسکری فرائض سرانجام دے رہے تھے کہ شہادت کا وقت بھی آن پہنچا۔ 7 اپریل 2012ء بروز ہفتہ کی درمیانی شب گیاری کے مقام پر ایک ہولناک برفانی تودے نے 6 این ایل آئی رجمنٹ کے کیمپ کو اپنے اندر یوں سمیٹ لیا کہ کیمپ میں موجود 139 فوجی اہلکار و سول ملازمین ایک ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔ انہی جانبازوں میں

ایک نام شہید محمد علی کا بھی آتا ہے۔شہید کو پاک فوج کے چاق چوبند دستے کی موجودگی میں ان کے آبائی گاؤں طاؤس کے مقام پر سپردخاک کردیا گیا۔

آپ ایک عسکری گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے رشتہ داروں میں چترال سے بریگیڈیئر ریٹائرڈ خوشی محمد خان ہیں جو اب آغا خان ایجوکیشن سروس چترال میں بطور جنرل منیجر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ حوالدار لالک جان شہید نشان حیدر آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور شہید صوبیدار حاجی ولی (تمغۂ بسالت) بھی آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔شہید اعلیٰ اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ہمسائیوں،دوستوں،اور رشتہ داروں میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔آپ بہترین فٹبالر بھی تھے۔

*****

متفرق واقعات میں شہید ہونے والے شہداءِ یاسین

یہ کتاب خطہ یاسین کے اُن شہیدوں کا ایک مجموعی ریکارڈ ہے جنہوں نے مسلح افواج میں شمولیت اختیار کی اور دورانِ دفاعِ وطن اپنے جنگی معرکوں اور وطن دشمن عناصر کے ساتھ دست بدست لڑتے ہوئے جانیں قربان کیں ۔اس موقع پر ان جانبازوں کا ذکر بھی ضروری ہے جو افواج پاکستان کا حصہ ہوتے ہوئے مختلف واقعات و حادثات کی بناء پر اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران شہادت کے مرتبے پر فائض ہوئے ۔ان شہداء کے ناموں کی تفصیل ذیل فہرست میں دی جا رہی ہے:

نمبر شمار	نام	تاریخ/مقام پیدائش	یونٹ	تاریخ/مقام شہادت
1	سپاہی شیر خان شہید	1980ء یاسین خاص	8 این ایل آئی رجمنٹ	24 جون 2003ء آزاد کشمیر
2	سپاہی تخی مراد خان شہید	1950ء	8 این ایل آئی رجمنٹ	-
3	سپاہی سیا یورج بیگ شہید	یاسین	بلوچ رجمنٹ	25 اپریل 1987ء
4	لانس نائیک سلیم خان شہید	5 مارچ 1981ء	اے ٹی رجمنٹ	14 دسمبر 2013ء
5	افضل امان شہید	-	آرٹلری رجمنٹ	-
5	سپاہی شکور شہید	24 اکتوبر 1950ء	9 بلوچ رجمنٹ	کھاریاں کینٹ

نمبر شمار	نام	تاریخ/مقامِ پیدائش	یونٹ	تاریخ/مقامِ شہادت
7	سپاہی محمد نادر شہید	برکلتی یاسین	7 این ایل آئی رجمنٹ	1985ء سیاچن
8	سپاہی بابر خان شہید	10 دسمبر 1975ء سلطان آباد	15 آزاد کشمیر رجمنٹ	25 اکتوبر 2010ء
9	سپاہی میر عالم شہید	25 اگست 1985ء سندی	8 این ایل آئی رجمنٹ	5 دسمبر 2013ء بمقام چترال
10	لانس نائیک سبز اعالم شہید	10 جون 1952ء	12 این ایل آئی رجمنٹ	1987ء
11	سپاہی قربان شاہ شہید	1952ء بمقام تھوئی درسکین	5 این ایل آئی رجمنٹ	-
12	حوالدار دینار مراد شہید	ستمبر 1954ء سلطان آباد	2 این ایل آئی رجمنٹ	24 مارچ 1993ء گلتری سیکٹر
13	سپاہی حسن جان شہید	5 مارچ 1958ء تھوئی	14 این ایل آئی رجمنٹ	7 ستمبر 1999ء بیون سیکٹر
14	نائیک محمد یوسف شہید	1953ء بمقام یاسین خاص	2 این ایل آئی رجمنٹ	5 دسمبر 1985ء شگرمالہ
15	سپاہی نظر خان شہید	1945ء نازبرن	4 این ایل آئی رجمنٹ	18 جنوری 1977ء
15	سپاہی شاہ میر خان شہید	1927ء تھوئی	ناردرن سکاؤٹس	آزاد کشمیر
17	سپاہی حاجی جان شہید	یاسین	او جی ایم	ملیر کینٹ، کراچی
18	سپاہی اسلام خان شہید	یاسین	25 آزاد کشمیر رجمنٹ	-

نمبر شمار	نام	تاریخ/مقامِ پیدائش	یونٹ	تاریخ/مقامِ شہادت
19	نائیک شکور غلام شہید	1927ء یاسین تھوئی	ناردرن سکاؤٹس	-
20	سپاہی گل آمان شاہ شہید	1944ء یاسین خاص	ناردرن سکاؤٹس	1965ء راجوسیکٹر
21	سپاہی تاقی جان شہید	1925ء تھوئی علتی	ناردرن سکاؤٹس	1952ء
22	سپاہی شہزادہ یونس شہید	مارچ 1954ء یاسین سندی	8 این ایل آئی رجمنٹ	-
23	سپاہی زراور خان شہید	2 نومبر 1953ء غوجلتی	5 این ایل آئی رجمنٹ	1973ء
24	سپاہی محمد ایوب شاہ شہید	22 دسمبر 1962ء غوجلتی	10 این ایل آئی رجمنٹ	18 مارچ 1990ء
25	موسیٰ بیگ شہید	یاسین	10 این ایل آئی رجمنٹ	2002ء
25	نائیک نورولی شہید	1950ء طاؤس	10 این ایل آئی رجمنٹ	18 مارچ 1990ء
27	سپاہی محمد علی شہید	1965ء	8 این ایل آئی رجمنٹ	18 جولائی 1992ء
28	سپاہی دولت شاہ شہید	1957ء	آزاد کشمیر رجمنٹ	21 جولائی 1992ء ملتان
29	سپاہی عبداللطیف شہید	1959ء غوجلتی	11 این ایل آئی رجمنٹ	یکم نومبر 1992ء
30	سپاہی علی مدد خان شہید	7 اگست 1972ء تھوئی یاسین	1 این ایل آئی رجمنٹ	جولائی 1993ء حمزہ گونڈ

نمبر شمار	نام	تاریخ/ مقامِ پیدائش	یونٹ	تاریخ/ مقامِ شہادت
31	سپاہی ہمت جان شہید	1954ء املت	12این ایل آئی رجمنٹ	سکردو
32	لانس نائیک شِتا خان شہید	جنوری 1957ء طاؤس	1این ایل آئی رجمنٹ	مئی 1994ء ،بتام
33	سپاہی ہنر شاہ شہید	28 ستمبر 1965ء	8این ایل آئی رجمنٹ	15جنوری 1995ء
34	سپاہی روز یمن شاہ شہید	2 ستمبر 1958ء	5این ایل آئی رجمنٹ	28اپریل 1995ء
35	نائیک علیم اللہ شہید	یاسین	ناردرن سکاؤٹس	-
35	سپاہی سایورج بیگ شہید	طاؤس یاسین	گلگت سکاؤٹس 4پلاٹون	1970ء
37	سپاہی نظیم خان شہید	یاسین خاص	4این ایل آئی رجمنٹ	1974ء
38	لانس نائیک جمعہ گل شہید	15مارچ 1940ء	2ونگ ناردرن سکاؤٹ	1975ء
39	نائیک پھردل خان شہید	برکلتی یاسین	7این ایل آئی رجمنٹ	1980ء
40	لانس نائیک عجب خان شہید	1945ء درکوت	5این ایل آئی رجمنٹ	1980ء بیون سیکٹر
41	سپاہی محمد عالم خان شہید	17مئی 1974ء یاسین خاص	10این ایل آئی رجمنٹ	11جولائی 1981ء
42	سپاہی دادا خان شہید	جولائی 1959ء درکوت	2این ایل آئی رجمنٹ	1982ء اولڈ ننگ سیکٹر

نمبر شمار	نام	تاریخ/مقام پیدائش	یونٹ	تاریخ/مقام شہادت
43	سپاہی حاضر بیگ شہید	جون 1951ء یاسین قرقلتی	5 این ایل آئی رجمنٹ	2 جون 1983ء
44	سپاہی شکور شاہ شہید	1950ء تھوئی یاسین	3 این ایل آئی رجمنٹ	11 جون 1984ء
45	سپاہی سلیمان شہید	سینٹر یاسین	1 این ایل آئی رجمنٹ	سکردو
45	سپاہی محمد رحیم شہید	1953ء املت	7 این ایل آئی رجمنٹ	1985ء سیاچن
47	لانس نائیک فدا حسین شاہ شہید	یاسین خاص	8 این ایل آئی رجمنٹ	1985ء سیاچن
48	سپاہی نادر نبی شہید	10 مئی 1955	45 ایف ایف رجمنٹ	12 دسمبر 1985ء
49	سپاہی محمد حسین شہید	1958ء	13 این ایل آئی رجمنٹ	22 اپریل 1997ء استور
50	حوالدار شیر بادر شہید	ستمبر 1950ء	8 این ایل آئی رجمنٹ	15 فروری 1998ء
51	سپاہی قاسم علی شہید	1954ء درسکین	1 این ایل آئی رجمنٹ	1999ء
52	سپاہی راجہ محمد انور شہید	12 جولائی 1980ء طاؤس	8 این ایل آئی رجمنٹ	21 مئی 2001ء بگرام
53	سپاہی گل بہار شاہ شہید	5 مارچ 1980ء برکلتی	8 این ایل آئی رجمنٹ	17 جنوری 2004ء
54	سپاہی گل نواز شہید	1974ء برکلتی	10 این ایل آئی رجمنٹ	25 جولائی 2003

نمبر شمار	نام	تاریخ/مقام پیدائش	یونٹ	تاریخ/مقام شہادت
55	نائب صوبیدار سید سردار جان شہید	1952ء برکلتی	34 آزاد کشمیر رجمنٹ	14 فروری 2004ء
55	سپاہی شاہین بیگ شہید	درکوت یاسین	12 این ایل آئی رجمنٹ	2004ء لاہور چھاؤنی
57	سپاہی مراد جان شہید	1953ء سندی یاسین	4 این ایل آئی رجمنٹ	15 نومبر 2005ء
58	سپاہی شاہ رحیم شہید	18 اگست 1988ء	148LTAD رجمنٹ	-
59	سپاہی اعجاز علی شہید	9 مارچ 1988ء	549 مجاہد بٹالین	4 فروری 2011ء
50	سپاہی علیم بیگ شہید	5 دسمبر 1988ء	ون ماؤنٹین میڈیکل بٹالین	بگرام
51	انجینئر اقبال شاہ شہید	2 جنوری 1989ء برکولتی	20 انجینئرنگ	4 جون 2013ء چکری
52	سپاہی عزت علی شہید	2 جنوری 1989ء تھوئی شوٹ	13 آزاد کشمیر رجمنٹ	29 جولائی 2012ء سیاچن
53	سپاہی محمد دولہا خان شہید	20 مئی 1984ء ہجاوٹ یاسین	541 مجاہد فورس	کشمیر
54	سپاہی میر عالم شہید	1985ء سندی شمنوٹ	8 این ایل آئی رجمنٹ	8 دسمبر 2013ء چترال
55	سپاہی ریاض احمد شہید	3 مارچ 1994ء طاؤس یاسین	545 مجاہد بٹالین	8 جنوری 2014ء
55	سپاہی ولیم جان شہید	21 اگست 1992ء	92 فیلڈ آرٹلری رجمنٹ	9 اپریل 2014ء منگلا ڈیم

نمبر شمار	نام	تاریخ/ مقامِ پیدائش	یونٹ	تاریخ/ مقامِ شہادت
67	نائیک حاصل محمد شہید	19 جنوری 1978ء	ای ایم ای کور	سکردو
68	سپاہی شیر افضل خان شہید	5 دسمبر 1984ء غوجلتی یاسین	557 مجاہد بٹالین	29 دسمبر 2013ء
69	سپاہی شیر گلاب شہید	اپریل 1985ء املست یاسین	5 این ایل آئی رجمنٹ	گیاری سیکٹر
70	سپاہی رحمت ولی شہید	یکم جنوری 1987ء تھوئی دالکوئی	5 این ایل آئی رجمنٹ	29 مئی 2012ء گیاری سیکٹر
71	سپاہی شیر محمد خان شہید	5 جولائی 1950 طاؤس	15 بلوچ رجمنٹ	1994ء حاجی پیر

☆☆☆☆☆

ہماری دیگر مطبوعات

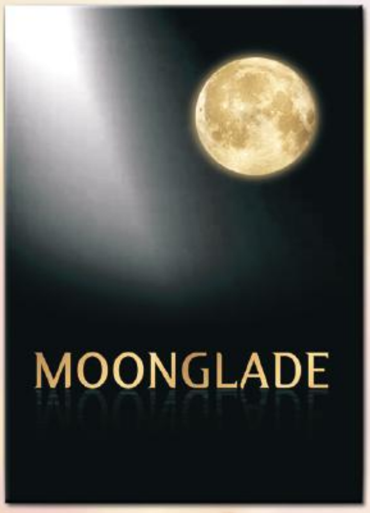

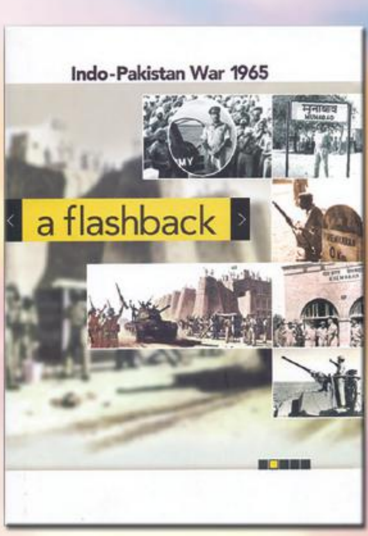

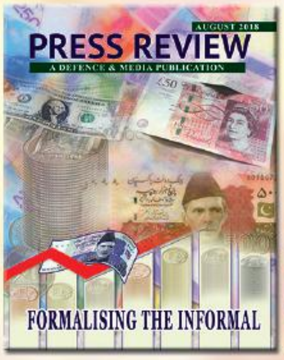

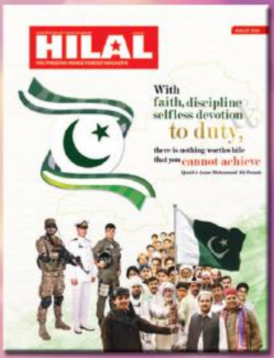

ہلال
پبلیکیشنز
انٹر سروسز پبلک ریلیشنز
ہلال روڈ راولپنڈی کینٹ، فون: 051-9271617
ای میل: publications@hilal.gov.pk
www.ispr.gov.pk